تعلیمات مجدد الف ثانی

(مکتوبات کی تلخیص)

سالکوں، اسلامی دعوت کا کام کرنے والوں،
اہل علم اور اہل سیاست کے لیے راہ عمل

ترتیب

محمد موسیٰ بھٹو

سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ
۴۰۰-بی- لطیف آباد نمبر ۴ حیدر آباد

Marfat.com

Marfat.com

تعلیمات مجدد الف ثانیؒ

(مکتوبات کی تلخیص)

سالکوں، اسلامی دعوت کا کام کرنے والوں، اہلِ علم اور اہلِ سیاست کے لئے راہ عمل

ترتیب : محمد موسیٰ بھٹو

سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ

۴۰۰-بی- لطیف آباد نمبر ۴ حیدر آباد

Marfat.com

۲۹۷۶۴۲
۲۸۶۱
76666

کتاب کا نام : تعلیماتِ مجدد الف ثانیؒ

مرتب : محمد موسیٰ بھٹو

کمپوزنگ : اشفاق احمد بھٹو

اسلامک کمپیوٹر کمپوزنگ سینٹر لطیف آباد ۴

حیدر آباد۔

قیمت : ۷۰ روپے

اشاعت اول : دسمبر ۱۹۹۹ء

اشاعت دوم : اکتوبر ۲۰۰۲ء

پریس : یادگار پرنٹنگ پریس حیدر آباد

ناشر : سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ

۴۰۰ / بی لطیف آباد نمبر ۴

Marfat.com

فہرست مضامین

حصہ اول کے دفتر اول سے ماخوذ

نمبر شمار		صفحہ نمبر
	مقدمہ : حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں	
	عرضِ حال : مرتب کی طرف سے	
(۱)	ناقص پیر کی صحبت ظلمت میں اضافہ کا ذریعہ	
(۲)	غلط تخلص سے اجتناب ضروری ہے	۳۴
(۳)	بندہ اور حق تعالیٰ کے درمیان اصل حجاب نفس ہی ہے	۳۵
(۴)	نوافل کا فرائض کے مقابلے میں کوئی اعتبار نہیں	۳۶
(۵)	سجدہ تعظیمی کی مخالفت	۳۷
(۶)	علمائے سوء کے لئے ان کا علم حجت ہے	۳۸
(۷)	شیطان کا کام، اہل علم کے سپرد ہونا	۳۹
(۸)	علمائے آخرت کی سیاہی کو شہداء کے خون سے وزن کیا جائے گا	۴۰
(۹)	منازل طریقت سے مقصود تحصیل اخلاص ہے	۴۱
(۱۰)	سلامتیِ قلب کا حصول اعمال صالحہ کے بغیر ممکن نہیں	۴۲
(۱۱)	شریعت، طریقت اور حقیقت کی تشریح	۴۳
(۱۲)	پر آشوب دور میں "قلیل عمل" "کثیر عمل" کے درجہ میں رکھا جائے	۴۴
(۱۳)	انسان کی جامعیت ہی جمیع خلائق سے اس کی افضلیت کا باعث ہے	۴۵
(۱۴)	رمضان کے فضائل و برکات	۴۶
(۱۵)	نفسِ امارہ بالذات احکامِ شرعیہ کا منکر ہے	۴۷
(۱۶)	سیر و سلوک سے مقصود امراض قلبیہ کا ازالہ ہے	۴۸
(۱۷)	عہدِ اکبری میں اسلام اور اہالیانِ اسلام کی حالت زار	۴۹

Marfat.com

(۱۸)	نصرت دین میں کوتاہی سے کارخانہ اسلام میں خلل واقع ہوتا ہے	۵۰
(۱۹)	سب سے بڑی نیکی ترویج شریعت کے لئے کاوش کرنا ہے	۵۱
(۲۰)	دنیا کی حیثیت سونے کے ورق میں لپٹی ہوئی نجاست کی مانند ہے	۵۲
(۲۱)	نفس امارہ کے مقتضیات	۵۲
(۲۲)	نفس امارہ رسوائی کا ذریعہ ہے	۵۳
(۲۳)	نفس کی شکست کے لئے کلمہ کی تکرار ضروری ہے	۵۴
(۲۴)	ترویج دین کے لئے بہتر حکمت عملی	۵۵
(۲۵)	صحابہ کے اختلافات کی نوعیت	۵۶
(۲۶)	صحابہ، صحبت خیر البشر کی وجہ سے امت میں سب سے افضل ہیں	۵۸
(۲۷)	اپنے دل کی تمام چاہتیں شیخ کامل کو سونپ دینا چاہئے	۵۹
(۲۸)	انبیاء کی مشترکہ تعلیمات میں غیر حق کی نفی اور معبود حقیقی کی طرف دعوت شامل ہے	۶۱
(۲۹)	روح اور جسم کی لذت والم کا ایک دوسرے سے متضاد ہونا	۶۲
(۳۰)	دل شکستگی اور پریشان حالی اخلاص و عمل میں کمی کے ازالہ کا سبب ہیں۔	۶۳
(۳۱)	انسان کی پیدائش کا مقصد (خالق اکبر کے سامنے) اس کی ذلت وخواری ہے	۶۴
(۳۲)	دین کے معاملے میں مجنون فرد ہی کامل ایماندار ہے	۶۴
(۳۳)	اہلِ کفر کے شعائر کے خاتمہ کی ترغیب کے بیان میں	۶۶
(۳۴)	سعادت، اتباعِ شریعت سے وابستہ ہے	۶۷
(۳۵)	دنیوی امور کو شریعت کے تابع رکھنا نجات کے لئے ضروری ہے	۶۸
(۳۶)	دنیا بظاہر شیرین ہے، لیکن بباطن مردار ہے	۶۹

Marfat.com

(۳۷)	وہ علوم، جو فکر و اعمالِ آخرت سے دور کریں، وہ فریبِ دنیا میں شامل ہیں	۷۰
(۳۸)	نجات صورت اسلام سے نہیں، بلکہ یقین سے ہوگی	۷۱
(۳۹)	تجدیدِ ایمان اور احکام شریعت پر عمل پیرا ہونے کی تاکید	۷۲
(۴۰)	نفسِ انسانی، احکام الٰہی کی بجا آوری میں سرکش واقع ہوا ہے	۷۳
(۴۱)	حضرت واجب الوجود کی صفات میں دوسروں کی شرکت کیوں؟	۷۳
(۴۲)	تقویٰ کی حقیقت- دین کا مدار تقویٰ پر ہے	۷۴
(۴۳)	بندوں کے حقوق کی عدم ادائیگی اور آخرت کا افلاس	۷۶
(۴۴)	اسلامی شریعت سابقہ شریعتوں کے اعمال کا عطر اور ملائکہ کے اعمال کا جوہر ہے	۷۷
(۴۵)	تہتر فرقوں میں فرقہ اہلِ سنت وجماعت فرقہ ناجیہ ہے	۷۸
(۴۶)	صحابہ کرام کی فضیلت	۷۹
(۴۷)	نماز باجماعت کی ترغیب اور صورت نماز و حقیقت نماز کی تشریح	۸۱
(۴۸)	صالح، نوجوان کے لئے لائحہ عمل	۸۲
(۴۹)	اخلاق حسنہ کا خاکہ- احادیث کی روشنی میں	۸۶
(۵۰)	صوفیائے کرام کی حالتِ سکر کی باتیں میری رگ فاروقیت کے جوش کا سبب بن جاتی ہے	۸۸
(۵۱)	سودی قرض لینے میں فقط زائد ہی حرام نہیں، بلکہ کل رقم حرام ہے	۸۹
(۵۲)	اہلِ باطل کی ریاضیات خاکروب کی محنت کی طرح ہیں	۹۰
(۵۳)	صحبت کی فضیلت تاثیر کے اعتبار سے سب سے زیادہ ہے	۹۱
(۵۴)	انسان پر اپنے حالات کی	۹۲

Marfat.com

تفتیش لازم ہے
(۵۵) خدمتِ والدین حسنات ہے، لیکن وصول مع اللہ مقصود ہے ۹۲
(۵۶) راہ سلوک میں درمیانی راہ کو اصل منزل سمجھنا ۹۳
(۵۷) فقراء کے دروازے کی خاکروبی اغنیاء کے یہاں کی صدر نشینی سے بہتر ہے ۹۴
(۵۸) ادائے صلوٰۃ میں حاصل ہونے والی لذت میں نفس کا کوئی حصہ نہیں ۹۴
(۵۹) اہلِ دنیا کی صحبت سم قاتل ہے ۹۵
(۶۰) اہلِ دنیا کی صحبت سے اس طرح بھاگو، جس طرح شیر سے بھاگتے ہو ۹۶
(۶۱) ترویجِ دین کی دولتِ عظمیٰ کا حصول کس شہباز کو حاصل ہوتا ہے؟ ۹۷
(۶۲) سب سے بڑی نعمت، جوانی میں ذکر و اعمال صالحہ پر ۹۷
استقامت ہے
(۶۳) روحانیتِ مشائخ سے فریب میں مبتلا ہونا ۹۸
(۶۴) غلبۂ سکر میں اطاعت اللہ و اطاعت رسولؐ کی متضاد تعبیریں اور صحیح راہ کی نشاندہی ۹۸
(۶۵) سالک کو اغیار سے آزادی فنائے کلی کے بعد حاصل ہوتی ہے ۱۰۰
(۶۶) درویشوں سے استغنیٰ سرکشی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ۱۰۱
(۶۷) آلام و مصائب بباطن شیریں اور لذت بخش ہیں ۱۰۲
(۶۸) حق تعالیٰ سے اعراض نعمتوں کی محرومی کا سبب ہے، جب کہ کفار کو نوازنا، عذات کی ایک قسم ہے ۱۰۴
(۶۹) کمال محبت کی علامت مخالفان شریعت سے اظہار عداوت ہے ۱۰۴

Marfat.com

(۷۰)	مرضِ قلبی کو دور کرنا، ذکر کثیر کے ذریعہ	۱۰۶
(۷۱)	اللہ کے حقوق کی تعظیم اور مخلوقِ خدا پر شفقت	۱۰۷
(۷۲)	فقیروں اور سالکوں کے لئے زندگی بھر کا لائحہ عمل	۱۰۸
(۷۳)	اہل اللہ کی صحبت سعادت دارین کا ذریعہ	۱۱۰
(۷۴)	کتاب و سنت کے برعکس کشف وہاں (عنداللہ) آدھے جو کے برابر بھی قبول نہیں کرتے	۱۱۱
(۷۵)	خواب خرگوش کب تک؟ اور کان میں غفلت کی ڈاٹ کہاں تک؟	۱۱۲
(۷۶)	سلوک سے مقصود یقین کی تحصیل ہے	۱۱۶
(۷۷)	ایسے شخص کی صحبت سانپ کے زہر کی مثل ہے جو بزرگوں کی صراط مستقیم سے رائی کے دانے کے برابر بھی جدا ہے	۱۱۶
(۷۸)	چند روزہ زندگی میں آخرت کی کاشت کاری کرنا چاہئے	۱۱۵
(۷۹)	حصول ولایت میں ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا ضروری نہیں	۱۱۶
(۸۰)	مرضِ باطن کو سمجھنے کے لئے مادی عقل نہیں، بلکہ عقل سلیم چاہئے	۱۱۷
(۸۱)	دنیا کی محبت ہر خطا کی جڑ ہے	۱۱۸
(۸۲)	استخارے کی تفہیم	۱۱۸
(۸۳)	اعمالِ صالحہ کا ترک اور ذکر سے غفلت، عافیت اور خوشحالی کی سلبی کا موجب ہے	۱۱۹
(۸۴)	آنحضرتؐ کی متابعت سے ہی محبوبیت حق کا مقام ملتا ہے	۱۲۰
(۸۵)	صحابہ کرام کے تنازعات میں متوازن طرز فکر	۱۲۱
(۸۶)	سنت کی ترویج اور بدعت کی بیخ کنی کے بیان میں	۱۲۱

Marfat.com

(۸۷)	بلادِ ہند میں انبیاء کی دعوتِ توحید کیوں عام نہ ہو سکی ؟	۱۲۴
(۸۸)	صوفیائے خام اور علمائے ناعاقبت اندیش کی فرائض و سنن سے غفلت	۱۲۵
(۸۹)	ادائے نوافل سے قربِ ظل میسر ہوتا ہے، جب کہ ادائے فرض سے حقیقی قرب ملتا ہے	۱۲۸
(۹۰)	نماز لذت بخش غم گساران ہے اور راحت دہ بیماران ہے	۱۳۰
(۹۱)	حقیقت کعبہ اور نماز کی کیفیت اور اہم معارف کا ذکر	۱۳۱
(۹۲)	اسباب کی رعایت کرنا اور معاملہ سپردِ خدا کرنا، نبویؐ طریق ہے	۱۳۳
(۹۳)	اسباب سے واسطہ رکھنا منافی توکل نہیں	۱۳۴
(۹۴)	بعثتِ انبیاء کے ذریعہ حاصل ہونے والی سعادتیں	۱۳۵
(۹۵)	بندے اپنے اعمال کے مکلّف کیوں نہ ہوں، منکرین سے مکالمہ	۱۳۷
(۹۶)	مسلمان، اپنی ساری ظلمتوں و سیاہ کاریوں کے باوجود بالآخر ذرہ ایمان کی بدولت بخش دیا جائے گا۔	۱۳۹
(۹۷)	اعمالِ صالحہ کی ادائیگی یقین میں روشنی پیدا کرتی ہے اور غیر اعمال صالحہ تاریکی کا ذریعہ ہیں	١٦١
(۹۸)	ایمان کی حقیقت اور اسکے بارے میں لفظی اختلافات	١٦٢
(۹۹)	نماز کے کچھ فضائل وارکان کی تفصیل	۱۴۳
(۱۰۰)	صوفیاء کے سلوک سے نفس کی آمادگی زائل ہوتی ہے اور یقین مستحکم ہوتا ہے	۱۴۵
(۱۰۱)	برکات طریقت کے لئے ضروری ہے کہ امور جدید پیدا نہ کیا جائے	۱۴۵
(۱۰۲)	وراثت انبیاء کی بصیرت	۱۴۶

Marfat.com

افروز تشریح
(۱۰۳) مجلس مولود اور خوابوں کے حوالے سے حقیقت افروز بحث ۱۴۶
(۱۰۴) اتباع صاحب شریعتؐ اور شیخ مقتدی سے محبت کے ثمرات ۱۴۶
(۱۰۵) جمہور علمائے حق کے فہمِ قرآن و سنت پر اعتقاد رکھنا، گمراہی سے بچنے کے لئے ضروری ہے ۱۵۱
(۱۰۶) قرب خداوندی کے مراحل کامل شیخ کی توجہ سے وابستہ ہیں ۱۵۱
(۱۰۷) اپنے اختیار کا شیخ کامل کے اختیار میں گم کرنا ۱۵۴
(۱۰۸) تقویٰ حرام چیزوں سے باز رہنے کا نام ہے ۱۵۵
(۱۰۹) مخصوص شاہی چراگاہ کے قریب بکریاں چرانے کے نتائج ۱۵۵
(۱۱۰) احکامِ شرع کی ادائیگی میں ۱۵۶
دشواری ظلماتِ نفسانیہ کی وجہ سے ہے
(۱۱۱) مرید کے لئے ضروری آداب ۱۵۷
(۱۱۲) جنت میں داخل والے "اعمال صالح" سے مراد ارکان خمسہ ہیں ۱۵۹
(۱۱۳) درستگیٔ نماز کے ضروری امور ۱۶۰
(۱۱۴) مبتدی و منتہی کی نماز ۱۶۱
(۱۱۵) حمد و شکر کی ادائیگی کی صورت ۱۶۳
(۱۱۶) روزانہ محاسبہ نفس ضروری ہے ۱۶۳

حصہ دوم

(دوسرے اور تیسرے دفتر سے ماخوذ)

(۱۱۷) قصداً سر کشی کے ساتھ خطبے میں خلفائے راشدین کا ذکر ترک کرنا ۱۶۵
(۱۱۸) نہی عن المنکر سے غفلت کے نتائج ۱۶۷
(۱۱۹) بدعت میں کوئی حسن نہیں اور وہ سنت کی ناسخ ہے
(۱۲۰) نماز ضایع کرنے والوں کی ۱۶۸

Marfat.com

	نوعیت اور ان کے لئے وعیدیں	
(۱۲۱)	بدعت اور جھوٹ کی اشاعت کے دور میں سنت کی نصرت کرنا، بڑی سعادت مندی ہے	۱۶۹
(۱۲۲)	بدعت کی ظلمتوں کو برداشت کرنا، دریائے ظلمت کو دعوت دینا ہے	۱۷۰
(۱۲۳)	صوفیائے وقت کو انصاف پر اترنا چاہیے	۱۷۱
(۱۲۴)	اس عالم رنگ وبو کی بہترین متاع رنج وغم ہے	۱۷۱
(۱۲۵)	ہزاروں ظلمتوں و کدورتوں کا علاج اتباع سنت اور شیخ سے محبت و اخلاص ہے	۱۷۲
(۱۲۶)	ظاہری پریشانی باطنی تکدر کا ذریعہ ہے۔ اس کا علاج محبوب کی الم دہی زیادہ محبت بخش ہے	۱۷۳
(۱۲۷)	درویشوں سے محبت رکھنے	۱۷۴
	والا بزم حق میں ان کے ساتھ ہے	
(۱۲۸)	اہل سنت کا مسلک اہلِ بیت کے ساتھ ساتھ صحابہ کی تعظیم وتوقیر ہے	۱۷۵
(۱۲۹)	کلمۂ طیبہ رحمتِ حق کے ننانوے خزانوں کی کنجی ہے	۱۷۵
(۱۳۰)	کلمۂ طیبہ کی برکات سارے عالم کو سیراب کرنے کے لئے کافی ہیں	۱۷۹
(۱۳۱)	صحبت کی ایک ساعت ریاضت کے بہت سی چلہ کشی سے بہتر ہے	۱۸۰
(۱۳۲)	عاشق کو محبوب کے فعل سے لذت یاب ہونا چاہیے	۱۸۱
(۱۳۳)	ذکر کا اس قدر غلبہ ہو کہ باطن میں غیر اللہ باقی نہ رہے	۱۸۱
(۱۳۴)	جب نفس کفر وانکار پر ڈٹا ہوا ہو تو ایمان واعمال صالحہ کی حقیقت کہاں؟	۱۸۲
(۱۳۵)	ولایت عامہ سے ولایت خاصہ کی منزلوں کو طے کرنا اعمالِ	۱۸۲

Marfat.com

	شریعت سے وابستہ ہے	
(۱۳۶)	گناہ ہو جانے کے بعد ذلت و خواری کا احساس نعمت الٰہی ہے	۱۸۳
(۱۳۷)	عبادت پر غرور اعمال صالحہ کو نیست و نابود کر دیتا ہے	۱۸۴
(۱۳۸)	قرآن مجید کے احکام کی نوعیت	۱۸۶
(۱۳۹)	"صاحب رائے" کہنے والے امام کی مجتہدانہ حیثیت اور اس کی عظمت	۱۸۶
(۱۴۰)	صوفیائے کرام فقہی مسائل میں عام مسلمانوں کی طرح مجتہدین کی تقلید کے پابند ہیں	۱۸۸
(۱۴۱)	اولیائے عارفین علوم و معارف کے خاص دائرے میں مجتہد ہیں	۱۸۹
(۱۴۲)	ذکر درود سے بہتر ہے، اس کے اسباب پر گفتگو	۱۹۰
(۱۴۳)	مبتدی کے لئے فرائض و واجب اور سنن کے بعد ذکر ہی سب کچھ ہے	۱۹۱
(۱۴۴)	کوئی کمال دعوت و تبلیغ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا	۱۹۲
(۱۴۵)	بندے کا لایعنی کاموں میں مشغول ہونا، اللہ سے اس کے اعراض کی علامت ہے	۱۹۲
(۱۴۶)	ضروریاتِ دین کا علم ہونا ضروری ہے	۱۹۳
(۱۴۷)	اکثر پیرانِ وقت اپنی خبر نہیں رکھتے، وہ خداوند کریم سے کیا خبردار ہوں گے	۱۹۵
(۱۴۸)	دل کے بدلتے ہوئے احوال سے پریشان نہ ہونا چاہئے	۱۹۶
(۱۴۹)	احوال باطن کی اہمیت ہے	۱۹۶
(۱۵۰)	توجہ، رجوع الی اللہ اور تقویٰ افعال کا خالق بھی اللہ ہے، لیکن شر کی نسبت اللہ کی طرف کرنا بے ادبی ہے	۱۹۶
(۱۵۱)	اسلام کی حقانیت کا اظہار اور کفر و باطن کی بیخ کنی کی کوشش ہونا ضروری ہے	۲۰۰
(۱۵۲)	اصلاحِ حکومت کی کوشش کرنا، بنی آدم کی اصلاح کی کاوش کے برابر ہے	۲۰۱

Marfat.com

(۱۵۳)	زمانہ فتن میں میری طرح عبادت کرنا میری طرف ہی ہجرت کرنا ہے (آنحضرت کا فرمان)	۲۰۱
(۱۵۴)	نماز میں ہونے والی خرابیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی اور اصلاح کی صورت	۲۰۲
(۱۵۵)	جو چیز مقصود ہوتی ہے، وہی معبود ہوتی ہے	۲۰۴
(۱۵۶)	کلمۂ طیبہ کی اتنی تکرار ہو کہ مقصودیت غیر کا نام و نشان نہ رہے	۲۰۵
(۱۵۷)	تکمیل ایمان کے لئے مقصودیت غیر کی مطلق نفی ضروری ہے	۲۰۵
(۱۵۸)	جفائے محبوب وفائے محبوب سے زیادہ لذت بخش ہے	۲۰۶
(۱۵۹)	تقویٰ دین کی اصل بنیاد ہے، پرہیزگاری خالص مخالفت نفس ہے، اس میں حظِ نفس نہیں	۲۰۷
(۱۶۰)	وصول کا مدار ذکر ہے، مرض کی موجودگی میں کھائی جانے والی غذا فاسد ومفسد ہے	۲۰۸
(۱۶۱)	ذکر نفی واثبات سے تمام مرادات نفس کو صحن سینہ سے باہر کردو	۲۰۹
(۱۶۲)	محبؒ، جس طرح محبوب کے انعام سے لذت یاب ہوتا ہے، اسی طرح اس کی الم دہی سے لذت یاب ہوتا ہے	۲۱۰
(۱۶۳)	دوستوں پر غضب کی ظاہری صورت دراصل عین رحمت ہے	۲۱۱
(۱۶۴)	مشرکین کی نجاست سے مراد ان کی جسمانی نجاست نہیں	۲۱۲
(۱۶۵)	اثبات معرفت حق کے لئے عقل کی حیثیت	
(۱۶۶)	فلاسفہ کے عقلِ فعال پر	۲۱۶

Marfat.com

	تنقید	۲۱۶
(۱۶۷)	فلاسفہ کی نادانی	۲۱۸
(۱۶۸)	فلاسفہ کے مجاہدے گمراہ کن ہیں	۲۱۹
(۱۶۹)	عقل اور علوم کے حوالے سے انبیاء کے علوم کی تکذیب اور اس پر تنقید	۲۲۰
(۱۷۰)	مبتدی کی ترقی ذکر سے وابستہ ہے، جبکہ منتہی کی تلاوت قرآن ادائے نماز بطور قرات سے	۲۲۲
(۱۷۱)	طبعی خواہشیں عبدیت کے منافی نہیں	۲۲۴
(۱۷۲)	مومن کے قلب میں اللہ کی طرف سے واعظ کا تقرر ہونا	۲۲۴
(۱۷۳)	نفس امارہ اطاعتِ شیطان چاہتا ہے	۲۲۵
(۱۷۴)	عالم ارواح- عالم مثال اور عالم اجساد کے بارے میں حقائق و	۲۲۶
	معارف	
(۱۷۵)	ایک خاتون کو نصیحتیں	۲۲۹
	قلب کو ستانا کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے	۲۳۰
(۱۷۶)	فتح و نصرت میں دعا کی حیثیت	۲۳۱
(۱۷۷)	تھوڑی سی جدوجہد سے ملک لدی کا حصول ہو سکتا ہے اور تھوڑی سی غفلت سے دولتِ جاودانی ہاتھ سے نکل سکتی ہے	۲۳۳
(۱۷۸)	دنیا کے پیچھے بھاگنے والی کی حالت زار پر اظہار رنج	۲۳۵
(۱۷۹)	مومن قوی، مومن ضعیف سے بہتر ہے، گوشہ نشینی ضعیفوں اور عورتوں کے لئے مناسب ہے	۲۳۶
(۱۸۰)	نفس امارہ شر محض ہے، اپنے اندر بوئے خیریت نہیں رکھتا	۲۳۶
(۱۸۱)	"مجاز حقیقت کا پل ہے" کی تفہیم وتشریح	۲۳۷

Marfat.com

(۱۸۲)	قلب کو حاصل ہونے والا یقین عالم مثال میں رویت اور دیدار کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے رویت اس دنیا میں ممکن نہیں	۲۴۰
(۱۸۳)	معرفت اور ایمان حقیقی کے درمیان فرق اور اس کی نوعیت	۲۴۲

Marfat.com

مقدمہ

حضرت قبلہ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں مدظلہ

میں بہت چھوٹا تھا جب میرے بڑے بھائی نے بتایا کہ سرہند شریف میں ایک بزرگ ایسے ہوئے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے نام، کام، عمر، صورت و شکل میں حضور نبی کریم ﷺ کی پیروی میں پیدا کیا تھا۔ چنانچہ میں ایک وقت سے آرزومند تھا کہ کبھی سرہند شریف میں حاضری دوں۔ لیکن موقع نہ مل سکا، ایک دفعہ میں جالندھر جارہا تھا۔ راستے میں سرہند شریف کا اسٹیشن ملا۔ پھر وہاں میری عجیب حالت ہوئی، جی چاہتا تھا کہ ڈبے میں سے چھلانگ لگا کر وہاں پہنچ جاؤں۔ پھر جب پاکستان بنا اور میں اپنی ملازمت چھوڑ کر بمبئی کے راستے کراچی آنے لگا تو بمبئی کی ایک مسجد میں نماز کے لیے گیا۔ وہاں دیوار پر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے کچھ اقوال چسپاں تھے۔ ایک قول یہ تھا: ”خدارا ازاں دوست دارم کہ رب محمد است (ﷺ)۔ یہ قول پڑھ کر میرے دل پر ایسا زور کا جھٹکا لگا کہ میں بے تاب ہوگیا۔ بڑی دیر دل کو تھامے رہا۔ ایسا لگتا تھا کہ دل کی حرکت کہیں بند نہ ہو جائے، اللہ کا کرم تھا۔ کراچی آنے پر حضرت مجدد قدس سرہ ہی کے سلسلے میں بیعت ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔

یہ حالات اور کیفیات میری ذات سے متعلق ہیں، لیکن بعض اوقات اہل علم حضرات کسی حقیر سی بات سے بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ:

(۱) حضور انور ﷺ کے دین کی تصدیق کرنے کے بعد تھوڑا سا عمل بھی عمل کثیر کے برابر ہے۔ وہ محبوبؐ ہیں تو ان کی پیروی کرنے والے بھی محبوبیت کے درجے تک پہنچ جاتے ہیں (۱۴۴/۱)

(۲) طریقت عین شریعت ہے اور شریعت، عین طریقت ہے۔ بال برابر بھی

Marfat.com

ان میں فرق نہیں۔ فرق صرف اجمال و تفصیل کا اور استدلال و کشف کا ہے (۱/ ۳۴)

(۳) سلوک سے مقصد یہ ہے کہ اجمالی معرفت، تفصیلی ہو جائے اور استدلالی معرفت، کشفی ہو جائے (۱/ ۸۱)

(۴) جب تک وہ موت ثابت نہ ہو، جو موتِ معروف سے پہلے ہے اور جسے اہل اللہ، فنا سے تعبیر کرتے ہیں، اللہ کی جناب میں پہنچنا محال ہے۔ اس دولت کو حاصل کرنے اور اس کی تکمیل کی خواہش ہو تو آنحضرت ﷺ کی تابع داری لازم پکڑو (۱/ ۲۱)

(۵) نفسانی خواہشوں کو دور کرنے میں کسی ایک حکم شرعی کا بجا لانا، ان ہزار سالہ ریاضتوں اور مجاہدوں سے بدرجہا بہتر ہے جو اپنی رائے سے کیے جائیں...... شریعت کے حکم پر عید کے دن کھانا کھانا، بطور خود کئی سال روزہ رکھنے سے بہتر ہے۔ ور تمام رات نماز نفل میں قیام کرنے سے نماز صبح کی دو رکعتوں کا باجماعت ادا کرنا بہتر ہے (۱/ ۵۲)

(۶) سنت کی تابعداری سے بزرگی وابستہ ہے اور شریعت کی بجا آوری پر اس بزرگی میں اضافہ منحصر ہے۔ مثلاً دوپہر کا سونا (قیلولہ) اگر سنت کی پیروی میں ہو تو ان کروڑوں شب بیداریوں سے افضل ہے، جو سنت کے موافق نہ ہوں (۱/ ۲۳)

(۷) جو چیز حق تعالیٰ سے پیچھے ہٹائے، وہی دنیا ہے (۱/ ۲۳)

(۸) توحید سے مراد یہ ہے کہ دل ماسویٰ کی توجہ سے خلاصی پائے (۱/ ۱۱)

(۹) ماسویٰ کے بھلا دینے سے دل کی سلامتی حاصل ہوتی ہے، جسے فنائے قلبی کہتے ہیں اور اس راہ (سلوک) میں یہ پہلا قدم ہے (۱/ ۱۱۶)

(۱۰) مبتدی کے لیے ولی صاحبِ کرامت کی کیا پہچان ہے؟ اگر وہ اسکی صحبت میں اپنے دل کو حق تعالیٰ کے ساتھ جمع پائے تو سمجھے کہ وہ ولی صاحبِ کرامت ہے۔ ورنہ نہیں (۱/ ۱۰۷)

یہ چند اقوال ہمارے فائدے کے لیے بہت ضروری ہیں۔ اقبال نے بڑے سادہ الفاظ میں کہا ہے کہ:

Marfat.com

دمِ عارف نسیم صبح دم ہے — اسی کے ریشہ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر — شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

میرے محترم فاضلِ گرامی محمد موسیٰ بھٹو مدظلہ انشاء اللہ ہم کو آسان طریقے سے سمجھادیں گے۔ انہوں نے مکتوبات کی یہ تلخیص جدید روشنی والوں کے استفادے کے لیے خاص طور پر اور اسلامی فکر کو نئے دور کے دانشوروں سے سمجھنے والے افراد کے لیے عام طور پر مرتب کی ہے، محمد موسیٰ بھٹو صاحب نے اپنے ابتدائیہ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے فکر کے بنیادی اجزاء کا خلاصہ بھی پیش کرنے کی کوشش کی ہے، جو اچھی کوشش ہے۔

Marfat.com

عرضِ حال

مرتب کی جانب سے

حضرت مجدد الف ثانی ایک ہزار سال کے لیے مجدد کی حیثیت کے حامل ہیں۔ ان کی فکر میں اس امر کی پوری قوت وصلاحیت موجود ہے کہ وہ اسلامی فکر کی تشکیلِ جدید میں ہماری بہتر اور مؤثر طور پر رہنمائی کر سکے اور قرآن وسنت کے متعین مقاصد اور اس کی حقیقی روح اور پیغام سے ہمیں آشنا کر سکے۔

آج جب ہم بہت زیادہ فکری انتشار کا شکار ہیں، ایک طرف جدیدیت کے رجحانات نے ہمارے معاشرے کی مسلمہ فکری اور علمی بنیادوں کو متزلزل کر دیا ہے تو دوسری طرف اسلام کی نئی تشریحات نے مقاصدِ اسلام اور اہدافِ اسلام میں تبدیلی پیدا کر دی ہے اور دنیا میں مسلمانوں کی کامیابی اور دین کے ظاہری غلبہ کو دین کے نصب العین کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ تیسری طرف ہمارے روایتی دینی اور مذہبی طبقات فکر و عمل کے اعتبار سے عجیب تذبذب کا شکار ہیں۔ ایمان، یقین، اخلاص، محبت، و معرفت اور سوزِ دروں کا بحران تو موجود ہی ہے، ساتھ ساتھ نئے دور کے قیامت خیز چیلینج کے فہم کا بھی غیر معمولی فقدان ہے، چنانچہ مذہبی طبقات کی طرف سے چھوٹے چھوٹے مسائل پر امت کی تقسیم در تقسیم کا عمل جاری ہے۔ اسلام، واہالیانِ اسلام کے لیے عہد حاضر کا چوتھا بڑا چیلینج مادی حسن اور دنیا کو سجا کر اس خوبصورت انداز سے پیش کرنا ہے کہ اس کی چاہتیں دنیاوی نصب العین سے بلند ہی نہ ہو سکیں۔

یہ وہ بڑے مسائل اور چیلینج ہیں، جو اس وقت امت کو درپیش ہیں۔ فکر اسلامی پر عمیق نگاہ رکھنے والے دل کی گہرائیوں سے اس بات کی شہادت دیں گے کہ ان جملہ مسائل سے عہدہ برآ ہونے، صحیح اسلامی فکر کی راہ پر گامزن ہونے اور مادیت کی رعنائی وخوبصورتی سے بچنے اور ایمان ویقین کی راہ پر استقامت سے گامزن ہونے اور

Marfat.com

اسلامی شریعت کی ترویج کے لیے عزیمت کی راہ اختیار کرنے کے سلسلے میں جو علمی، فکری و عملی رہنمائی حضرت مجدد الف ثانیؒ کی فکر میں موجود ہے، وہ بے مثال ہے اور اسلامی فکر میں اس طرح کا توازن جسمیں دین کے مقاصد کے تعین کے ساتھ ساتھ اس کے سارے اجزاء کو اس کی مطلوبہ اہمیت کے ساتھ پیش کیا گیا ہو، یہ مجدد ہی کی شان ہے، چونکہ قدرت کو حضرت شیخ احمد سرہندی کو صدیوں تک تجدید واحیائے دین کا کام کرنے والوں کے لیے علمی، فکری اور وجدانی رہنمائی کا ذریعہ بنانا تھا، اس لیے ان کی فکر میں وسعت، ہمہ جہتی، حکمت، معارف و حقائق اور بصیرت کے اتھاہ خزانے موجود ہیں۔ انہوں نے قرآن و سنت کی روح اور عطر کو جس خوش اسلوبی، حسن بیان اور فطری انداز اور مجددانہ شان سے پیش کیا ہے، اسے دیکھ کر دل عش عش کر اٹھتا ہے۔ بالخصوص وہ اسکالر اور تعلیم یافتہ افراد، جن کے لیے عہد حاضر کا فکر، فلسفہ اور اس کی مادیت ان کے ذہن اور روح کو مفلوج کر چکی ہے، ان کے لیے حضرت مجدد الف ثانی کی فکر میں وہ آہنگ اور پیغام موجود ہے کہ اس کے مطالعہ سے ان کی ساری تشکیک، فکری بے چینی، روحانی اضطراب اور وجدانی بے یقینی کی حالت ختم ہو سکتی ہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کی شخصیت کا امتیاز صرف یہی نہیں ہے کہ انہوں نے شریعت و طریقت کے درمیان پیدا شدہ فاصلوں کو ختم کیا اور وحدت الوجود کی ایسی تشریح جس سے توحید اور انسان کے اختیار اور اس کی جواب دہی کے احساس پر ضرب پڑتی تھی، اس کے مقابلہ میں وحدت الشہود کا نظریہ پوری قوت کے ساتھ پیش کیا، جو اسلامی شریعت سے مطابقت کا حامل ہے، اس سے بھی بڑھ کر ان کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ برصغیر ہند میں جب ریاست کی ساری توانائیاں اسلامی شریعت کی بیخ کنی میں صرف ہو رہی تھیں، اس وقت انہوں نے پوری قوت کے ساتھ ایسی اسلامی فکر پیش کی، جس میں اسلامی شریعت کی ترویج کے کام کو سب سے بڑی نیکی قرار دیا اور اپنے مریدین (جو ریاست کے ستون اور بادشاہ کے قریبی اراکین میں شامل تھے) ان پر یہ بات واضح فرمادی کہ نصرت دین میں کوتاہی سے کارخانہ اسلام میں خلل واقع ہوتا ہے اور

Marfat.com

مظلومیت کے دور میں اسلام کی نصرت عام حالات میں خیر کے کثیر کاموں سے بھی افضل ہے، نیز کمال محبت کی علامت مخالفانِ شریعت سے اظہار عداوت ہے۔ اسلام کے تحفظ، فروغ اسلام، قوانین اسلام کے اجراء اور حکومت کی اسلامی بنیادوں پر تشکیل جیسے مسائل میں ان کی فکر میں وہ سلامتی اور توازن پایا جاتا ہے کہ موجودہ دور (جو نظام زندگی کے حوالے سے بات سننے کا روادار ہے) اس کے لیے حضرت مجدد کے اس فکر میں تسکین کا سامان بھی پوری طرح موجود ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ آج کا ہمارا دور طوفان خیز بلکہ قیامت خیز دور ہے، اس دور میں جب قدریں مٹ رہی ہیں، لطیف احساسات فنا ہو رہے ہیں، ہر خوبصورت چیز سلامتیٔ دل کی سلبی کا ذریعہ بن رہی ہے، نفس کی چاہتوں نے دین کو فرقہ واریت، گروہیت اور آزاد ذہن کے ساتھ دین کی نئی نئی تاویلات و تشریحات پیش کرنے کا ماحول پیدا کر دیا ہے۔ جماعتیں اور دائراتی خول صحیح اور حقیقی بات سننے اور اسلام کے مقاصد کے لیے کام کرنے کی راہ میں رکاوٹ بن گئے ہیں، اس طرح کے حالات میں یقیناً ہمیں ایسے طاقتور فکرِ اسلامی کی ضرورت ہے، جو ہمارے لیے صحیح اسلامی فکر کی شاہراہ متعین کر سکے اور ذہنی اور وجدانی حجابات کی دوری کے ساتھ ساتھ ہمیں یقین، معرفت و محبت کی دولتِ لازوال بھی عطا کر سکے اور جو ہمارا رشتہ بزرگان دین، جمہور علماء اسلام اور سلف صالحین کے صراطِ مستقیم سے جوڑ سکے اور دور جدید کا ایسا مسلمان بنا سکے، جو سوچ و فکر کے اعتبار سے تو جدید ہو، لیکن وہ ظاہری اور معنوی اعتبار سے اپنے اسلاف سے مناسبت رکھتا ہو، میرے نزدیک اس اعتبار سے حضرت مجدد الف ثانی کی فکر ہماری بہت بہتر رہنمائی کر سکتی ہے۔ اس کتاب کی ترتیب میں یہی جذبہ شامل ہے کہ شاید اس سے ہمیں کچھ حاصل ہو سکے۔

یہاں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی کی فکر کے کچھ اہم اجزاء کی تشریح کریں اگرچہ تفصیل میں جانے کا موقع نہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی کی نظر میں عبدیت کی تعلیم دینا اور اس سلسلہ میں بندوں کی تربیت کرنا، یہ اللہ کا مقصد وحید ہے، جس کی تکمیل کا انتظام وہ انبیاء اور شریعتوں

Marfat.com

کے ذریعہ فرماتے رہے ہیں۔ اسلامی شریعت میں سارے انبیاء کی تعلیمات کا جوہر اور ملائکوں کے اعمال کی عطر شامل ہے۔ اسلامی شریعت کے سارے احکام و قوانین اور اس کی ساری تعلیمات عبدیت کے اسرار و رموز سکھانے اور بندوں کو سعادت دارین کے حصول کے لائق بنانے کے لیے ہیں۔ شریعت، طریقت اور حقیقت کا مقصد یہی ہے کہ بندوں اور خدا کے درمیان موجود سارے حجابات دور ہوں اور نسبت مع اللہ مستحکم ہو، بندہ جب خدا کا عبد ہے تو عبدیت کے لیے جو چیز شایانِ شان ہے، وہ خالق کے سامنے اس کا تذلل اور آخری حد تک عاجزی اور اپنے آپ کو مٹانا، گرانا اور فنا کرنا ہے۔ اس فنائیت سے ہی وہ خلافت کا استحقاق حاصل کرتا ہے اور اس سے بندوں کے اندر وہ جوہری صلاحیتیں پیدا ہو جاتی ہیں کہ وہ کائنات کی ساری چیزوں سے افضلیت کا مقام حاصل کرلیتا ہے اور خدا سے اقرب ہو جاتا ہے۔ انسان کی ساری سعادتیں عبدیت کے اس مقام سے وابستہ ہیں۔ انسان جب اسلامی شریعت (بمع طریقت و حقیقت) کے ذریعہ عبدیت کے مقامات طے کرتا ہے تو وہ قدرت کی طرف سے بیش بہا انعامات کا مستحق ہو جاتا ہے۔ سب سے بڑا انعام یہ ہوتا ہے کہ وہ خوف، حزن، رنج، مسائل کی شدت و سنگینی کے احساس سے نجات حاصل کرلیتا ہے اور اسے "حیاۃ طیبہ" حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ عبدیت کے مقامات کا لازمی نتیجہ ہے، جو شریعت و طریقت پر گامزن ہونے کے نتیجہ میں حاصل ہوتا ہے، یہ ایسا بڑا انعام ہے، جس پر ہزار ہا دنیائیں قربان کی جاسکتی ہیں۔

چونکہ اسلامی شریعت کے احکام و قوانین سے عبدیت کے مقامات وابستہ ہیں اور اللہ کی وسیع تر حکمتیں پوشیدہ ہیں، اس لیے اسلامی شریعت کے احکام و قوانین کے اجراء کے لیے کاوشیں ہونا بھی عبدیت کے مقاصد کی تکمیل کے لیے از حد ضروری ہے، اس لیے جو افراد شریعت اسلامی کے احکام و قوانین کے اجراء سے دلچسپی نہیں رکھتے یا اس کی استطاعت کے باوجود اس کے لیے اپنا کردار ادا نہیں کرتے، وہ دراصل عبدیت کے کامل تقاضوں سے آشنا نہیں۔

حضرت مجددؒ دعوت کے کام کو پیغمبرانہ کام سمجھتے ہیں، اس لیے اس کام کو وہ

Marfat.com

غیر معمولی اہمیت دیتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ دعوت کے ذریعہ بندوں کو ان کے مولیٰ سے ملایا جاتا ہے اور مولیٰ کو ان کے بندوں سے۔ اس لیے اس کام کی اہمیت مسلمہ ہے۔ لیکن عبدیت کے ابتدائی مقام یعنی نفس امارہ کے غلبہ اور تسلط کی حالت میں دعوت کے کام کو ہاتھ میں لینا مفاسد سے خالی نہیں، اس لیے کہ جب نفس کی امارگی غالب ہوتی ہے تو فرد پر عملاً شیطانی اور حیوانی قوتوں کا غلبہ ہوتا ہے اور ظاہری علم کے باوجود باطنی طور پر وہ تاریکی کی قوتوں کے زیر اثر ہوتا ہے۔ اس حالت میں وہ نفس اور شیطان کے فریب اور دنیا، سامانِ دنیا اور مادی حسن کے زیب و زینت سے مسحور ہوتا ہے اور کبھی غلبہ حق اور کبھی غلبہ شیطان اور غلبہ نفس کے مرحلہ میں ہوتا ہے، ایسی حالت میں دعوت کا کام یعنی بندوں کو اللہ سے جوڑنے کا کام اس کی استطاعت اور قوت سے باہر ہے، دینی دعوت کے نام سے معاشرے میں فرقہ واریت، تصادم و ٹکراؤ، ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کاوشیں اور اپنے آپ کو نمایاں کرنے اور اپنے تصورِ اسلام کے علاوہ دوسروں کے تصور اسلام کی تردید و تکذیب کی بیشتر کوششیں دراصل عبدیت کے اسرار و رموز سیکھے بغیر اور نفس کی امارگی کو زائل کیے بغیر دعوت کا کام ہاتھ میں لینے کا نتیجہ ہوتا ہے۔ پیغمبروں کی تربیت کرنا اور انہیں عبدیت کے بلند مقامات پر فائز کرنا، اس کے لیے اللہ کی اپنی خاص سنت و قانون ہے، لیکن باقی انسانوں کی تربیت اور انہیں نفس کی امارگی سے نجات دلانا اور عبدیت کے اسرار و رموز سے آشنا کرنا، اس کے لیے صحبت کا قانون ہے، جو انسانوں کی دنیا میں جاری و ساری ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی نفس کے بارے میں فرماتے ہیں: نفس امارہ ہر وقت خباثت، شرارت، انکار اور سرکشی پر ڈٹا رہتا ہے۔ وہ دعویٰ الوہیت سے کم پر راضی ہونے کے لیے تیار نہیں، وہ اپنے علاوہ کسی کی حاکمیت کو برداشت کرنے کے لیے آمادہ نہیں، اس کی ساری کاوش یہ ہے کہ اپنے ہمسروں بلکہ سارے لوگوں پر اس کی برتری قائم ہو، نفس اپنی شرارت میں شیطان سے بھی زیادہ شریر ہے۔ وہ لوگوں پر اپنی خداوندی کو قائم رکھنے کے لیے مکر و فریب کی ہزاروں تدابیر سوچتا رہتا ہے، جب تک فرد پر نفس کی امارگی کا تسلط قائم ہے، اس وقت تک قلب میں تاریکی چھائی رہے گی اور

Marfat.com

ظلماتِ نفس کی وجہ سے شریعت اور اس کے احکام و تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں دشواری اور تنگی محسوس ہوگی۔ فنائیت سے پہلے مبتدی کا نفس شرارت میں شیطان سے زیادہ اشر ہوتا ہے، نفس کی شرارتوں سے مکمل آزادی فنائے کلی کے بعد ہی حاصل ہوسکتی ہے، نفس کی امارگی کے علاج سے پہلے نوافل کی کثرت وغیرہ سے نفس کی سرکشی (تکبر و غرور) میں اضافہ کا خطرہ ہی دامن گیر رہتا ہے، اس کی مثال پیٹ کے اس مریض کی سی ہے، جو پیٹ کے علاج اور اس کی درستگی سے پہلے مرغن غذائیں استعمال کرتا ہے، مرغن غذائیں ویسے تو جسم کی قوت کا سبب ہیں، لیکن مرض کی حالت میں ان کے استعمال سے صحت خراب ہی ہوگی۔ وہ افراد جن کا نفس امارہ طاقتور ہے اور جو صاحبِ دولت ہیں اور عہدوں پر فائز ہیں، ان کی صحبت افراد کے دین و ایمان کو غارت کرنے کا ذریعہ ہے، ان سے اس طرح بھاگنا چاہیئے، جس طرح شیر سے بھاگتے ہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ، اس لیے کہ شیر کے حملہ سے دنیوی زندگی کا خاتمہ ہوسکتا ہے، جو آخرت کے لیے مفید ہے، جب کہ دولت مندوں کی صحبت ہلاکت ابدی اور دائمی خسارہ کا موجب ہے، ان کی صحبت کا سب سے خراب پہلو یہ ہے کہ دنیا کی محبت دل کی گہرائیوں میں داخل ہونے لگتی ہے اور نیکی سے طبیعت میں وحشت پیدا ہونے لگتی ہے اور دل میں وعظ و نصیحت کی باتوں سے اعراض پیدا ہو جاتا ہے۔

ایک اور بات جس پر حضرت مجدد زیادہ زور دیتے ہیں، وہ جمہور علمائے اہل حق کے فہمِ قرآن و سنت پر اعتماد رکھنا ہے، قرآن و سنت کی ایسی تشریح، جو جمہور علمائے سلف سے متصادم ہو، اس کا کوئی اعتبار نہیں، وہ گمراہ کن ہے، فرماتے ہیں ہر بدعتی اور گمراہ اپنے اعتقادات کا پیشوا کتاب و سنت ہی کو جانتا ہے، مگر اپنی نقص فہم کے مطابق کتاب و سنت سے مختلف معنیٰ و مفہوم سمجھ لیتا ہے۔ چوں کہ علمائے حق نے قرآن و سنت کے ان معانی کو صحابہ کرام اور سلف صالحین کے اقوال کی تلاش و جستجو کر کے لیا ہے اور ان ستاروں کے (صحابہ کرام) کے انوار سے استفادہ کیا ہے، لہٰذا نجات اخروی اور فلاح سرمدی ان علمائے حق کو نصیب ہوئی۔ جو شخص رائی کے دانے کے برابر بھی علمائے اہل سنت اور اسلاف کی صراط مستقیم سے جدا ہے، اس کی صحبت سم قاتل ہے اور

Marfat.com

سانپ کے زہر کے مثل ہے"۔

بظاہر اس معاملہ میں حضرت مجدد کی سختی بے جا لگتی ہے، لیکن بغور دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ امت میں پیدا شدہ بیشتر تفریق کا بنیادی سبب، جمہور علمائے حق سے جدا فکر اختیار کرنا ہے۔ چوں کہ علمی زعم، تزکیہ نفس کا فقدان، تکبر کا مالیخولیا، حب جاہ و حب مال یا وقت کے حالات و افکار اور ماحول سے اثر پذیری عالموں اور دانشوروں کو اسلاف کے فکرِ اسلامی سے دور کر دیتی ہے اور نئے حالات میں نئے فکرِ اسلامی کی پیش کش پر اکساتی ہے۔ غیر معمولی علمی، تحریری اور تقریری صلاحیتوں کی وجہ سے ان کی فکر مقبول ہونے لگتی ہے، چنانچہ امت میں گروہ بندی جنم لینے لگتی ہے اور مختلف دبستان فکر کے افراد اپنے اپنے فکر اسلامی پر ضد کی وجہ سے ایک دوسرے سے دست و گریبان رہنے لگتے ہیں۔ یا کم از کم ایک دوسرے کی تردید میں توانائیاں صرف کرنے لگتے ہیں۔ اگر بنیادی معاملات میں اسلاف کی حکمت عملی کے موضوع پر اختلاف قائم رہے تو یہ فطری اختلاف ہے، جو امت کے لیے مفید ہے، لیکن بد قسمتی سے ایسا نہیں ہوتا، مقاصد کے تعین جیسے بنیادی معاملات میں جمہور علمائے حق کی فکر سے اختلاف کرتے ہوئے نئی فکرِ اسلامی پیش کی جاتی ہے، اگرچہ اس فکر میں افادیت کے پہلو بھی موجود ہوتے ہیں اور وہ دیکھنے میں قرآن و سنت کے حوالوں سے بھی مزین ہوتی ہے۔ بظاہر وہ فکرِ اسلامی صحیح بھی نظر آتی ہے، لیکن اسلاف کے فہم اسلام سے متصادم ہونے کی وجہ سے صحیح اسلامی حلقوں میں اسے قبولیت کا شرف حاصل نہیں ہوتا، چنانچہ امت میں تفریق کا عمل طاقتور ہونے لگتا ہے۔

اس سلسلہ میں ہم موجودہ دور کے کچھ اہل علم کی مثالیں دے کر اپنی بات واضح کریں گے۔ ایک صاحب نے "مولوی کا مذہب" اور تذکرہ وغیرہ کے نام سے کتابیں لکھیں اور جماعت بھی بنائی، ان کے فکرِ اسلامی کا حاصل یہ ہے کہ دنیا میں جس طرح مغربی قومیں شان و شوکت کی حامل ہیں اسی طرح دنیا میں مسلمانوں کا غلبہ اور شان و شوکت ہی اسلامی تعلیمات کا مقصد ہے، جب تک مسلمانوں کے غلبہ کے لیے کام نہ ہوگا اور اس کی تیاری نہ ہوگی اور مسلمانوں کو مجاہد اور سپاہی بنا کر اس کے لیے تیار نہ کیا

Marfat.com

جائے گا، اس وقت تک دین کے مقاصد کی تکمیل نہ ہو سکے گی اور عبادتوں اور دوسری ساری اسلامی تعلیمات پر عمل لاحاصل ہوگا، اس فکر کو انہوں نے دین کے نصب العین کی حیثیت سے پیش کیا، تزکیہ نفس، آخرت میں جوابدہی کے احساس اور دین کے دوسرے فرائض کو انہوں نے ثانوی اہمیت دی۔

اسی طرح ایک دوسرے صاحب نے کمیونزم کی فکر سے متاثر ہو کر فکر پیش کی کہ دین کا مقصد سرمایہ داروں اور مالداروں کے غلبہ کو توڑنا اور معاشی مساوات پر مشتمل اسلامی تعلیمات کا نفاذ ہے، ساری اسلامی تعلیمات کا محور اس طرح کے سیاسی نظام کی تشکیل ہی ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے موصوف نے شاگرد تیار کیے، جماعت بنائی، ان کے ذریعہ سے اپنی فکر کو پھیلایا، قرآن کی ساری تشریح اسی مرکزی نکتے کے گرد کرنے کی کوشش کی۔ ان کی فکر میں وحدت انسانیت، وحدت ادیان، مساوات، انسانی حقوق اور انقلابی جدوجہد کے مرکزی نکات شامل ہیں۔

اس طرح کی کاوشوں کے نتیجہ میں امت کے ذہین افراد میں فکری طور پر جو تقسیم ہوتی ہے، اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ یہ سب صرف اس بات کا نتیجہ ہے کہ اہل علم اور دانشور اپنے فہم پر غیر معمولی اعتماد کرتے ہوئے امت کے لاکھوں علمائے ربانی کے فکرِ اسلامی و فہمِ اسلامی پر عدم اعتماد کی راہ اختیار کرتے ہیں اور دین کے فہم اور اس کے مقاصد کے تعین کے لیے جمہور علمائے حق کے اجماع سے اختلاف کے بعد اس طرح کی صورتحال سے بچنا ناممکن ہے، اس سلسلہ میں حضرت مجدد الف ثانی کی بحث نہایت قیمتی ہے، انہوں نے فکر انگیز نکات پیش کیے ہیں۔

دل تو چاہتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی کے پیش کردہ معارف و حقائق اور اہم نکات کی تشریح پیش کی جائے، تاکہ نئے ذہن کے افراد کے لیے ان کی فکر کی تفہیم آسان ہو جائے۔ لیکن یہ تفصیل بجائے خود جداگانہ کتاب کی متحمل ہے۔

البتہ یہاں ایک اہم نکتے کی تشریح ضروری ہے، حضرت مجدد الف ثانی کے کام اور فکر کے حوالے سے جدید ذہن میں ایک الجھن یہ پیدا ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنے زمانے میں جو فکری اور عملی انقلاب برپا کیا اور ریاست کا رخ لادینیت اور شدید اسلام

Marfat.com

دشمنی سے اسلامیت کی طرف موڑا اور برصغیر میں اسلام کے تسلسل کو قائم و برقرار رکھنے کی عہد ساز جدوجہد کی، کیا ان کی یہ ساری جدوجہد تصوف کے زیراثر ہوئی، اگر تصوف کے زیر اثر ہوئی تو سوال یہ ہے کہ کیا تصوف میں اتنی قوت موجود ہے کہ وہ احیائے اسلام اور غلبہ دین کی جدوجہد کے لیے افراد پیدا کر سکے اور اسلام اور ملت اسلامیہ کو درپیش خطرے کے مقابلہ کے لیے ذہنی فضا تیار کر سکے، چونکہ موجودہ دور میں ملت اسلامیہ، عالمی سطح پر لادینیت کے حوالے سے، اسلام کو درپیش چیلینج کے اعتبار سے بالکل اسی طرح کے حالات سے دوچار ہے، جس طرح کے حالات حضرت مجدد الف ثانی کے دور میں تھے اور ملت اسلامیہ کو ان حالات سے نکالنے کے لیے درد اور فکر مندی بھی پائی جاتی ہے، اس لیے حضرت مجدد کی شخصیت، کام اور فکر کے حوالے سے اس الجھن اور سوال کا مختصر جواب دینا ضروری ہے۔

حضرت مجدد کے کام کے تجزیے اور ان کے مکتوبات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فکر و فلسفہ کی دنیا سے نہ صرف آشنا تھے، بلکہ ان علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے، اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے دور کے سیاسی حالات اور حکومت و ریاست کے معاملات میں بنیادی کردار ادا کرنے والے افراد اور ان کے طریق کار (دوسرے لفظوں میں سیاسی سرگرمیوں اور اندازِ سیاست) سے بھی پوری طرح واقف تھے، لیکن حالات کو تبدیل کرنے کے لیے انہوں نے جو طریقِ کار اور حکمت عملی اختیار کی اس میں انہوں نے اپنی روحانیت اور یقینِ کامل کی قوت کو استعمال کیا، روحانیت، تصوف اور یقین کی قوت کی بدولت ان کے تربیت یافتہ افراد جو حکومتِ وقت کے لیے ستون کی حیثیت رکھتے تھے انہوں نے اس مسئلہ کو اپنے دین و ایمان کا حصہ سمجھ لیا تھا اور اس کے لیے انہوں نے پوری لگن اور جذبہ سے کام کیا اور حکومت کے رخ کو تبدیل کرنے میں کامیابی حاصل کرلی، مکتوبات مجددی میں سب سے مؤثر خطوط شیخ فرید بخاری، خان خاناں، خان اعظم وغیرہ کے نام ہیں، یہ وہ افراد ہیں جو حکومتِ وقت میں نمایاں حیثیت کے حامل تھے اور یہ حضرت مجدد الف ثانی کے خاص مریدوں میں بھی شامل تھے اور ان کی یقین کی کیفیت کو مستحکم کرنے اور انہیں نفس امارہ سے نفس مطمئنہ کے

Marfat.com

مراحل طے کرانے میں حضرت مجدد الف ثانی نے اپنی غیر معمولی روحانی قوت سے کام لیا تھا، ان شخصیتوں کے زندگی کے حالات کے مطالعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ اور سیرت و کردار کی بلندی کے اعتبار سے بھی یہ اس مقام پر فائز تھے، جہاں نفس مطمئنہ کے حاصل افراد فائز ہوتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی نے سیاست یا فوجی تبدیلی کا راستہ اختیار نہیں کیا، حالانکہ انقلاب کے لیے وہ یہ دونوں راستے اختیار کر سکتے تھے، ان کے پاس اتنی افرادی قوت اور کارکنوں کی تعداد موجود تھی اور مختلف اہم شعبوں میں نمایاں حیثیتوں پر متعین ان کے معتقدین موجود تھے، بلکہ تاریخ میں یہ واقعہ بھی آتا ہے کہ ان کے مرید جرنیل مہابت خان نے جب حضرت مجدد الف ثانی کی گرفتاری کا واقعہ سنا تو وہ چراغ پا ہوئے اور انہوں نے جہانگیر سے مقابلہ کے لیے فوج کشی کی، ان کی فوج کا دریائے جہلم کے کنارے جہانگیر بادشاہ کی فوج سے مقابلہ ہوا، جس میں جہانگیر کو شکست ہوئی اور وہ گرفتار کئے گئے، جب حضرت مجدد الف ثانی کو جیل میں مہابت خاں کی فوج کشی کا علم ہوا تو انہوں نے مہابت خاں کو لکھا کہ جنگ فوراً بند کر دی جائے اور مہابت خان بادشاہ کے سامنے ہتھیار ڈال دیں، چنانچہ اس خط کے بعد انہوں بادشاہ سلامت کو رہا کیا۔

یہ سوال فی الواقع اہم ہے کہ حضرت مجدد نے ریاستی تبدیلی کے لئے سیاسی، انقلابی یا فوجی تبدیلی کی بجائے دعوتی، روحانی اور فکری انقلاب کا طریق کار کیوں اختیار کیا۔

یہاں اس سوال پر تفصیلی گفتگو کی گنجائش تو نہیں، مختصراً اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ مجدد معاشرے میں جو تبدیلی لاتا ہے، وہ جہاں فکری، شعوری اور نظریاتی ہوتی ہے، وہاں اس سے بھی زیادہ اس تبدیلی کا ہدف وجدان اور نفس کی اندرونی دنیا ہوتی ہے، جب شعور کے ساتھ اندر کی دنیا بدل جاتی ہے اور اپنے نفسی اغراض و مقاصد فنا ہو جاتے ہیں اور اللہ کی رضا مقصود ہو جاتی ہے تو پھر معاشرے اور ریاست کی زیرین سطح اور گہری سطح پر اس طرح تبدیلی آنے لگتی ہے کہ ظاہر بین افراد کے لیے اس کا اندازہ لگانا ہی مشکل ہے۔ حضرت مجدد نے دراصل اپنی غیر معمولی یقین کی قوت کی بدولت

Marfat.com

دلوں میں یقین کی شمع جلائی اور اپنی غیر معمولی روحانی قوت سے کام لے کر معاشرے کے موثر افراد کے دلوں اور نفسوں کی اصلاح کا فریضہ سر انجام دیا اور بندوں کا اللہ سے اخلاص اور نسبت مع اللہ کا ایسا تعلق پیدا کیا کہ اللہ کی رضامندی اور اس کے احکام و قوانین کے اجراء ونفاذ کے لیے کام کرنا نیکی کا عظیم ترین کام تصور کیا گیا۔

موجودہ حالات میں بھی حضرت مجدد کا یہی طریق ہمارے لیے راہ عمل کی حیثیت رکھتا ہے۔ سیاسی جدوجہد یا اقتدار کی تبدیلی جیسی کاوشوں سے اسلام کی سربلندی کی امید رکھنا صحیح نہیں، ضرورت ہے کہ ایسے مخلص داعیوں اور اسلامی ورکروں کی ٹیمیں پیدا ہوں، جو جدید دور کے حالات و مسائل اور چیلنج کے شعور کے ساتھ ساتھ یقین کی قوت، اخلاص کی دولت اور نسبت مع اللہ کے گوہر سے بہرہ ور ہوں، اس طرح کے افراد کی جدوجہد اور ان کا خونِ جگر اور ان کی آہنگ، حکومت واسمبلی کے ایوانوں، فوجی صفوں، اور انتظامیہ کے شعبوں میں اس طرح محسوس کی جائے گی کہ مؤثر افراد از خود تبدیلی کے لیے فضا ہموار کرنا شروع کر دیں گے اور سیاسی جدوجہد میں کلی توانائیاں صرف کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوگی۔ تعلیم وتربیت کے اسلامی اداروں کے ذریعہ سیاست، فوج اور انتظامیہ میں شامل دردمند افراد جو کام باحسن طریق سر انجام دے سکتے ہیں، وسائل، طاقت اور عوام کی حمایت سے محروم دینی جماعتیں سیاست کے ذریعہ اس کا عشر و عشیر بھی سر انجام نہیں دے سکتیں اس لئے دینی جماعتوں کے لئے بہتر لائحہ عمل یہی ہے کہ وہ معاشرہ میں بنیادی تبدیلی کے لئے اپنی جملہ توانائیاں صرف کریں۔ حضرت مجدد الف ثانی اور بزرگوں کی دعوتی حکمت عملی یہی رہی ہے، موجودہ دور میں جمہوریت ایک فریب ہے، جو مغرب کے عیارانہ ذہن کی پیداوار ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات کی یہ تلخیص اس جذبے اور یقین کے ساتھ پیش کی جارہی ہے کہ انشاء اللہ اسلام کے لیے سیاسی وسماجی میدان میں کام کرنے والے افراد اور حلقے اس سے استفادہ کی صورت نکالیں گے۔

یہاں آخر میں مصلح، مفکر اور مجدد کے کام کی نوعیت کا ذکر بھی بے جانہ ہوگا۔

Marfat.com

مصلح ہر قسم کے حالات میں دعوت الی الخیر کا کام کرتا ہے اور لوگوں کی دین و دنیا کی بھلائی اور ان کی زندگیوں کا رخ تبدیل کرنے کے لیے اپنی زندگی صرف کرتا ہے، وہ اخلاص ویقین کی قوت کے ساتھ یہ کام کرتا ہے، اس کے پیش نظر اللہ کی رضا کے سوا اور کوئی جذبہ نہیں ہوتا، مصلح عام طور پر نامساعد حالات کی وجہ سے پوری زندگی دعوت رجوع اللہ میں صرف کرتا ہے، اسے بظاہر زیادہ کامیابی حاصل نہیں ہوتی، مادیت کی دلدل میں گرفتاری کی وجہ سے لوگ عام طور پر اس کی زندگی کے رنگ، اس کے آہنگ اور جذبے سے متاثر کم ہی ہوتے ہیں اور اپنی ذات کو صبغۃ اللہ میں رنگنے کے لیے کم ہی تیار ہوتے ہیں، لیکن ان نامساعد حالات سے متاثر ہو کر مصلح کے دعوتی جذبے اور جدوجہد میں کوتاہی واقع نہیں ہوتی۔

مفکر دراصل مصلح ہی کی ایک قسم ہے، اس کا دائرہ فکر کی تبدیلی ہوتا ہے۔ دور جدید میں چوں کہ فکر کی وسعت کی وجہ سے فکری گمراہیاں ازحد بڑھ گئی ہیں، اس لیے فکری محاذ پر اسلام کو درپیش چیلنج کا مقابلہ کر کے اسلام پر اعتماد بحال کرنے والوں کو مفکر ہی کہا جاتا ہے، مفکر کا کام مصلح سے کسی طور کم نہیں ہوتا، بلکہ بعض اعتبار سے زیادہ اہم ہوتا ہے کہ وہ تشکیک کے شکار افراد کو دلائل کے ذریعہ دائرہ اسلام میں لانے کا ذریعہ ہوتا ہے۔

مجدد کا کام ہمہ گیر ہوتا ہے۔ وہ اپنی فکری اور علمی بلند پرواز، ایمان و یقین کی غیر معمولی قوت اور خداداد حکمت عملی کی بدولت وقت کے سیلاب کو روکنے اور حالت کے بہاؤ اور رخ کو تبدیل کرنے اور اسلام کے لیے اجتماعی فضا پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس طرح اسلام کے تسلسل کو قائم و برقرار رکھنے میں وہ فیصلہ کن کردار ادا کرتا ہے۔ مجدد کے یقین کی قوت اتنی کامل ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے اس کے شعور کی سطح بھی بلند ہو جاتی ہے، اس کی نظر میں اتنی تاثیر ہوتی ہے کہ اس کے دیکھنے، اس کی صحبت اختیار کرنے اور اس کی باتیں سننے سے دلوں میں انقلاب برپا ہونے لگتا ہے اور زندگی نئے انقلاب سے آشنا ہونے لگتی ہے۔ مجدد کی نظر اور بات میں یہ تاثیر اس کی غیر معمولی ایمانی اور روحانی قوت کی بدولت ہوتی ہے، جو قدرت کی طرف سے اس میں

Marfat.com

خاص طور پر پیدا کی جاتی ہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی نہ صرف مجدد ہیں، بلکہ وہ مجدد الف ثانی ہیں، اس لیے ان کی فکر کی بلندی کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ اگر ان کے فکر کی یہ اہمیت شعور میں تازہ رہے تو نئے دور کے افراد کے لیے ان کے فکر سے استفادے کی انشاء اللہ بہتر صورت پیدا ہوگی۔

زیرِ نظر مکتوبات کے خلاصہ کے بارے میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ یہ خلاصہ حضرت مولانا نسیم احمد فریدی امروہی کے ترجمہ و تلخیص پر مشتمل ہے، جو پہلے پہل ماہانہ ''الفرقان'' لکھنو میں برسوں تک مضامین کی صورت میں شائع ہوا۔ بعد میں مکتبہ ''الفرقان'' لکھنو سے ''تجلیات ربانی'' کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوا۔

یہ عاجز مرشدی حضرت قبلہ ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں صاحب مدظلہ کا ازحد ممنون ہے کہ انہوں نے کمزوریٔ صحت کے باوجود کتاب کے لیے مقدمہ لکھ کر دیا۔ یہ عاجز اس بات کے اظہار میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا کہ حجابوں کو دور کر کے ذہن کو قلب کی روشنی پہنچانے اور تحریر میں بے ساختگی پیدا کرنے اور اہم موضوعات پر لکھنے کی استعداد پیدا کرنے میں حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب کی صحبت اور محبت کو عمل دخل حاصل ہے، ان کی اس دریادلی اور محبت پر یہ عاجز ان کے احسانات کی ادائیگیٔ شکر سے قاصر ہے۔

محمد موسیٰ بھٹو

حیدرآباد ۸ نومبر ۱۹۹۹ء

Marfat.com

مکتوبات کی تلخیص

ظہورِ کمالات کی استعداد رکھنے والے بھائی! اللہ تعالیٰ تمہاری استعداد کو قوۃ سے فعل میں لائے۔ سنو۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ افسوس اس پر ہے جو یہاں زراعت نہ کرے۔ زمینِ استعداد کو معطل اور تخمِ اعمال کو ضائع کردے۔ یہ بھی جاننے کی ضرورت ہے کہ زمین کو بیکار اور ضائع کردینا دو طریقے پر ہوتا ہے۔

(۱) یا تو اس میں کچھ بویا ہی نہ جائے۔ (۲) یا اس میں خراب بیج ڈالے۔

امر دوئم، مضرت و فساد کے لحاظ سے امرِ اوّل کے مقابلے میں زیادہ شدید ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ بیج کی خرابی اور اس کا فساد یہ ہے کہ کسی ناقص پیر سے طریقہ اخذ کر کے اس کے مسلک پر گامزن ہو اس لئے کہ ناقصِ پیر اپنی خواہشاتِ نفسانی کا پیرو ہوتا ہے اور وہ بات جو خواہشِ نفسانی سے آمیختہ ہوتی ہے کچھ اثر نہیں کرتی، اور اگر اثر کرے گی تو خواہشات کے لیے ہی معین و مددگار ہوگی، پس ظلمت پر ظلمت بڑھے گی۔ نیز ناقص کو یہ تمیز بھی نہیں ہوتی کہ کون سا راستہ اللہ تک پہونچاتا ہے اور کون سا نہیں؟ اس لیے کہ وہ خود واصل نہیں ہے اور اسی طرح وہ طلبہ کی مختلف استعدادوں کی بھی تمیز نہیں رکھتا، اس کو "طریقۂ جذبہ" اور "طریقِ سلوک" میں بھی امتیاز نہیں ہوتا۔ بسا اوقات ایک طالب علم کی استعداد ابتداءً طریقِ جذبہ کے مناسب اور طریقِ سلوک کے غیر مناسب ہوتی ہے اور وہ ناقصِ رہنما اس کو (اس کی استعداد کے برخلاف) طریقِ سلوک پر گامزن کرتا ہے، لہذا اس کو بھی اپنا جیسا گمراہ کردیتا ہے۔ شیخ کامل و مکمل جب کسی ایسے (گم کردہ منزل) طالب کی تربیت کرتا ہے تو اوّلاً اس کو اس امر

Marfat.com

کی احتیاج ہوتی ہے کہ وہ پیرِ ناقص کے غلط اثراتِ کو زائل کرے اور اس کے سبب جو فساد لاحق ہوا ہے اس کی اصلاح کردے۔ پھر وہ تخمِ صالح جو اس طالب کی استعداد کے موافق ہو اس کی استعداد کی زمین میں ڈالے اس سے پیداوار اچھی ہوگی۔ صحبتِ شیخ کامل کبریت احمر کا حکم رکھتی ہے، اس کی نظر دَوا، اور اس کا کلمہ شفاء ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں جادۂ شریعتِ مصطفویہؐ پر ثابت قدم رکھے، کیونکہ یہی امر مدارِ نجات اور ذریعۂ سعادت ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:------

محمدّ عربیؐ کا بروئے ہر دوسرا ست

غلط تخلص سے اجتناب ضروری ہے

اس حامل رقعہ نے یہ بھی بیان کیا کہ تمہارے حاضر باش شعراء میں سے ایک شاعر صاحب کفری تلخیص فرماتے ہیں، حالانکہ وہ صاحب (نسباً) ساداتِ عظام میں سے ہیں۔ خدا جانے ان شاعر صاحب کو اس غلط قسم کے تخلص پر کس چیز نے آمادہ کیا۔ مسلم کو چاہیئے کہ وہ اس قسم کے ناموں سے جتنا شیر خون خوار سے بھاگتا ہے اس سے بھی زیادہ بھاگے اور پوری پوری کراہت کرے، اس لیے کہ یہ اسم (کفر) اور اس کا مسمی دونوں اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلواۃ والسلام اور تمام سچے مسلمانوں کے نزدیک قابلِ بغض ہیں، پس ایسے اسم قبیح سے پرہیز کرنا واجب ہے اور بعض مشائخ کی عبارات میں غلبۂ سُکر کی بنا پر کفر کی مدح اور زنار بندی کی جو ترغیب پائی جاتی ہے وہ عبارات ظاہر معنیٰ سے پھیر لی گئی ہیں اور ان کی تاویل کی گئی ہے، اس وجہ سے کہ اہل سُکر کا کلام محمول علی التاویل ہوتا ہے اور "ظاہر متبادر" سے پھیر لیا جاتا ہے۔ وہ غلبہ سُکر کی بنا پر معذور ہوتے ہیں لیکن جو اہل سُکر نہیں وہ ان کی تقلید میں غیر معذور ہیں، ان بزرگوں کے نزدیک بھی اور عند الشرع بھی ان صاحب سے میری جانب سے کہو کہ وہ اپنا تخلص تبدیل کر کے

Marfat.com

اسلامی تخلص رکھیں، یہ تخلص حال و قالِ مسلم کے موافق بھی ہے اور اس اسلام کی طرف اس کا انتساب ہے جو عند اللہ و عند الرسول پسندیدہ ہے اور اس میں موقع تہمت سے بچنا بھی ہے جس کا (آنحضرت ﷺ نے) ان الفاظ میں حکم فرمایا ہے: اتقوا من مواضع التہم (تہمت کے موقعوں سے بچو) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ولعبد مومن خیر من مشرک (مومن بندہ مشرک سے بہتر ہے)۔ ایضاً

بندہ اور حق تعالیٰ کے درمیان اصل حجاب نفس ہی ہے

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: "المرء مع من احب" (آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے اس کی محبت ہے)۔ پس خوشا نصیب اس کے جس کے قلب میں اللہ کے ماسوا کی محبت نہ ہو اور وہ اللہ کی مرضیات کے علاوہ کسی چیز کا ارادہ نہ کرے۔ ایسا آدمی اللہ کے ساتھ ہی ہے، اگرچہ اس کا ظاہر مع الخلق ہو۔ قلب سے ایک سے زیادہ کی محبت متعلق نہیں ہوتی، جب تک کسی ایک سے تعلق حُبّی قائم ہے اس کے ماسوا سے محبت نہیں ہوگی اور یہ جو دیکھنے میں آتا ہے کہ اشیاء متعددہ سے انسان کو محبت ہے جیسا کہ مال، اور اولاد، مدح، رفعت عند الناس۔ درحقیقت یہ سب مل کر ایک ہی چیز بنتی ہے اور وہ نفس ہے۔ ان سب مذکورۂ بالا چیزوں کی محبت اسی ایک نفس کی محبت کی فرع ہے، کیونکہ یہ سب چیزیں (آدمی) نفس ہی کے لیے چاہتا ہے۔ فی نفسہ ان اشیاء کو نہیں چاہتا۔ جب اس سے اپنے نفس کی محبت زائل ہوئی تو تبعا ان تمام چیزوں کی محبت بھی زائل ہوگئی۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ عبد اور رب کے درمیان نفس عبد حجاب ہے، عالَم حجاب نہیں ہے، اسی لیے کہ عالَم فی نفسہ بندے کا مقصود نہیں کہ اس کو حجاب قرار دیا جائے۔ بندے کا مقصود تو نفس ہے لہٰذا وہی حجاب بھی ہے۔ پس جب تک بندہ مرادِ نفس سے خالی نہ ہوگا رب اس کا مقصود نہ بنے گا اور اس کے دل میں محبتِ خدا

Marfat.com

نہیں سما سکتی۔ یہ دولتِ عظمیٰ فناء مطلق کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے، اور فناء مطلق تجلی ذاتی سے متعلق ہے، ظلمات کا بالکلیہ رفع ہونا آفتاب کے طلوع ہوئے بغیر متصور نہیں۔ جب یہ محبت جس کو محبتِ ذاتیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حاصل ہو گئی۔ تو مُحب کے نزدیک انعامِ محبوب اور ایلامِ محبوب دونوں مساوی ہو گئے اسی وقت اخلاص حاصل ہو گا اب وہ اپنے رب کی عبادت اپنے نفس کے لیے نہیں کرے گا کہ انعام طلب کرے اور ایلام کو دفع کرے، اس لیے کہ یہ دونوں چیزیں اس کے نزدیک برابر ہوتی ہیں۔ الخ (مکتوب ۲۴ دفتر اول بنام محمد قلیج خاں)

نوافل کا فرائض کے مقابلے میں کوئی اعتبار نہیں

اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے والے اعمال یا فرائض ہیں یا نوافل مگر نوافل کا فرائض کے مقابلے میں کوئی اعتبار نہیں۔ اپنے وقت میں کسی فرض کا ادا کرنا ہزار سالہ نوافل سے بہتر ہے، اگرچہ وہ نوافل بہ نیتِ خالص ادا کیے جائیں۔ کوئی بھی نفل ہو، نفلی نماز ہو، نفلی روزہ ہو، ذکر و فکر ہو یا اس کے مثل ہو۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ کسی فرض کی ادائیگی کے وقت سنن میں سے کسی سنت کی رعایت کرنا بھی یہی حکم رکھتا ہے (یعنی ہزار سالہ نوافل سے بہتر ہے) منقول ہے کہ ایک دن امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نماز فجر جماعت سے ادا کرنے کے بعد مقتدیوں پر نظر دوڑائی، ایک شخص کو اصحاب میں سے اُس وقت نہ پایا، دریافت فرمایا کہ فلاں صاحب جماعت میں نہیں آئے؟ حاضرین نے عرض کیا کہ وہ رات کے اکثر حصے میں (نفلی نماز ادا کرنے کی وجہ سے) بیدار رہتے ہیں، اس وقت ان کی آنکھ لگ گئی ہو گی۔ یہ سن کر فاروقِ اعظمؓ نے فرمایا کہ :- اگر تمام رات وہ سوتے رہتے اور فجر کی نماز باجماعت ادا کر لیتے تو تمام رات جاگنے سے بہتر ہوتا۔ پس کسی سنت کی رعایت (فرائض میں) کرنا اور کسی مکروہ سے اجتناب

Marfat.com

______ کرنا (چاہے مکروہ تنزیہی کیوں نہ ہو چہ جائیکہ مکروہ تحریمی) ذکر و فکر اور مراقبہ و توجہ سے بدرجہا بہتر ہے۔ ہاں اگر یہ امور کسی ادب کی رعایت اور کسی مکروہ سے اجتناب رکھتے ہوئے کیے جائیں تو عظیم الشان کامیابی کی بات ہے۔ ایک دانگ (چھ رتی وزن) زکواۃ کا حساب کر کے نکالنا، نفلی طریقے پر سونے کے بڑے بڑے پہاڑ خیرات کر دینے سے کہیں زیادہ افضل ہے اور اس زکاتی دانگ کے تصدّق کرنے میں کسی ادب (سنت) کا لحاظ رکھنا مثلاً اس کو ایسے فقیر کو دینا جو عزیز قریب ہو۔ اور بھی زیادہ بہتر ہے۔ لہذا عشاء کی نماز آدھی رات کے بعد پڑھنا اور اس تاخیر کو قیامِ لیل (تہجد) کا ذریعہ بنانا سخت مکروہ بات ہے، اس لیے کہ حنفیہ کے نزدیک اس وقت میں عشاء کی نماز مکروہ ہے، ظاہر ہے کہ اس کراہت سے کراہت تحریمی مراد ہے، کیونکہ حنفیہ نے نمازِ عشاء کو نصف لیل تک مباح قرار دیا ہے، اور دوسرے نصف میں مکروہ کہتے ہیں اور وہ مکروہ جو مقابل مباح ہو مکروہ تحریمی ہے اور شافعیہ کے نزدیک تو نصف لیل کے بعد نمازِ عشاء (بطور ادا) جائز ہی نہیں۔ بنابریں قیامِ لیل کے لیے اور حصولِ ذوق و جمعیت کے واسطے تاخیر نمازِ عشاء کرنا بہت ہی نازیبا بات ہے اس غرض (تہجد) کے حاصل کرنے کے لیے تو وتر کی تاخیر ہی کافی ہے، اور تاخیر وتر مستحب بھی ہے۔ وتر بھی (نصف لیل کے بعد) اچھے وقت ادا ہوتا ہے، اور قیام لیل نیز بیداریٔ وقتِ سحر بھی میسر ہو جاتی ہے الحاصل یہ عمل (تاخیر عشاء) ترک کرنا چاہئے۔ (مکتوب ۲۹ دفتر اول بنام شیخ نظام الدین فاروقی)

سجدہ تعظیمی کی مخالفت

یہ بھی معتبر لوگوں نے نقل کیا کہ آپ کے بعض خلفاء کے مُرید ان کو سجدۂ تعظیمی کرتے ہیں، فقط زمین بوسی پر ہی اکتفا نہیں کرتے اس فعل کی

Marfat.com

خرابی اظہر من الشمس ہے، ان کو سختی سے منع کیجئے۔ اس قسم کے افعال سے ہر ایک کو اجتناب کرنا چاہیے، علی الخصوص وہ شخص جو مخلوق کا مقتدیٰ بنے اس کو تو اس قسم کے افعال سے پرہیز کرنا بہت ہی ضروری ہے ورنہ اس کے پیرو اس کے اعمال کی اقتداء کریں گے اور وبال میں گرفتار ہوں گے۔ نیز طبقۂ صوفیا کے علوم "علومِ احوال" ہیں اور احوال اعمال کی میراث ہیں۔ اس شخص کو "علوم احوال" کی میراث ملتی ہے جو اعمال کو درست کرے اور اعمال کی تصحیح اس وقت میسر ہوتی ہے کہ اعمال کو پہچانے اور ہر عمل کی کیفیت جانے اس کا تعلق علمِ احکام شرعی سے ہے۔ نماز، روزہ اور تمام فرائض کا علم نیز معاملات نکاح و طلاق اور بیع وشراء کا علم اور ہر اس بات کا علم جس کو حق سبحانہ تعالیٰ نے واجب کیا ہے اور اس کے کرنے کی دعوت دی ہے (ضروری ہے) اور یہ علوم اکتسابی ہیں ان کے سیکھے بغیر چارہ نہیں ہے اور علم دو مجاہدوں کے درمیان ہے۔ ایک مجاہدہ، علم کی طلب میں اس کے حاصل ہونے سے پہلے دوسرا مجاہدہ، علم کا (صحیح) استعمال اس کے حاصل ہونے کے بعد، پس ضروری ہے کہ جس طرح جناب کی مجلسِ مبارک میں کتبِ تصوف کا مذاکرہ ہوتا ہے کتبِ فقہ بھی مذاکرہ میں آئیں۔ کتبِ فقہ فارسی زبان میں بھی بہت سی ہیں۔ مثلاً مجموعۂ خانی۔ عمدۃ الاسلام اور کنز فارسی۔ (ایضاً)

علمائے سوء کے لیے ان کا علم حجت ہے

اہلِ علم کا دنیا سے محبت کرنا اور اس سے رغبت رکھنا ان کے چہرۂ جمال پر بدنما داغ ہے۔

ایسے علماء سے خلائق کو اگرچہ فائدہ حاصل ہو جائے لیکن ان کا علم خود ان کے حق میں نافع نہیں ہوتا۔ ہر چند تائیدِ شریعت اور تقویت ملت ان سے ہو مگر

Marfat.com

یہ تائیدِ و تقویت اہلِ فجور اور اربابِ فتور سے بھی ہو جایا کرتی ہے جیسا کہ سید الانبیاء علیہ ﷺ نے مردِ فاجر کے متعلق تائیدِ دین کی خبر دی ہے اور فرمایا ہے۔ ان اللّٰہ لیؤید ہذا الدین بالرجل الفاجر (بیشک اللہ تعالیٰ دینِ اسلام کی خدمت کسی مردِ فاجر سے بھی لے لیتا ہے) ایسے علماء سنگ پارس کی مانند ہیں کہ تانبا اور لوہا جو بھی اس تک پہونچتا ہے سونا ہو جاتا ہے لیکن وہ خود پتھر ہی ہے۔

جو آگ پتھر اور بانس میں پوشیدہ ہے اس کا حال بھی یہی ہے کہ مخلوق کو تو اس آگ سے منفعت حاصل ہوتی ہے لیکن خود وہ پتھر اور بانس اپنی آتش درونی سے بے نصیب ہیں بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ علم ان علماء سوء کے حق میں مضرت رساں ہوتا ہے اس لیے کہ وہ ان پر حجت قائم کر دیتا ہے۔

(مکتوب ۳۳ دفتر اول بنام حاجی محمد لاہوری)

شیطان کا کام، اہلِ علم کے سپرد ہونا

ان اشد الناس عذابا یوم القیمه عالم لم ینفعه اللّٰه بعلمه (بیشک سب سے زیادہ شدید عذاب قیامت کے دن اس عالم پر ہوگا جس کے علم سے اللہ تعالیٰ نے اس کو نفع نہیں پہونچایا) اور (علم ایسے علماء کے حق میں مضرت رساں کیوں نہ ہو جبکہ اس علم کو جو خدا کے نزدیک عزیز اور اشرفِ موجودات ہے، دنیائے دنیہ اور مال و جاہ و ریاست کا وسیلہ بنا رکھا ہے۔ حالانکہ یہ چیزیں نزدِ حق تعالیٰ ذلیل و خوار ہیں اور بدترین مخلوقات۔ پس عزیزِ خدا کو ذلیل کرنا اور خدا کے نزدیک جو چیز ذلیل ہے (دنیا) اس کو عزت دینا بے انتہا قبیح ہے۔ یہ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ سے مقابلہ و معارضہ کرنا ہے۔ تدریس و افتاء اس وقت نافع ثابت ہوتے ہیں جبکہ خالصاً لوجہ اللہ ہوں، اور شائبہ حب و جاہ و ریاست اور حصولِ مال و رفعت سے خالی ہوں۔ اور اس خلو کی علامت دنیا و مافیہا سے بے پرواہ

Marfat.com

اور بے رغبت ہونا ہے جو علماء کہ محبتِ دنیا کی بلا میں مبتلا ہیں وہ علماءِ دنیا میں سے ہیں اور یہی علماءِ سوء، شرارِ مردم (بدترین مخلوق) اور وزدان دین (دین کے چور) ہیں۔ چاہے وہ اپنے آپ کو مقتدائے دین اور بہترین خلائق جانتے ہوں۔

یحسبون انھم علیٰ شیء الا انھم ہم الکاذبون استحوذ علیھم الشیطان فانساہم ذکر اللّٰہ اولئك حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان ہم الخاسرون۔

گمان کرتے ہیں کہ وہ کچھ مفید کام انجام دے رہے ہیں۔ آگاہ رہو یقیناً وہ لوگ اپنے اس خیال میں جھوٹے ہیں، ان پر شیطان غالب آگیا ہے، اس نے اللہ کی یاد کو ان کے دلوں سے فراموش کردیا ہے، یہ جماعت لشکرِ شیطان ہے۔ آگاہ رہو کہ بے شک وشبہ لشکرِ شیطان کے افراد خسارے میں ہیں۔ (ایضا)

علماء آخرت کی سیاہی کو شہداء کے خون سے وزن کیا جائے گا

وہ علماء جو دنیا سے بے رغبت ہیں او جاہ وریاست، مال ورفعت کی محبت سے آزاد ہیں، وہ علماء آخرت ہیں، اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے وارث ہیں۔ بہترین خلائق وہی ہیں فردائے قیامت مین ان کی سیاہی ہی، قلم کو شہداء فی سبیل اللہ کے خون کے ساتھ وزن کیا جائے گا اور ان کی سیاہی کا پلہ غالب رہے گا۔ نوم العلماء عبادۃ (علماء کی نیند عبادت ہے) ایسے ہی علماء کے حق میں متحقق ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جمالِ آخرت ان کی نظر میں مستحسن ہے اور قباحتِ دنیا ان کے مشاہدے میں آگئی ہے، آخرت کو انہوں نے پائدار دیکھا ہے اور دنیا کو داغِ زوال سے داغدار پایا ہے۔ بیشک انہوں نے خود کو باقی کے سپرد کردیا اور فانی سے علیحدہ رکھا ہے۔ دنیا کو ذلیل رکھنا عظمتِ آخرت کے لوازم میں سے ہے۔ دنیا و آخرت آپس میں سوتن سوتن ہیں، اگر ایک راضی ہوئی دوسری ناراض ہوگئی۔ اگر دنیا

Marfat.com

عزیز ہے تو آخرت خوار ہے اور دنیا خوار ہے تو آخرت عزیز ہے۔ ان دونوں کا جمع ہونا جمع اضداد کے قبیل سے ہے۔ ہاں مشائخ کی ایک جماعت نے جس نے اپنی خودی اور اپنے ذاتی ارادہ سے نجات حاصل کرلی ہے، صحیح نیتوں کے ساتھ اہلِ دنیا کی صورت بنالی ہے اور بظاہر راغبِ دنیا نظر آتے ہیں لیکن فی الحقیقت ان کو کوئی تعلق دنیا سے نہیں ہے۔ دنیا و مافیہا سے ان کا باطن بالکل آزاد اور فارغ ہے۔ رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله۔ کوئی چھوٹی بڑی تجارت ان کے حق میں ذکرِ خدا سے مانع نہیں ہوتی۔ وہ تجارت و بیع سے تعلق رکھتے ہوئے بھی بے تعلق ہیں۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ :- میں نے منیٰ کے بازار میں ایک تاجر کو دیکھا کہ کم و بیش پچاس ہزار اشرفیوں کا مال اس نے خریدا اور بیچا لیکن اس کا دل ایک لحظہ کے لیے بھی حق تعالیٰ سے غافل نہیں ہوا۔ (ایضا)۔

منازل طریقت سے مقصود تحصیلِ اخلاص ہے

شریعت کے تین جزو ہیں :- (۱) علم (۲) عمل (۳) اخلاص جب تک یہ تین جزو متحقق نہ ہوں شریعت متحقق نہ ہوگی شریعت متحقق ہوگی تو رضائے حق سبحانہ حاصل ہوگی۔ اور یہ رضائے باری ہی تمام سعادتِ دارین کی ضامن ہے۔ اب کوئی مقصد نہ رہا کہ اس مقصد کے لیے شریعت کے علاوہ کسی امر کی احتیاج ہو۔ طریقت و حقیقت، جن کے ساتھ صوفیاء ممتاز ہیں دونوں شریعت کے جزو سوم یعنی اخلاص کی تکمیل کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ پس ان دونوں کی تحصیل سے غرض تکمیلِ شریعت ہی ہے، نہ کہ کوئی اور امر علاوہ شریعت کے۔ احوال و مواجید، علوم و معارف، جو صوفیاء کو اثناءِ راہ میں حاصل ہوتے ہیں وہ مقاصد نہیں ہیں بلکہ ان کی حیثیت ان خیالات کی ہے جن سے اطفالِ طریقت کی

Marfat.com

تربیت ہوتی ہے۔ ان سب چیزوں سے آگے بڑھ کر مقامِ رضا تک پہونچنا چاہئے، کیونکہ یہی وہ مقام ہے جہاں مقاماتِ جذبہ وسلوک کی انتہا ہے اس لیے کہ منازلِ طریقت و حقیقت کو طے کرنے سے مقصود سوائے تحصیل اخلاص کے اور کچھ نہیں اور اخلاص، رضائے باری تعالیٰ کو مستلزم ہے۔ تجلیات و مشاہدات عارفانہ سے گذار کر دولتِ اخلاص اور مقامِ رضا تک ہزار میں سے کسی ایک کو پہونچایا جاتا ہے۔ کوتاہ نظر لوگ احوال و مواجید کو مقاصد میں اور مشاہدات و تجلیات کو مطالب میں شمار کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے "زندانِ وہم وخیال" میں گرفتار اور کمالاتِ شریعت سے محروم رہتے ہیں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ حصولِ مقامِ اخلاص اور وصول مرتبۂ رضا، ان احوال و مواجید اور علوم و معارف کے تحقق سے وابستہ ہے۔ لہٰذا یہ احوال و مواجید مقدماتِ مقصود ہیں (نہ کہ مقصود)۔ مجھے یہ حقیقت آنحضرت ﷺ کے صدقے میں کامل دس سال کے بعد اس راہ میں چل کر واضح ہوئی ہے، اور "شاہدِ شریعت" کما حقہ جلوہ گر ہوا ہے ہر چند کہ میں شروع سے بھی احوال و مواجید میں گرفتار نہ تھا اور حقیقت شریعت کے تحقق کے علاوہ کوئی مقصد میرے پیشِ نظر نہ تھا لیکن بعد عشرۂ کاملہ (پورے دس سال کے بعد) حقیقتِ امر پورے طریقے پر ظاہر ہوئی۔

(مکتوب ۳۶ دفتر اول بنام حاجی محمد لاہوری)

سلامتیِ قلب کا حصول اعمال صالحہ کے بغیر ممکن نہیں

مدارِ کار قلب پر ہے، اگر دل غیرِ خدا میں گرفتار ہے خراب وابتر ہے محض اعمالِ صوری اور عباداتِ رسمی سے کام نہیں چلتا۔ التفاتِ ماسوا سے سلامتی قلب اور اعمالِ صالحہ جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں اور شریعت نے جن کے

Marfat.com

کرنے کا حکم فرمایا ہے، یہ دونوں چیزیں درکار ہیں (مگر) بغیر اعمالِ صالحہ بدنیہ کے سلامتی قلب کا دعویٰ بھی محض باطل ہے۔ اس دنیا میں جس طرح بے بدن کے روح غیر متصور ہے اسی طرح احوالِ قلبی، بغیر اعمالِ صالحہ بدنی کے محال ہیں۔ بہت سے ملحدانِ زمانہ اس قسم کا (یعنی احوالِ قلبی بغیر اعمالِ صالحہ کا) دعویٰ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے بُرے معتقدات سے ہمیں بچائے۔ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے میں۔

(مکتوب ۳۹ دفتر اول بنام شیخ محمد خیری)

شریعت - طریقت اور حقیقت کی تشریح

باطن، ظاہر کا مکمل کرنے والا ہے، ان دونوں میں باہم گرسرِ مو مخالفت نہیں، مثلاً جھوٹ زبان سے نہ بولنا شریعت ہے، اور دل میں کذب کا خطرہ نہ آنے دینا طریقت و حقیقت ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر یہ بات اہتمام سے کرنی پڑتی ہے تو طریقت ہے، اور اگر بے اہتمام و تکلف میسر ہے تو حقیقت ہے۔ پس فی الحقیقۃ باطن جو کہ بالفاظ دگر طریقت و حقیقت ہے۔ ظاہر کی جو کہ شریعت ہے۔ تکمیل کرنے والا ہے۔ پس سالکانِ راہ طریقت و حقیقت کو اگر اثنائے سلوک میں۔ ایسے امور ظاہر ہوں جو بظاہر مخالفِ شریعت ہیں تو اس کو غلبۂ حال پر محمول کیا جائے گا۔ ہر وہ چیز جس میں اخلاق و شمائلِ محبوب جلوہ گر ہوں بہ تبیعت محبوب۔ محبوب ہو جاتی ہے۔ آیۂ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ (اے رسول! کہہ دیجئے، میری متابعت کرو اللہ تم کو محبوب بنالے گا) میں اسی رمز کا بیان ہے۔ پس متابعت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کوشش کرنا مقامِ محبوبیت تک پہونچاتا ہے۔ پس ہر عاقل پر ظاہراً وباطناً کمالِ اتباعِ رسول ؐ میں سعی کرنا لازم ہے۔ (ایضاً)

Marfat.com

پُر آشوب دور میں "قلیل عمل" "کثیر عمل" کے درجہ میں رکھا جائے گا

کنتم خیر امة اخرجت للناس (آیۃ) (یعنی تم بہترین امت ہوئے تصدیق کنندگانِ مصطفیٰ! جس کو لوگوں کے فائدے کے لیے پیدا کیا گیا ہے) کا امتیاز ان کے لیے "نقدِ وقت" ہے۔ اس کے مقابلے میں آنحضرتؐ کی تکذیب کرنے والے بدترین بنی آدم ہیں۔ آیۃ الاعراب اشد کفرا و نفاقا (یعنی منکر بدو سخت ترین ہیں کفر اور نفاق میں)۔ ایسے لوگوں کی نشاندہی کر رہی ہے دیکھنا چاہیے، کس خوش نصیب کو اتباعِ سنت کی دولت سے نوازتے ہیں اور متابعت شریعت سے سرفراز کرتے ہیں۔ اس (پُر آشوب) زمانہ میں کئے ہوئے اس "عمل قلیل" کو جو آنحضرت ﷺ کے دین کی تصدیق کے ساتھ انجام دیا جائے "عمل کثیر" کے درجہ میں رکھا جائے گا۔

اصحاب کہف نے جو اعلیٰ درجات حاصل کیے وہ صرف ایک نیکی کی بنا پر ہی تو حاصل کیے تھے (جو بروقت ہوئی تھی) اور وہ نیکی نورِ ایمان و یقین کے ساتھ ہجرت تھی، ایسے وقت میں جبکہ معاندین و مخالفینِ حق کا غلبہ ہو رہا تھا۔ مثال کے طور پر لکھتا ہوں کہ سپاہی اگر دشمنوں کے غلبے کے زمانے میں (وفاداری کے ساتھ) تھوڑی سی جدوجہد بھی کرتے ہیں تو وہ جدوجہد بہت ہی نمایاں اور قابل قدر ہوتی ہے بر خلاف زمانۂ امن کے اس زمانہ کی جدوجہد اور وفاداری کا ویسا اعتبار نہیں ہوتا علاوہ ازیں چونکہ آں سَرورؐ محبوبِ رب العٰلمین ہیں اس لیے آپ کے متبعین، متابعت کے طفیل میں محبوبیت کے مرتبے پر فائز ہوتے ہیں قاعدہ ہے کہ محبؔ، جس کسی کو اپنے محبوب کے اخلاق و شمائل پر دیکھتا ہے اس کو محبوب رکھتا ہے۔ مخالفینِ دین کی بدبختی کا بھی یہیں سے اندازہ کرنا چاہیے۔

محمدؐ عربی کا بروئے ہر دوسر است

Marfat.com

کسے کہ خاکِ درش نیست خاک برسراو

اگر ہجرت ظاہری میسر نہیں تو "ہجرت باطنی" کو بہت زیادہ ملحوظ رکھا جائے کہ لوگوں کے ساتھ بظاہر تو رہیں اور در حقیقت ان کے ساتھ نہ ہوں (ان کا غلط رنگ قبول نہ کریں) اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے آباء کرام کے راستے پر ثابت قدم رکھے۔ (مکتوب ۴۴ دفتر اول بنام شیخ فرید بخاری)

انسان کی جامعیت ہی جمیع خلائق سے اس کی افضلیت کا باعث ہے

آدمی جس طرح جمعیتِ باطن کا محتاج ہے جمعیت ظاہری کا بھی محتاج ہے بلکہ یہ دوسری احتیاج، مقدم ہے (ورنہ پراگندہ روزی پراگندہ دل) انسان تمام خلائق میں سب سے زیادہ محتاج واقع ہوا ہے اور یہ شدتِ احتیاج اس کے اندر اس کی جامعیت کی وجہ سے آئی ہے۔ جتنا اور سب مخلوق کو درکار ہے اتنا اس ایک انسان کو درکار ہے اور جس چیز کا وہ محتاج ہے اس سے تعلق بھی رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کے تعلقات سب مخلوق سے زیادہ ہیں اور ہر تعلق، جنابِ قدس سے روگردانی کو مستلزم ہے۔ پس اس حیثیت سے جمیع خلائق میں بدترین بھی یہی انسان ہے اور حال یہ کہ اس کی جامعیت ہی جمیع خلائق سے افضلیت کا باعث بنی ہوئی ہے، اس لحاظ سے اس کا آئینہ اتم واکمل ہے، جو کچھ تمام مخلوقات کے آئینوں میں ظاہر ہوتا ہے اس ایک آئینے میں وہ سب کچھ آشکارا ہے، لہٰذا ایک حیثیت سے انسان بہترین خلائق ہوا، اور دوسری حیثیت سے بدترین موجودات۔ اس میں شک نہیں کہ بتوفیقِ خداوندی ان فقراء کی جمعیت ظاہری کے کفیل آپ ہیں اور جمعیت باطنی میں بھی الولد سر لابیہ (بیٹا، باپ کا آئینہ دار ہوتا ہے) کی رو سے امیدواری تمام ہے چونکہ عنایت نامہ گرامی ماہ رمضان میں صادر ہوا ہے اس لیے دل میں آیا کہ رمضان المبارک کے کچھ فضائل

Marfat.com

بھی لکھ دیے جائیں۔

(مکتوب ۴۵ دفتر اول بنام شیخ فرید بخاری)

رمضان کے فضائل و برکات

رمضان کا مہینہ ایک عظیم الشان مہینہ ہے۔ اس مہینے میں جو عباداتِ نافلہ از قسم نماز و ذکر و صدقہ ادا ہوتی ہیں وہ ثواب میں دوسرے ایام کے فرضوں کی برابر ہیں اور اس ماہ میں ایک فرض ادا کرنا دوسرے مہینے کے ستر فرضوں کے مساوی ہوتا ہے۔ اس ماہ میں جو شخص کسی روزہ دار کو افطار کراتا ہے اس کی گردن آتشِ دوزخ سے آزاد کردی جاتی ہے اور اس افطار کرانے والے کو اس روزہ دار کے اجر کے مثل عطا فرماتے ہیں بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر میں کوئی نقصان واقع ہو جو شخص اس ماہ مبارک میں اپنے مملوک و ملازم کے کاموں میں تخفیف کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرماتا ہے اور دوزخ سے رہا کرتا ہے۔ ماہ رمضان میں آنحضرت ﷺ قیدیوں کو رہا فرمادیتے تھے اور جو کوئی جس شے کا سوال کرتا عطا فرماتے۔ جس شخص کو اس ماہ میں اعمالِ صالحہ کی توفیق ہو جاتی ہے، تمام سال توفیق اس کے شاملِ حال رہتی ہے۔ اگر یہ مہینہ کوتاہ عملی میں گذر گیا تو تمام سال کوتاہی رہتی ہے۔ حتی المقدور اس ماہ میں جمعیت قلب کی کوشش کرنا چاہئے اور اس ماہ کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔ اس ماہ میں درہائے بہشت کو کشادہ کیا جاتا ہے اور درہائے دوزخ کو بند۔ شیاطین کو اس ماہ میں جکڑ بند کر دیا جاتا ہے۔ افطار میں (بعد غروب) جلدی کرنا اور سحری میں تاخیر کرنا سنت ہے۔ آنحضرت ﷺ اس بارے میں بہت اہتمام فرماتے تھے، شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ تاخیر سحری اور تعجیل افطار میں بندے کے عجز و احتیاج کا اظہار ہوتا ہے اور یہ امر مقامِ بندگی کے بہت مناسب ہے۔ خرما سے افطار کرنا سنت ہے۔ آنحضرت افطار کے وقت یہ

Marfat.com

دعا پڑھتے تھے: ذہب الظماء وابتلت العروق و ثبت الاجر انشاء اللہ تعالیٰ (یعنی پیاس بجھ گئی، رگیں تر ہو گئیں اور اجر بھی اللہ نے چاہا تو ثابت و مقرر ہو گیا)۔ ادائے تراویح اور ختم قرآن اس ماہ میں سنت موکدہ ہے، اس سے عمدہ نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے حبیب ﷺ کے صدقے میں ان باتوں کی توفیق دے۔ حضرت قبلہ گاہی (حضرت خواجہ باقی باللہؒ) فرمایا کرتے تھے کہ :- "حقوقِ شیخ فریدؒ ہم سب پر لازم ہیں (کیونکہ دراصل) اس جمعیت باطنی کے باعث وہی ہیں" اللہ تعالیٰ ہمیشہ توفیق اعمالِ حسنہ عنایت فرمائے۔ (ایضا)

نفسِ امارہ بالذات احکامِ شرعیہ کا منکر ہے

نظر و فکر کی ضرورت تو اس وقت تک ہے جب تک علت و آفت کا وجود ہے۔ مرضِ قلبی سے نجات ملنے کے بعد اور آنکھوں سے پردہ اٹھنے کے بعد یہ امور سب کے سب بدیہی ہیں۔ مثال کے طور پر اس شخص کو پیش کیا جاسکتا ہے جس پر صفرا کا غلبہ ہے وہ جب تک بیماری صفراء میں گرفتار ہے، قند و نبات کی شیرینی اس کے نزدیک محتاجِ دلیل ہے لیکن جوں ہی مرض سے نجات مل گئی اس کو کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہ بات مسلم ہے کہ استدلال کا میدان بہت تنگ ہے اور دلیل کے راستے سے یقین حاصل ہونا بہت مشکل ہے۔ پس ایمانِ یقینی حاصل کرنے کے لیے مرض قلبی کا دور کرنا لازمی ہے۔ صفراء کے ایک مریض کے لیے مرضِ صفراء کا دور کرنا۔ شیرینی قند کا یقین حاصل کرنے کے لیے زیادہ ضروری ہے، بمقابلہ اس کے کہ شیرینی قند کے یقین کے لیے دلیل قائم کرے۔ بھلا اس کو دلیل کے ذریعے کس طرح یقین حاصل ہوگا، اس کا ذائقہ تو مرض صفراء کی بنا پر قند و شکر کے اندر تلخی کا حکم لگا رہا ہے۔ اسی طرح اس مسئلے کو جس کا ذکر کیا جارہا ہے سمجھئے۔ نفسِ امارہ بالذات احکامِ شرعیہ کا منکر

Marfat.com

ہے پس ان احکامِ صادقہ کے یقین کو حاصل کرنا باوجود انکار وجدان بہت ہی دشوار ہے۔ لہٰذا نفس کا تزکیہ ضروری ہوا۔ یقین بغیر تزکیہ کے حاصل کرنا مشکل ہے۔ قد افلح من زکٰہا و قد خاب من دسٰہا۔ (یعنی فلاح یاب اور کامیاب ہوا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور ٹوٹے میں رہا وہ جس نے اس کو پستی میں ڈالا) پس ثابت ہوا کہ اس شریعتِ ظاہرہ و طاہرہ کا منکر ایسا ہی ہے جیسا کہ حلاوتِ نبات و قند کا منکر۔

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

(مکتوب ۴۶ دفتر اول بنام شیخ فرید بخاری)

سیر و سلوک سے مقصود امراض قلبیہ کا ازالہ ہے

اگر کوئی نابینا ہے تو آفتاب کا کیا قصور؟ سیر و سلوک، تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب سے مقصود آفاتِ معنویہ اور امراضِ قلبیہ کا ازالہ ہے تاکہ حقیقتِ ایمان حاصل ہو جائے۔ آیت کریمہ فی قلوبہم مرض (یعنی ان منافقین کے دلوں میں مرض ہے) اس مرضِ قلبی کا پتہ دے رہی ہے۔ آفاتِ معنویہ کی موجودگی میں اگر ایمان ہے بھی تو ظاہری ایمان ہے اور بس اس لیے کہ نفسِ امارہ ایمان کے خلاف حکم لگا رہا ہے اور اپنے کفر کی حقیقت پر اصرار کر رہا ہے۔ اس ایمانِ ظاہری اور تصدیقِ صوری کی مثال ایسی ہے جیسا کہ صفراء والے کو حلاوتِ قند و نبات کا ظاہری یقین ہو جائے در آنحالیکہ خود اس کا ذوق و وجدان اس کے یقین کے خلاف گواہی دے رہا ہے۔ اس کو تو شیرینی کا یقینِ حقیقی اس وقت حاصل ہوگا جب مرض صفراء کی جڑ کٹ جائے گی۔ اس طرح تزکیۂ نفس اور اطمینانِ نفس کے بعد حقیقتِ ایمان ظہور پذیر ہوتی ہے اور وجدانی بنتی ہے۔ ایسا ایمان زوال سے محفوظ رہتا ہے۔ آیہ:- الا ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیهم ولا هم یحزنون (آگاہ ہو بیشک اللہ کے دوستوں پر خوف و حزن نہیں ہوگا) ایسے ہی

Marfat.com

لوگوں کی شان میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ایسے ہی ایمان کاملِ سے مشرف فرمائے بحرمۃ النبی الامی ﷺ۔ (ایضاً)

عہد اکبری میں اسلام اور اہالیان اسلام کی حالت زار

اللہ تعالیٰ آپ کو جادۂ آباء کرام پر ثابت قدم رکھے۔ بادشاہ کی مثال عالم کے اندر ایسی ہے جیسا کہ دل بدن کے اندر ہے، اگر دل صحیح ہے بدن صحیح ہے، اور دل فاسد ہے تو بدن بھی فاسد ہے۔ درستی بادشاہ دراصل درستی عالم ہے، اور بادشاہ کا بگڑنا عالم کا بگڑنا ہے۔ آپ واقف ہیں کہ دورِ ماضی (عہدِ اکبری) میں اہلِ اسلام پر کیا کچھ گذری ہے۔ اہل اسلام کی خرابی ابتدائے اسلام میں باوجود انتہائی کسمپرسی کے اس سے آگے نہ بڑھی تھی کہ مسلمان اپنے دین پر قائم رہیں اور غیر مسلم اپنے دین پر لکم دینکم ولی دین سے یہ بات ظاہر ہے۔ مگر دورِ گذشتہ (عہدِ اکبری) میں مخالفینِ اسلام کھلم کھلا بطور غلبہ دار اسلام میں احکامِ کفر جاری کرتے تھے، اور مسلمان احکامِ اسلام کے اظہار سے عاجز تھے، اگر اظہار کی جرأت کرتے تھے قتل ہو جاتے تھے۔ واویلا، وامصیبتا، واحسرتا، واحزنا۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو کہ محبوبِ رب العالمین ہیں، ان کی تصدیق کرنے والے ذلیل و خوار تھے اور ان کے منکر درجۂ عزت و اعتبار پر فائز تھے۔ مسلمان اپنے زخمی دلوں کے ساتھ غمگساریِ اسلام میں تھے اور معاندین مذاق اور تمسخر سے ان کے زخموں پر نمک چھڑکتے تھے۔ آفتابِ ہدایت، ضلالت کے پردے میں چھپ گیا تھا، اور نورِ حق، باطل کے حجاب میں یکسو ہو گیا تھا اس زمانہ میں کہ جب مانعِ دولتِ اسلام کے زائل ہونے کی خوشخبری اور بادشاہِ اسلام کے جلوس کا مژدہ ہر خاص و عام کے کان میں پہونچا ہے۔ اہلِ اسلام لازم جانتے ہیں کہ بادشاہ کے ممد و معاون ہوں اور ترویجِ شریعت اور تقویت ملت کی راہ دکھائیں۔ یہ امداد و تقویت خواہ زبان سے ہو یا ہاتھ

Marfat.com

سے (بہر حال ہونی چاہئے)۔ سب سے بڑی مدد مسائلِ شرعیہ کی وضاحت اور اظہارِ عقائد کلامیہ "بطور کتاب و سنت و اجماع" ہے تاکہ کوئی بدعتی اور گمراہ درمیان میں آکر دین کا راستہ نہ لوٹ سکے اور کام نہ بگڑے یہ امداد ان علماءِ حق کے ساتھ مخصوص ہے جو کہ آخرت کی طرف رخ رکھتے ہیں۔ علماء دنیا جو کہ اپنا نصب العین صرف دنیا کو بنائے ہوئے ہیں ان کی تو صحبت بھی زہر قاتل ہے، اور ان کا فساد، فسادِ متعدی ہے۔

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند
او خویشتن گم است کرا رہبری کند

(مکتوب ۷۴ دفتر اول بنام شیخ فرید بخاری)

نصرتِ دین میں کوتاہی سے کارخانہ اسلام میں خلل واقع ہوتا ہے

زمانہ گذشتہ میں جو مصیبت اہلِ اسلام کے سر پر آئی وہ ان علماءِ سوءِ کی نحوست ہی کا کرشمہ تھا۔ بادشاہوں کو یہی علماءِ سوء راہِ راست سے ہٹا دیتے ہیں۔ بہتر فرقے جنہوں نے راہِ ضلالت اختیار کی ان کے سرغنہ اور سربراہ یہی علماءِ سوء تھے علماء سو کے علاوہ جو بھی راہِ ضلالت پر چلا اس کا بگاڑ بہت کم دوسروں تک متعدی ہے۔ اگر کوئی شخص باوجود ہر قسم کی استطاعت و طاقت کے امدادِ دین میں کوتاہی کرے گا اور اس کوتاہی کے نتیجہ میں کارخانہ اسلام میں خلل واقع ہوگا تو وہ کوتاہی کرنے والا اللہ کے عتاب میں مبتلا ہوگا۔ اس بنا پر یہ قلیل البضاعة بھی چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو دولتِ اسلام کے معاونین کی جماعت میں رکھے اور اس بارے میں کچھ ہاتھ پاؤں مارے، من کثر سواد قوم فھو منھم (جو جس جماعت کی تعداد میں اضافہ کرے وہ اسی میں سے ہے) اس حدیث کی رو سے ممکن ہے کہ حق تعالیٰ اس بے استطاعت کو بھی جماعتِ کرام (معاونینِ اسلام) میں داخل

Marfat.com

کردیں۔ اپنی مثال اس بڑھیا کی سی سمجھتا ہوں جس نے ایک سوت کی انٹیا لے کر خود کو حضرت یوسف علیٰ نبینا و علیہ السلام کے خریداروں کی فہرست میں شامل کر لیا تھا۔ امید ہے کہ عنقریب انشاء اللہ العزیز آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کروں گا۔ (ایضاً)

سب سے بڑی نیکی ترویج شریعت کے لیے کاوش کرنا ہے

قیامت میں شریعت کے متعلق سوال کیا جائے گا، تصوف کے متعلق نہیں۔ جنت کا داخلہ اور آتشِ دوزخ سے نجات، شریعت ہی کی پابندی سے وابستہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام جو کہ بہترینِ کائنات ہیں انہوں نے شرائع کی دعوت دی ہے اور مدارِ نجات اسی پر ہے، اور انبیاء کی بعثت کا مقصد بھی تبلیغ شرائع ہی ہے۔ پس سب سے بڑی نیکی ترویجِ شریعت میں سعی کرنا اور اس کے احکام میں سے کسی حکم کا زندہ کرنا ہے، بالخصوص ایسے زمانے میں کہ شعائرِ اسلام منہدم ہو گئے ہوں۔ راہِ خدا میں کروڑوں روپیہ خرچ کرنا بھی مسائلِ شرعیہ میں سے کسی ایک مسئلہ کو رواج دینے کے برابر نہیں ہے۔ اس لیے کہ مسئلہ شرعی کے رواج دینے میں انبیاء کی اقتداء اور پیروی اور ان کے کارِ تبلیغ میں مشارکت ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ مخلوقات میں بزرگ ترین ہیں اور کامل ترین حسنات انہیں کے لیے ثابت و مسلم ہیں۔ کروڑوں روپیہ خرچ کرنا تو انبیاء کے علاوہ دوسروں کو بھی میسر ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں ادائیگی شریعت میں نفس کی پوری پوری مخالفت ہوتی ہے اس لیے کہ شریعت بر خلافِ نفس واقع ہوئی ہے، لیکن مال کے خرچ کرنے میں کبھی نفس، موافقت بھی کر لیتا ہے۔ ہاں تائیدِ شریعت اور ترویجِ ملت کے لیے مال خرچ کرنا بہت بلند مرتبہ رکھتا ہے، ایک جتیل (پیسہ) کو ترویج و اشاعت دین کی نیت سے خرچ کرنا بغیر نیت کے لاکھوں روپیہ خرچ کرنے کے برابر ہے۔ وہ

Marfat.com

شخص جس سے بہت سوں کی نجات وابستہ ہو ظاہر ہے کہ اس شخص سے بہتر ہوگا جو اپنی نجات ہی کی فکر رکھتا ہو۔ البتہ وہ صوفی جو "فنا و بقا" کے بعد اور سیر عن اللہ اور سیر باللہ کے مقام طے کرنے کے بعد عالم میں گشت لگائے اور دعوتِ خلق کی طرف متوجہ ہو کر مقامِ نبوت سے حصہ رکھتا ہو، داخل مبلغانِ شریعت ہے اور وہ حکم علمائے شریعت رکھتا ہے۔ (مکتوب ۴۸ دفتر اول بنام شیخ فرید بخاری)

دنیا کی حیثیت سونے کے ورق میں لپٹی ہوئی نجاست کی مانند ہے

دنیا بظاہر شیریں ہے اور صورۃً تازگی رکھتی ہے، لیکن فی الحقیقت ایک زہر ہے قاتل اور متاع ہے باطل اور ایک گرفتاری ہے بے سود اس کا مقبول خوار ہے، اور اس کا فریفتہ مجنوں، یہ سونے کے ورق سے لپٹی ہوئی نجاست کے مانند ہے اور ایسے زہر کی مثل ہے جس میں شکر آمیختہ ہو۔ عاقل وہ ہے جو اس کھوٹی پونجی پر نہ ریجھے اور خراب مال میں گرفتار نہ ہو، فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ میرا مال عاقلِ زمانہ کو دینا تو ایسے شخص کو وہ مال دیا جائے جو دنیا کی طرف راغب نہ ہو، اور یہ بے رغبتی اس کی انتہائی عقلمندی کی دلیل ہے۔

(مکتوب ۵۰ دفتر اول بنام شیخ فرید بخاری)

نفس امارہ کے مقتضیات

مخدوما! انسان کا نفسِ امارہ حب جاہ و ریاست پر مخلوق ہوا ہے اور اس کی تمام تر توجہ یہ ہے کہ اپنے اقران و اماثل پر بلندی حاصل ہو جائے، وہ یہ چاہتا ہے کہ تمام مخلوق اس کی محتاج و مطیع ہو اور وہ خود کسی کا محتاج و محکوم نہ ہو (درحقیقت) یہ نفس کی طرف سے ایک قسم کا دعویٰ الوہیت ہے اور خدائے بے ہمتا جل شانہ کے ساتھ شرکت ڈھونڈھنا ہے۔ بلکہ یہ نفس بے

Marfat.com

سعادت شرکت پر بھی راضی نہیں ہے، وہ تو یہ چاہتا ہے کہ صرف وہی حاکم ہو اور سب صرف اس کے محکوم ہوں۔ لہذا نفس کے مرادات، جاہ و ریاست وغیرہ حاصل کرا کے اس کی پرورش کرنا فی الحقیقت، دشمن خدا کی امداد کرنا ہے اور اس کو تقویت دینا ہے۔ اس امر کی قباحت اچھی طرح ذہن نشین کرلینا چاہئے۔

حدیثِ قدسی میں وارد ہوا ہے۔ الکبریاء ردائی والعظمة ازاری فمن نازعنی فی شیءٍ منهما ادخلته فی النار ولا ابالی (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بَرتری میری چادر ہے اور عظمت و بزرگی میری ازار ہے پس جو کوئی مجھ سے ان دو چیزوں کے بارے میں منازعت کرے گا میں اس کو آتشِ دوزخ میں داخل کردوں گا اور کچھ پرواہ نہ کروں گا)۔ دنیا اسی بنا پر اللہ کے نزدیک ملعون و مبغوض ہے کہ اس کا حاصل ہونا، نفس کی مُرادوں کے حصول کا معاون ہے۔ پس جو دشمن کو مدد دے گا یقیناً لعنت کا مستحق ہوگا۔

(مکتوب ۵۲ دفتر اول بنام شیخ فرید بخاری)

نفس امارہ رسوائی کا ذریعہ ہے

فقر جو فخرِ محمدیؐ قرار پایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ فقر میں نامرادیِ نفس اور عاجزیِ نفس حاصل ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد اور تکلیفاتِ شرعیہ کی حکمت بھی نفس امارہ کو عاجز اور خراب و خستہ کرنا ہے شریعتیں ہوائے نفسانی کو دُور کرنے کے واسطے وارد ہوئی ہیں۔ جو شخص جتنا مقتضائے شریعت پر عمل کرے گا اسی قدر خواہش نفسانی کو زائل کرے گا۔ اسی بناء پر ہوائے نفسانی کے ازالے کے لیے احکامِ شرعیہ میں سے کسی ایک حکم کا بجا لانا ایسے ہزار سالہ ریاضات و مجاہدات سے بہتر ہے جو اپنی رائے سے کیے جائیں۔ ایسے ریاضات و مجاہدات جو شریعت کے تقاضے کے مطابق نہ ہوں، ہوائے نفسانی

Marfat.com

کو تقویت دیا کرتے ہیں۔ برہمنوں اور جوگیوں نے ریاضات و مجاہدات میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے مگر ان کو فائدہ کچھ بھی نہ ہوا، البتہ نفس کو تقویت ضرور حاصل ہوگئی۔ شریعت کے مطابق تھوڑی سی رقم (باقاعدہ) زکواۃ میں نکالنا نفس کو پامال کرنے کے لیے اتنی مفید ہے کہ اپنی رائے سے یوں ہی ہزار دینار خرچ کر دینا اتنا مفید نہیں ہے۔ خواہش نفس توڑنے کے لیے حکم شریعت کے ماتحت عید الفطر کے دن کھانا کھالینا اپنی مرضی سے سالہا سال نفلی روزے رکھنے سے بھی زیادہ نافع ہے اور صبح کی دو رکعت نماز جماعت سے ادا کرنا ایک مستقل سنت کا انجام دینا ہے اور یہ عمل ثواب میں اس سے کہیں زیادہ ہے کہ تمام رات صلوٰۃ نافلہ ادا کرتا رہے اور صبح کی نماز بے جماعت ادا کرے۔ (ایضا)

نفس کی شکست کے لیے کلمۂ کی تکرار ضروری ہے

حاصل کلام یہ ہے کہ جب تک نفس کا تزکیہ نہ ہوگا اور اس کے اندر سے تکبر کا مالیخولیا نہ جائے گا۔ نجات محال ہے۔ اس مرض کے ازالے کی فکر بہت ضروری ہے تاکہ بات موتِ ابدی تک نہ پہونچے۔ کلمۂ لا الہ الا اللہ جو تمام آفاقی و انفسی معبودانِ باطل کی نفی کے واسطے وضع کیا گیا ہے نفس کے تزکیے اور تطہیر کے حق میں بہت نافع اور مناسب ہے۔ اکابرِ طریقت نے تزکیۂ نفس کے لیے اسی کلمہ طیبہ کو اختیار کیا ہے۔

تا بجاروب "لا" نروبی راہ
نہ رسی در سرائے "الا اللہ"

تو جب (نفی) کی جھاڑو سے راستہ صاف نہ کرے گا الا اللہ کے معنیٰ تک نہیں پہونچ سکتا۔ جب بھی نفس مقامِ سرکشی میں آئے اور نقضِ عہد کرے تو اس کلمے کی تکرار سے تجدیدِ ایمان کرنا چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

Marfat.com

کہ :- لاالہ الا اللہ کہہ کر اپنے ایمان کو تازہ کر لیا کرو۔ بلکہ اس کلمے کی تکرار ہمہ وقت ہونا ضروری ہے، اس لیے کہ نفس امارہ برابر خباثت پر اُترا رہتا ہے۔

حدیث میں اس کلمے کی فضیلت میں آیا ہے کہ اگر تمام آسمان اور تمام زمینیں ایک پلے میں رکھی جائیں اور کلمۂ طیبہ کو دوسرے پلے میں رکھیں تو یقیناً کلمے والا پلہ جھک جائے گا۔

(مکتوب ۵۲ دفتر اول بنام شیخ فرید بخاری)

ترویجِ دین کے لیے بہتر حکمت عملی

سنا گیا ہے کہ بادشاہِ اسلام (جہانگیر) نے اپنے اسلامی حُسنِ باطن کی بنا پر آپ سے فرمایا ہے کہ آپ چار ایسے دیندار عالم مہیا کریں جو حاضر رہ کر مسائل شرعیہ کو بیان کیا کریں تاکہ کوئی امر خلافِ شرع واقع نہ ہو۔ الحمدللہ سبحانہ علیٰ ذالک۔ مسلمانوں کو اس سے بہتر کیا بشارت اور "ماتم زدگان" کو اس سے اچھی کیا خوش خبری ہو سکتی ہے۔ چونکہ فقیر اسی (دینی) غرض سے آپ کی طرف متوجہ رہتا ہے چنانچہ مکرر اس امر کا اظہار بھی کیا جا چکا ہے، لہٰذا ضرورۃً (اب بھی) اس بارے میں کہنے اور لکھنے سے اپنے آپ کو معاف نہیں رکھوں گا امید کہ مجھے معذور قرار دینگے صاحب الغرض مجنون (صاحبِ غرض مجنون ہوتا ہے) بنا بریں معروض ہے کہ ایسے علماء دیندار جو حبِ جاہ اور حب ریاست سے علیحدہ ہوں اور ترویجِ شریعت اور تائید ملّت کے علاوہ کوئی اور مطلب نہ رکھتے ہوں تعداد میں بہت قلیل ہیں۔ اگر ان میں حبِ جاہ ہوئی تو ہر ایک کوئی نہ کوئی ڈگر اختیار کر کے اپنی فضیلت کا اظہار کرے گا، اختلافی مسائل درمیان میں لائے گا اور اس طرز کو بادشاہ کے قرب کا ذریعہ بنائے گا، لامحالہ دین کی مہم ابتر ہو جائے گی۔ زمانۂ گذشتہ (عہدِ اکبری) میں علماءِ سوء کے اختلافات نے ہی دنیا کو بلا میں ڈالا تھا۔ اب بھی

Marfat.com

صحبت علماءِ سو کا اندیشہ درپیش ہے۔ ایسی صورت میں ترویج دین کیا خاک ہو گی الٹی تخریب دین ہو جائے گی۔ میں علماءِ سوء کے فتنے سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ علماءِ آخرت میں سے کوئی عالم میسر آجائے تو اس سے اچھی کیا بات ہے، اس کی صحبت کبریت احمر کا حکم رکھتی ہے۔ اگر وہ میسر نہ آئے تو غور و فکر کے بعد علماء میں سے کسی بہتر و غنیمت عالم کا انتخاب کر لیا جائے۔

(مکتوب ۵۳ دفتر اول بنام شیخ فرید بخاری)

صحابہ کرام کے اختلافات کی نوعیت

آپ یہ یقین رکھیں کہ بدعتی کی صحبت کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے، اور تمام بدعتی فرقوں میں سب سے زیادہ بدتر وہ گروہ ہے جو اصحابِ پیغمبر ﷺ سے بغض رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید (سورۂ فتح) میں ایسے لوگوں کو (صحابہؓ سے بغض رکھنے والوں کو) کفار قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا ہے :- "لیغیظ بہم الکفار" صحابہ کرام نے قرآن و شریعت کی تبلیغ کی ہے، اگر یہ حضرات مطعون ہوں گے تو قرآن و شریعت پر طعن لازم آئے گا۔ قرآن کو حضرت عثمانؓ نے (ایک قرأت پر) جمع کیا ہے، اگر حضرت عثمانؓ قابلِ طعن ہیں تو قرآن بھی مطعون ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ زندیقوں کے اعتقاد سے محفوظ رکھے۔

جو اختلاف و نزاع صحابہؓ کے درمیان واقع ہوا تھا وہ ہوائے نفسانی کے ماتحت نہ تھا۔ خیر البشر ﷺ کی صحبتِ اقدس میں ان حضرات کے نفوس کا مکمل تزکیہ ہو گیا تھا اور ان کے نفوس، امارگی سے آزاد ہو گئے تھے۔

اتنا تو میں جانتا ہوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے معاملے میں حق پر تھے، اور ان کے مقابل (حضرت امیر معاویہؓ) خطا پر، لیکن یہ خطا، خطائے اجتہادی ہے جو حدِّ فسق تک پہونچانے والی نہیں۔ ایسی صورت میں ملامت کی

Marfat.com

کوئی گنجائش نہیں ہے، اس لیے کہ اجتہادی غلطی کرنے والے کو بھی ایک درجہ ثواب حاصل ہوتا ہے۔

(مکتوب ۵۴ دفتر اول بنام شیخ فرید بخاری)

نجات ابدی کے لیے علم، عمل اور اخلاص تینوں ضروری ہیں

مخدوما! آدمی کو نجاتِ ابدی حاصل کرنے کے لیے ان تین چیزوں کے بغیر چارہ نہیں :-

(۱) علم (۲) عمل (۳) اخلاص۔

علم دو قسم پر ہے :- ایک وہ علم ہے جس سے مقصود عمل ہے۔ علم فقہ اس کا متکفل وضامن ہے۔ ایک وہ علم ہے جس سے مقصود فقط اعتقاد اور یقینِ قلبی ہے اس کو علمِ عقائد و کلام میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ عقائد، فرقۂ اہل سنت و جماعت کے مطابق ہوں، کیونکہ یہ فرقہ، فرقۂ ناجیہ ہے۔ ان حضرات کے اتباع کے بغیر نجات متصور نہیں ہے۔ اگر ان کے عقائد سے سرِ مو مخالفت ہوئی تو خطر در خطر ہے۔ یہ بات کشفِ صحیح اور الہامِ صریح کی رو سے بھی یقینی ہے اس کے خلاف کا کوئی احتمال نہیں۔ پس خوش حال ہے وہ شخص جس کو اہلِ سنت کی متابعت نصیب ہوئی اور ان کی تقلید سے مشرف ہوا؟ خرابی ہے اس کی جو ان کے خلاف چلا، ان سے انحراف کیا، ان کے قوانین کو ترک کیا اور ان کے زمرے سے باہر نکل گیا۔ ایسے لوگ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ انہوں نے رویتِ باری تعالیٰ اور شفاعت پیغمبر ﷺ کا انکار کیا ان پر فضیلتِ صحبتِ پیغمبرؐ اور فضیلتِ اصحابِ پوشیدہ رہی، وہ اہل بیت رسولؐ کی دوستی سے اور اولادِ فاطمہؓ کی محبت سے بھی بے بہرہ رہے۔ غرض وہ اس خیرِ کثیر سے محروم رہے جس کو اہلِ سنت نے حاصل کیا۔ صحابہؓ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ان میں سے سب سے زیادہ

Marfat.com

بزرگ حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں۔ حضرت شافعیؒ جو حضراتِ صحابہؓ کے حالات سے بہت زیادہ واقف ہیں انہوں نے فرمایا ہے کہ بعدِ وفات رسول مقبولؐ، جب لوگ مضطر و پریشان ہوئے اور انہوں نے سقفِ آسمان کے نیچے کوئی شخص حضرت ابو بکرؓ سے زیادہ بہتر نہ پایا تو ان ہی کو اپنا امیر و حکمراں بنالیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرامؓ افضلیت صدیقِ اکبرؓ پر متفق تھے۔ پس قرنِ اول ہی میں افضلیت صدیقِ اکبرؓ پر اجماع منعقد ہو گیا تھا۔ للہٰذا یہ افضلیت قطعی ہوئی اس سے انکار جائز نہ ہوگا۔

(مکتوب ۵۹ دفتر اول بنام شیخ فرید بخاری)

صحابہ صحبتِ خیر البشر کی وجہ سے امت میں سب سے افضل ہیں

بیشک اہلبیتِ رسولؐ کشتی نوح کے مثل ہیں، جو کشتی نوح پر سوار ہوا نجات پا گیا، اور جو اس پر سوار نہ ہوا وہ ہلاکت کو پہونچا۔ (لیکن) بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو ستاروں سے تشبیہ دی ہے (اور ظاہر ہے کہ) ستاروں سے لوگ راستہ معلوم کرتے ہیں اور اہلبیت کو کشتی نوح سے تشبیہ دی ہے۔ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ کشتی کے سوار کو ستاروں کا لحاظ رکھے بغیر چارۂ کار نہیں ہے تاکہ ہلاکت کے خوف سے نجات ملے اور ستاروں کی رعایت کے بغیر ہلاکت سے نجات نہیں مل سکتی۔ یہ بھی جاننا چاہئے کہ کسی ایک صحابی کا انکار تمام صحابہؓ کے انکار کے مرادف ہے، اس لیے کہ صحابہؓ سب کے سب صحبتِ خیر البشر کی فضیلت میں مشترک ہیں، اور یہ فضیلتِ صحبت، تمام فضائل و کمالات سے بالاتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اویس قرنیؒ جو کہ خیر التابعین ہیں، آنحضرت ﷺ کے ادنیٰ صحابیؓ کے مرتبے کو بھی نہیں پہونچ سکے۔ پس کسی چیز کو بھی فضیلتِ صحبت کے مساوی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کوئی چیز بھی ہو

Marfat.com

اس لیے کہ صحابہؓ کا ایمان صحبتِ نبی کریم ﷺ اور نزولِ وحی کے مشاہدے کی برکت سے "شہودی" ہو گیا تھا۔ ایمان کے اس درجے سے صحابہ کرامؓ کے بعد کوئی بھی مشرف نہیں ہوا۔ رہے اعمال، سو وہ ایمان کے ثمرات و نتائج ہوتے ہیں، جتنا ایمان کامل ہو گا، اعمال میں بھی کمال ہو گا۔

صحابہؓ کے درمیان جو منازعات و محاربات واقع ہوئے ہیں وہ محمول ہیں بلیغ حکمتوں پر، ہوائے نفسانی سے وہ منازعات صادر نہیں ہوئے بلکہ اجتہاد سے صادر ہوئے ہیں، اگر ان میں سے کوئی اپنے اجتہاد میں راہِ خطا پر بھی چلا ہے تب بھی اس کے لیے ایک درجۂ ثواب ثابت ہے۔ یہ ہے وہ سیدھا راستہ جو افراط و تفریط کے درمیان ہے اور جس کو اہلِ سنت نے اختیار کیا ہے۔ یہی طریقِ اسلم اور سبیلِ محکم ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ علم و عمل شرع سے مستفاد ہیں، اور تحصیلِ اخلاص جو علم و عمل کے لیے مانندِ روح ہے وہ طریقِ صوفیہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ جو نفع کہ طریقِ صوفیہ سے علم و عمل کو پہونچتا ہے وہ یہ ہے کہ علوم کلامیہ استدلالیہ کشفی ہو جاتے ہیں اور ادائیگیِ اعمال میں پوری پوری آسانی میسر آجاتی ہے، اور وہ سستی جو نفس و شیطان کی طرف سے ہوتی ہے زائل ہو جاتی ہے۔ (ایضاً)

اپنے دل کی تمام چاہتیں شیخ کامل کو سونپ دینا چاہئے

ایک درویش کا مقولہ ہے: اگر نخواستے داد۔

نداد ے خواست۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ عطا کرنا نہ چاہتا تو طلب کو ہی پیدا نہ کرتا۔ دولتِ طلب کو نعمت عظمیٰ تصور کر کے اس کے مخالف سے بچنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ طلب میں سستی راہ پا جائے اور اس حرارت میں برودت اثر کر جائے، طلب کے محفوظ رکھنے کے اسباب میں سے سب سے بڑا سبب ایک تو شکرِ خدا بجالانا

Marfat.com

ہے، طلب کے حاصل ہونے پر۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لئن شکرتم لازیدنکم (اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور بالضرور زیادہ عطا کروں گا تم کو) (طلب کے محفوظ رکھنے کا) دوسرا سبب، دوام التجاو تضرع ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تاکہ وہ طالب کے چہرۂ طلب کو اپنے "کعبۂ جمالِ لایزال" سے نہ پھیرے۔ اگر حقیقتِ التجاو تضرع (فی الحال) حاصل نہ ہو تو کم از کم صورتِ تضرع و نیاز مندی ہی کو ہاتھ سے نہ دے۔ حدیث: وان لم تبکو فتباکوا (اگر تم کو رونا نہ آئے تو بتکلف ہی گریہ کرو) اس حقیقت کو ظاہر کر رہی ہے، دردو شوق کی یہ محافظت اس وقت تک ہے جب تک کہ شیخ کامل و مکمل میسر نہ آئے اور جب ایسا شیخ مل جائے تو اپنی تمام دل کی چاہتیں اس بزرگ کو سونپ دے، اور جس طرح میت غسال کے ہاتھ میں ہوتی ہے اس طرح خود کو اس کے سپرد کر دے۔ ابتداءً طالب کو اپنی کمال پستی و خساست کی بناء پر جنابِ اقدس جل سلطانہ سے مناسبت نہیں ہوتی، اس لیے ایک "ذو جہتین برزخ" (جس کو عالمِ علوی و سفلی دونوں سے تعلق ہو) درکار ہے، اور وہ برزخ شیخ کامل ہے۔

(مکتوب ٦١ دفتر اول بنام سید محمود)

ناقص شیخ ہلاکت کا موجب ہے

طلب میں فتور و سُستی آجانے کے اسباب میں سے سب سے بڑا سبب، ایسے شیخ ناقص کی طرف رجوع کرنا ہے جس نے سلوک و جذبہ کو باقاعدہ طے نہیں کیا، اور (خواہ مخواہ) مسندِ مشیخیت پر بیٹھ گیا ہے۔ طالب کو اس کی صحبت زہرِ قاتل اور اس کی طرف رجوع کرنا مرضِ مہلک ہے۔ طالب کی بلند استعداد کو ایسی غلط صحبت پست کر دیتی ہے اور بلندی سے گڑھے میں دھکیل دیتی ہے مثال کے طور پر یوں سمجھو کہ اگر کوئی مریض کسی اناڑی طبیب سے دوا لے کر استعمال

Marfat.com

کرے، تو اس کا ایسا کرنا در حقیقت اپنے مرض میں اضافے کی کوشش کرنا، اور اس کے ساتھ ہی) ازالۂ مرض کی قابلیت کو بھی ضائع کرنا ہے۔ ہر چند وہ دَوا شروع میں کچھ تخفیف مرض کر دے لیکن وہ حقیقت میں مجسم مضرت ہے۔ اب اگر وہ مریض، طبیبِ حاذق کے پاس پہونچے گا تو وہ اولاً اس پہلی دوا کی تاثیر کو دور کرنے کے لیے مسہلات سے علاج کرے گا، جب اس پہلے اثر کا ازالہ ہو جائے، تب ازالۂ مرض کی فکر کرے گا۔ بزرگانِ نقشبندیہ کا مدارِ طریق، صحبت شیخ پر ہے۔ محض گفتگو سے کام نہیں بنتا، بلکہ ایسی صورت میں طلب کے اندر سُستی رونما ہو جاتی ہے ممکن ہے کچھ عرصہ بعد دہلی و آگرہ کی جانب ہمارا سفر واقع ہو۔ اس موقع پر اگر تم تنہا ہمارے پاس آجاؤ اور کچھ حاصل کر کے جلد واپس چلے جاؤ تو اس کی گنجائش ہے۔ اس سے زیادہ کہنا در دِسَر پیدا کرنا ہے۔

(مکتوب ٦١ دفتر اول بنام سید محمود)

انبیاء کی مشترکہ تعلیمات میں غیر حق کی نفی اور معبود حقیقی کی طرف دعوت شامل ہے

ان حضرات انبیاء کے کلماتِ متفقہ میں سے ایک کلمہ یہ ہے کہ غیر حق کی عبادت نہ کی جائے، نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے، نیز اللہ کے علاوہ مخلوقات میں سے کسی کو اپنا رب نہ قرار دیا جائے، غیرِ حق کی عبادت کی نفی کرنا، انبیاءؑ کے ساتھ مخصوص ہے۔ انبیاء کے متبعین کے علاوہ کوئی بھی اس دولت سے مشرف نہیں ہوا، اور انبیاء کے علاوہ کسی نے ان کلماتِ طیبات کے ساتھ تکلم نہیں فرمایا۔ منکرینِ نبوت اگرچہ خدائے تعالیٰ کو واحد کہتے ہیں مگر ان کا حال دو امر سے خالی نہیں، یا وہ اہلِ اسلام کی تقلید کرتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کو فقط "وجوب

Marfat.com

وجود" میں واحد جانتے ہیں، استحقاقِ عبادت میں نہیں! اہلِ اسلام کے نزدیک تو اللہ تعالیٰ وجوب وجود میں بھی واحد ہے اور استحقاق عبادت میں بھی واحد ہے۔ کلمہ طیبہ لاالہ الااللہ سے مراد باطل معبودوں کی عبادت کی نفی کرنا اور معبودیتِ حق تعالیٰ کو ثابت کرنا ہے۔ دوسری بات جو انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے یہ ہے کہ وہ تمام آدمیوں کی طرح خود کو بشر جانتے ہیں، اور معبودِ حقیقی اللہ تعالیٰ کو جانتے ہیں اور تمام لوگوں کو اسی کی طرف سر جھکانے کی دعوت دیتے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ کو حلول واتحاد سے منزہ کہتے ہیں۔ منکرینِ نبوت کا یہ حال نہیں ہے ان کے بڑے معبودیت کا دعویٰ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اپنے اندر حلول کیے ہوئے ثابت کرتے ہیں اور اس طرح اپنے کو مستحقِ عبادت قرار دیتے اور اپنی الوہیت کے اخلاق سے مطلق اجتناب نہیں کرتے۔ اسی وجہ سے وہ بندگی کے دائرے سے نکل کر گندے اعمال وافعال میں مبتلا ہو جاتے ہیں، ان کے ذریعے اباحت کا راستہ بھی خوب کھل جاتا ہے۔ (یہ نادان) گمان کرتے ہیں کہ صاحبانِ الوہیت کو کسی قسم کی روک ٹوک نہیں ہوا کرتی، لہٰذا یہ جو کچھ کہتے ہیں اس کو ٹھیک جانتے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں اس کو مباح سمجھتے ہیں اس طرح یہ خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ وائے ہے ان کے حال پر اور ان کے متبعین کے حال پر۔

(مکتوب ٦٣ دفتر اول بنام شیخ فرید بخاری)

روح اور جسم کی لذت والم کا ایک دوسرے سے متضاد ہونا

لذت والمِ دنیا دو قسم پر ہے: (١) جسمانی اور (٢) روحانی۔ جس چیز سے جسم کو لذت حاصل ہوتی ہے، روح کو (در حقیقت) اس سے تکلیف ہوتی ہے اور جس چیز سے جسم دردمند ہوتا ہے روح کو اس سے لذت ملتی ہے۔ پس روح و جسم ایک دوسرے کی ضد واقع ہوئے ہیں لیکن اس عالم آب وگل میں روح نے جسم کی

Marfat.com

قائم مقامی کرلی ہے اور جسم و جسمانیات میں گرفتار ہوگئی ہے۔ نیز حکم جسم پیدا کر کے وہ جسم کی لذت سے لذت یاب اور جسم کی تکلیف سے متاذی ہوتی ہے۔ یہ عوام کالانعام (چوپائے جیسے عوام) کا مرتبہ ہے آیۃ :-ثمّ رددناہ اسفل سافلین۔ (یعنی جب انسان کافر ہوا تو ہم نے اس کو فروتر اشیاء سے بھی زیادہ فروتر کردیا)۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں صادق ہے۔ وائے ہزار وائے اگر روح اس گرفتاری سے خلاصی نہ پائے اور اپنے وطن اصلی کی طرف رجوع نہ کرے۔ یہ روح کی بیماری ہے کہ وہ اپنے (حقیقی) الم کو لذت سمجھتی ہے اور (حقیقی) لذت کو الم تصور کرتی ہے۔ بالکل غلبۂ صفرا کے مریض کی طرح کہ وہ شیرینی کو تلخ محسوس کرتا ہے پس عقلا پر اس مرض کا دور کرنا لازم ہے تاکہ جسمانی آلام و مصائب میں خوش خوش رہ کر زندگی بسر کریں۔

(مکتوب ٦٤ دفتر اول بنام شیخ فرید بخاری)

دل شکستگی اور پریشان حالی اخلاص و عمل میں کمی کے ازالہ کا سبب ہیں

اگر اچھی طرح غور کیا جاتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ اگر دنیا میں درد و الم اور مصیبت کا وجود نہ ہوتا تو پھر تو دنیا کی قیمت ایک جو کے برابر بھی نہ تھی۔ اس دنیا کی ظلمتوں اور تاریکیوں کو یہاں کے مصائب و حوادث زائل کرتے ہیں۔ حوادث کی تلخی، کڑوی مگر فائدہ مند دوا کے مانند ہے جو مرض کو دور کر دیتی ہے۔ بعض دعوت ہائے عام میں اس فقیر کو محسوس ہوا ہے کہ کھانا پکایا گیا اور اس دعوت میں نیت خالص نہیں تھی۔ کچھ لوگ کھانا کھانے والوں میں سے شکوہ و شکایت کا دفتر کھول دیتے ہیں اور کھانے میں عیب نکالتے اور کھلانے والوں کی مذمت کرتے ہیں صاحبِ طعام جب یہ سنتا ہے تو اس کے دل میں شکستگی پیدا ہوتی ہے اور اس کی یہی شکستگیٔ قلب اس ظلمت کا ازالہ کر دیتی ہے جو خلوصِ نیت نہ ہونے کی وجہ

Marfat.com

سے کھانے میں پیدا ہو گئی تھی اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ دعوت قبول ہو جاتی ہے۔ اگر شکایت کرنے والے شکایت نہ کرتے اور صاحبِ دعوت کا دل نہ ٹوٹتا تو کھانا (عدم خلوص کی بناء پر) سراسر پُر از ظلمت و کدورت تھا، قبولیت کی ایسی صورت میں کیا گنجائش ہوتی، پس مدارِ کار شکستگیٔ قلب اور پریشان حالی پر ہے اور ہم "جویانِ عیش و تنعم" کے لیے یہ شکستگی، مشکل کام ہے۔ (ایضا)

انسان کی پیدائش کا مقصد خالق اکبر کے سامنے اس کی ذلت و خواری ہے

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (ہم نے جن و انس کو عبادت کے لیے پیدا کیا ہے) نص قطعی ہے (اب دیکھنا یہ ہے کہ عبادت کے کیا معنیٰ ہیں؟) عبادت سے مراد (اللہ کے آگے) ذلیل اور شکستہ ہونا ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ انسان کی پیدائش کا مقصد اس کی خواری و ذلت ہے (خالقِ اکبر کے سامنے) مسلمانوں اور دینداروں کا اس دنیا میں جو ان کا جیل خانہ ہے جویان عیش و عشرت ہونا دور از عقل بات ہے۔ آدمی کو محنت کشی کی مشق کیے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے، اور بار برداری کی ورزش کیے بغیر گذر نہیں۔

حضرت حق تعالیٰ ہم بے طاقتوں کو اس امر پر استقامت نصیب فرمائے۔ (ایضا)

دین کے معاملے میں مجنون فرد ہی کامل ایماندار ہے

اسلام اپنے آغاز میں اجنبیت اور کسمپرسی کی حالت میں رہا، اور جس طرح اس کا آغاز ہوا تھا عنقریب وہ پھر اسی طرح ہو جائے گا۔ پس خوشخبری ہے غربا کو یعنی ان لوگوں کو جو ایسی حالت میں اسلام سے وابستگی رکھنے کی بناء پر اس کے شریک حال ہوں)۔

غربتِ اسلام اس حد کو پہونچی ہے کہ کفار برملا طعنِ اسلام اور "ذم

Marfat.com

مسلمانان" کر رہے ہیں اور بے محابا احکامِ کفر کا اجراء اور اہل کفر کی مداحی کوچہ و بازار میں ہو رہی ہے۔ مسلمان اجرائے احکام سے روک دیئے گئے ہیں اور شریعت کی انجام دہی میں قابلِ ملامت و مطعون ہیں۔

پری نہفتہ رُخ و دیو در کرشمہ و ناز
بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

پری نے اپنا چہرہ پوشیدہ کر لیا اور دیو کرشمہ و ناز کا مظاہرہ کر رہا ہے، عقل حیرت کی وجہ سے سوختہ ہو گئی کہ یہ کیا معاملہ ہے؟

سبحان اللہ و بحمدہ

رونق شرعِ شریف، سلاطین کے ساتھ وابستہ بتلائی گئی ہے، مگر اب قضیہ بالکل الٹا ہے اور معاملہ برعکس ہے واحسرتا، واندامتا، واویلاہ ہم اس دَور میں آپ کے وجود کو غنیمت سمجھتے ہیں، اور اس "معرکۂ ضعیف و شکست خوردہ" میں آپ ہی کو ایک ایسا جرنیل سمجھتے ہیں جو خم ٹھونک کر میدانِ مقابلہ میں آ جائے۔ حق تعالیٰ آپ کا ناصر و مؤید ہے۔ بحرمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

حدیث شریف میں ہے: لن یؤمن احدکم حتیٰ یقال انہ مجنون (تم میں سے کوئی اس وقت تک ہرگز کامل ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک اس کو دین کے معاملہ میں مجنوں نہ کہا جائے)۔ اس وقت وہ جنون جس کی اصل، غیرتِ اسلام کی کثرت ہے، آپ کی طبیعت میں محسوس ہو رہا ہے الحمد للہ سبحانہ علیٰ ذالک۔ آج وہ زمانہ ہے کہ عمل قلیل کے مقابلے میں اجر جزیل عطا فرمائیں گے۔ اصحاب کہف سے ہجرت کے علاوہ اور کوئی عمل نمایاں نہیں ہے، مگر اسی ایک بروقت عمل نے ان کو فضائل عطا کیے۔ سپاہی غلبۂ اعدا کے وقت اگر تھوڑی سی جدوجہد کرتے ہیں تو اس کا بہت کچھ اعتبار ہوتا ہے بخلاف زمانۂ امن کے، یہ جہادِ

Marfat.com

قولی جو آج آپ کو میسر ہے۔ جہادِ اکبر ہے اس کو غنیمت سمجھئے، اور اس میں ترقی طلب کیجئے اس "جہاد گفتن" کو "جہاد کشتن" سے بہتر جانئے۔ ہم جیسے فقرائے بے دست وپا اس دولت سے محروم ہیں۔

دادیم ترا از گنج مقصود نشاں
گرما نرسیدیم تو شاید برسی

ہم نے تجھ کو خزانۂ مقصود کا پتہ دیدیا ہے اگر ہم وہاں تک نہ پہونچ سکے تو شاید تو ہی پہونچ جائے۔

(مکتوب ٦٥ دفتر اول بنام خان اعظم)

اہلِ کفر کے شعائر کے خاتمہ کی ترغیب کے بیان میں

حضرت خواجہ احرار فرمایا کرتے تھے :- "اگر میں مشیخیت پر آجاؤں تو کوئی دنیا میں میرے مقابلہ میں مرید نہ پاسکے۔ مگر مجھے تو کسی اور کام کے لیے ہی حکم دیا گیا ہے، اور وہ کام ترویجِ شریعت اور تائیدِ ملت ہے" چنانچہ خواجہ احرار سلاطین کے پاس جایا کرتے تھے اور اپنے تصرف سے ان کو مطیع بناتے تھے اور ان بادشاہوں کے ذریعہ ترویجِ شریعت کیا کرتے تھے۔ التماس یہ ہے کہ جبکہ حق تعالیٰ نے بزرگانِ نقشبندیہ کی محبت کی برکت سے آپ کی بات میں ایک تاثیر بخشی ہے اور آپ کی عظمتِ مسلمانی تمام اقران واماثل میں ظاہر ہوگئی ہے۔ سعی فرمائیں کہ کم از کم اہلِ کفر کے وہ شعائر جو اہلِ اسلام میں رائج ہوگئے ہیں ختم ہو جائیں اور مسلمان ان منکرات سے محفوظ رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری اور تمام مسلمین کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔ پچھلی سلطنت (عہدِ اکبری) میں تو دینِ مصطفویؐ کے ساتھ ایک دشمنی محسوس ہوتی تھی اس سلطنت (جہانگیری) میں بظاہر وہ دشمنی تو نہیں ہے، اگر ہے بھی تو عدم علم کی وجہ سے ہے، مگر خوف

Marfat.com

یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اس سلطنت میں بھی انجام کار دشمنیِ دین تک نوبت پہونچ جائے اور مسلمانوں کا معاملہ تنگ تر ہو جائے۔ (ایضا)

سعادت اتباع شریعت سے وابستہ ہے

زندگانی چند روزہ کو صاحبِ شریعت کی اتباع میں بسر کرنا چاہئے اس لیے کہ عذابِ اخروی سے چھٹکارا اور تنعّماتِ سرمدی تک پہونچنا اتباعِ شریعت کی سعادت ہی سے وابستہ ہے۔ پس مالِ نامی اور جنگل میں چرنے والے چوپایوں کی پوری پوری زکواۃ اور اس امر کو اموال و چہارم پائگاں میں نہ پھنسنے کا وسیلہ بنانا چاہئے۔ لذیذ کھانوں اور نفیس کپڑوں میں حظِ نفس کو ملحوظ نہ رکھا جائے بلکہ کھانے اور پینے کی چیزوں میں سوائے اس کے کہ ادائے عبادت پر قوت حاصل ہوگی اور کوئی نیت نہ کی جائے۔ اچھا کپڑا اس نیت سے پہنا جائے کہ قرآن میں فرمایا ہے: خذوا زینتکم عند کل مسجد (اے فرزندانِ آدم! نماز کے وقت زینت کو اختیار کرو) اگر حقیقتِ نیت میسر نہ ہو تو خود کو بہ تکلف ہی اس نیت پر لانا چاہئے۔ ہمیشہ حق تعالیٰ سے ملتجی رہنا چاہئے کہ حقیقتِ نیت میسر آجائے اور تکلّف سے نجات ملے۔

می تواند کہ دہد اشکِ مرا حُسن قبول
آں کہ درساختہ است قطرۂ بارانی

(جس ذات نے محض اپنے کرم سے بارش کے قطرے کو موتی بنا دیا ہے وہ میرے آنسو کو حسن قبول بھی عطا کر سکتا ہے)

علیٰ ہذا القیاس تمام امور میں علماءِ دیندار (جنھوں نے راہِ عزیمت اختیار کی ہے اور رخصت سے اجتناب کیا ہے) کے فتویٰ کے مطابق زندگی گذار کر اس امر کو وسیلۂ نجاتِ ابدی سمجھنا چاہئے۔ ما یفعل اللّٰہ بعذابکم ان شکرتم و

Marfat.com

آمنتم (اگر تم اللہ کا شکر ادا کرو گے اور اس پر ایمان لاؤ گے تو وہ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا)

(مکتوب ۷۰ دفتر اول بنام خان خانان)

دنیوی امور کو شریعت کے تابع رکھنا نجات کے لیے ضروری ہے

دین و دنیا کا جمع کرنا جمع اضداد کے قبیل سے ہے، پس طالب آخرت کو ترک دنیا ضروری ہوا۔ مگر چونکہ اس وقت حقیقت ترک میسر نہیں ہے بلکہ مشکل ہے اس لیے ضرور تا ترکِ حکمی پر اکتفا کر لیا جائے ترکِ حکمی سے مراد یہ ہے کہ امورِ دنیویہ میں شریعت کے مقتضا کا محکوم رہا جائے، کھانے پینے، رہنے سہنے میں حدودِ شرعیہ کی رعایت کی جائے، ان حدود سے تجاوز نہ کیا جائے۔ مالِ نامی میں اور جنگل میں چرنے والے مویشیوں میں زکوٰۃ ادا کی جائے۔ جب احکام شرعیہ کی بجا آوری سے آراستگی ہوئی مضرتِ دنیا سے نجات حاصل ہو گئی، اور دنیا آخرت کے ساتھ جمع ہو گئی۔ اگر یہ ترکِ حکمی بھی کسی کو میسر نہیں تو ایسا شخص بحث سے خارج ہے۔ وہ حکمِ منافق رکھتا ہے۔ محض صورتِ ایمان، آخرت میں اس کو سود مند نہ ہو گی۔ اس کو صورتِ ایمان سے بس یہ فائدہ حاصل ہو جاتا ہے کہ اس کا خون اور مال محفوظ ہو جاتے ہیں۔

من آنچہ شرط بلاغ است باتومی گویم
تو خواہ از سخنم پندگیر و خواہ ملال

اس کے کان موتیوں کے بار کی وجہ سے بھاری (بہرے) ہو گئے اسی وجہ سے میرا نالۂ و فغان نہیں سنتا۔

دیکھنا چاہئے کہ وہ کون سا صاحب نصیب ہے جو طمطراقِ دنیاوی، خدم و حشم، طعام ہائے لذیذ و چرب اور لباس ہائے فاخرہ کے ہوتے کلمۂ حق کو سمعِ

Marfat.com

قبول سے سُنے۔

کوشش از باردر گراں شدہ است
نشنود نالۂ و فغانِ مرا

مولانا قلیچ محمد خاں گورنر پنجاب وکابل (بعہد اکبری) کے صاحبزادے تھے ان کے مفصل حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

(مکتوب ۲۷ دفتر اول بنام خواجہ جہان)

دنیا بظاہر شیریں ہے، لیکن بباطن مردار ہے

اے فرزند! دنیا محلِ آزمائش وامتحان ہے۔ اس کے ظاہر کو رنگ برنگ کی باطلِ ٹیپ ٹاپ سے مزیّن اور اس کی صورت کو وہمی خال وخط اور زلف وحد سے آراستہ کر دیا گیا ہے۔ دنیا دیکھنے میں شیریں اور تروتازہ نظر آتی ہے لیکن فی الحقیقت یہ ایک مُردار ہے جس کو عطر آلود کر دیا گیا ہے۔ ایک کوڑی گھر ہے جو مکھیوں اور کیڑوں سے پُر ہے۔ ایک سراب ہے جو "آب نما" ہے ایک شکر جو زہر میں ملی ہوئی ہے۔ اس کا باطن سراسر خراب وابتر ہے۔ اس گندگی کے باوجود اس کا معاملہ اپنے لوگوں سے انتہائی بُرا ہے۔ اس دنیا کا فریفتہ (در حقیقت) دیوانہ اور جادو زدہ ہے۔ اس کی محبت میں جو گرفتار ہے وہ مجنوں اور فریب خوردہ ہے۔ جو شخص اس کے ظاہر پر لٹو ہوا وہ ابدی خسارے کے داغ سے داغدار ہو گیا، اور جس نے اس کی (ظاہری) حلاوت وطراوت پر (للچائی ہوئی) نظر ڈالی سرمدی ندامت اس کے حصے میں آئی۔

سَرورِ کائنات حبیبِ رب العٰلمین ﷺ نے ارشاد فرمایا: ماالدنیا والاخرۃ الا ضرتان ان رضت احدہما سخطت الاخریٰ (دنیا اور آخرت دونوں آپس میں سَوتن سَوتن ہیں، ان میں سے ایک راضی ہوئی تو

Marfat.com

دوسری ناراض ہوگئی)۔

بنابریں جس نے دنیا کو راضی کیا آخرت اس سے غصے میں رہی ناچار وہ آخرت سے بے نصیب رہا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو دنیا اور اہلِ دنیا کی محبت سے محفوظ رکھے۔

اے فرزند! جانتے ہو دنیا کس کو کہتے ہیں؟ جو چیز بھی اللہ تعالیٰ سے تم کو باز رکھے وہ دنیا ہے۔ پس زن و فرزند، مال و جاہ و ریاست (اگر یہ خدا سے غافل کردیں) نیز لہو و لعب اور لایعنی اشیاء میں مشغولیت یہ سب چیزیں داخلِ دنیا ہیں جو علوم آخرت میں کام آنیوالے نہیں، وہ بھی دنیاوی ہی ہیں۔ اگر علومِ نجوم و منطق اور ہندسہ و حساب اور ان جیسے دیگر عقلی علوم کی تحصیل آخرت میں کار آمد ہوتی تو تمام فلاسفہ اہلِ نجات ہوتے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ: بندے سے اللہ تعالیٰ کی روگردانی کی علامت یہ ہے کہ بندہ لایعنی مشاغل میں مشغول ہو۔

ہرچہ جز عشقِ خدائے احسن است
گر شکر خوردن بود جاں کندن است

عشقِ خداوندی کے دائرے سے جو چیز نکلی ہوئی ہے چاہے وہ شکر کا کھانا ہی ہو باعثِ ہلاکت ہے۔

(مکتوب ۷۳ دفتر اول بنام قلیج اللہ)

وہ علوم، جو فکرِ اعمالِ آخرت سے دور کریں وہ فریب دنیا میں شامل ہیں

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ علم نجوم، اوقاتِ صلوٰۃ کی پہچان کے لیے درکار ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ علمِ نجوم کی تحصیل کے بغیر معرفتِ اوقات حاصل ہی نہیں ہو سکتی، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ علمِ نجوم بھی معرفت کا ایک طریقہ ہے

Marfat.com

(علمِ نجوم ہی پر معرفت اوقات موقوف نہیں ہے)۔ چنانچہ بہت سے لوگ ہیں جو علمِ نجوم سے خبردار نہیں، لیکن اوقاتِ صلوٰۃ کو عالمانِ نجوم سے بہتر پہچانتے ہیں۔ قریب قریب یہی بات علم، منطق اور علمِ حساب وغیرہ علوم عقلیہ کی تحصیل کے بارے میں بھی ہے کہ وہ بعض علومِ شرعیہ میں درکار ہیں (یعنی علومِ شرعیہ کلیۃ ان علوم کے محتاج نہیں، البتہ ایک طریقۂ معرفت یہ علومِ عقلیہ بھی ہیں)۔ بہرحال بہت سے حیلوں کے بعد ان علومِ عقلیہ میں مشغول رہنے کا جواز نکلتا ہے، بشرطیکہ علومِ عقلیہ کے پڑھنے سے سوائے معرفت احکام شرعیہ اور تقویت ادلۂ کلامیہ کے اور کوئی مقصد نہ ہو اور اگر دوسرا کوئی مقصد ہوگا تو ہرگز جائز نہیں۔ ذرا غور کرو کہ اگر کسی امرِ مباح کے اختیار کرنے سے امورِ واجبہ کا فوت ہونا لازم آتا ہو تو وہ امرِ مباح، دائرۂ اباحت سے نکل جاتا ہے یا نہیں؟ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان علومِ عقلیہ میں (بغیر نیتِ صحیح و بغیر ضرورت) مشغول رہنا علوم شرعیہ میں مشغول رہنے کو فوت کر دیتا ہے۔ (ایضا)

نجات صورتِ اسلام سے نہیں، بلکہ یقین سے ہوگی

یاد رکھو صورتِ اسلام نجات نہیں دے گی، یقین پیدا کرنا چاہیئے۔ یقین کہاں ہے؟ یقین چھوڑ ظن، بلکہ وہم بھی نہیں ہے، ورنہ عقلا تو خطروں کے وقت وہم کا بھی اعتبار کر لیتے ہیں۔ اسی قسم کی ایک بات اور سنو حق تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: واللہ بصیر بما تعملون (اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے) اس ارشاد کے باوجود اعمالِ قبیحہ کیے جا رہے ہیں۔ اگر کسی حقیر سے حقیر آدمی کے متعلق بھی یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ ان اعمال قبیحہ کو دیکھ رہا ہے تو اس کے سامنے بُرے کام نہیں کریں گے۔ لامحالہ اس بات سے تو یہ سمجھا جائے گا کہ (ناعاقبت اندیش لوگ) خبرِ حق کا یقین و اعتبار نہیں کرتے۔ اب بتاؤ کہ اس قسم کا کردار

Marfat.com

ایمان ہے یا کفر ؟۔

(مکتوب ۳۷ دفتر اول بنام قلیج اللہ)

تجدید ایمان اور احکام شریعت پر عمل پیرا ہونے کی تاکید

آں فرزند پر لازم ہے کہ از سر نو تجدید ایمان کریں۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: جددوا ایمانکم بقول لا الٰہ الا اللہ (اپنے ایمان کو کلمہ طیبہ کے ذریعے تازہ کرو)۔ لہٰذا اللہ کی غیر پسندیدہ باتوں سے دوبارہ خالص توبہ کرو۔ اللہ نے جن چیزوں کی نہی فرمائی ہے اور جن کو حرام قرار دیا ہے ان سے علیحدہ رہو۔ پانچ وقت کی نماز پڑھو۔ اگر تہجد میسر ہو جائے تو زہے سعادت۔ ادائے زکوٰۃ بھی ارکانِ اسلام میں سے ہے، زکواۃ بھی نکالو۔ وہ طریقہ جس سے زکوٰۃ کی ادائیگی بسہولت ہو جاتی ہے یہ ہے کہ اپنے مال میں سے جو حقِ فقراء ہے (چالیسواں حصہ) اس کو سالانہ جدا کر لیا جائے اور اس کو زکوٰۃ کی نیت سے محفوظ رکھ کر سال بھر تک مصارفِ زکوٰۃ میں صرف کیا جائے، اس صورت سے ہر مرتبہ ادائے زکوٰۃ کی نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی، ایک مرتبہ نیت زکوٰۃ سے مال کا جدا کرنا کافی ہوگا ویسے تو فقراء و مستحقین پر بہتیرا خرچ کرتے ہوں گے، لیکن چونکہ نیتِ زکوٰۃ نہیں ہوتی اس لیے زکوٰۃ میں وہ رقم محسوب نہ ہوگی۔ اور جو صورت لکھی گئی ہے اس میں زکوٰۃ بھی اپنے ذمہ سے اتر جائے گی اور بے اندازہ خرچ سے بھی چھٹکارا ہو جائے گا۔ اگر بالفرض اس قدر رقمِ زکوٰۃ سال بھی میں فقراء پر خرچ نہ ہوئی اور کچھ باقی رہ گئی تو اس بقیہ کو بھی اپنے مال سے جدا رکھیں۔ ہر سال یہی طریقہ عمل میں لائیں۔ جب مالِ فقراء جدا کر لیا جاتا ہے، تو اگر آج اس کی ادائیگی کی توفیق نہ ہوئی تو شاید کل کو توفیق ہو جائے۔ (ایضا)

Marfat.com

نفس انسانی احکام الٰہی کی بجا آوری میں سرکش واقع ہوا ہے

اے فرزند! چونکہ نفسِ انسانی بالذات انتہائی بخیل اور احکامِ الٰہی کی بجا آوری میں سرکش واقع ہوا ہے، اس لیے ضرورت کی بناء پر بات پورے اہتمام سے کہی جارہی ہے ورنہ اموال واملاک سب اللہ کے ہیں، کسی کی کیا مجال کہ ان اموال کی زکوٰۃ دینے میں دیر لگائے۔ زکوٰۃ پوری شکر گذاری کے ساتھ ادا کرنا چاہئے۔ اسی طرح تمام عبادات میں کسی طرح پر اپنے آپ کو معاف نہ رکھا جائے۔ بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں بھی سعیِ بلیغ کرنا چاہئے اور کوشش کرنا چاہئے کہ کسی کا حق اپنے ذمہ نہ رہ جائے۔ دنیا میں بندوں کا حق ادا کرنا آسان ہے، یہاں ملائمت اور خوشامد سے بھی کام چل جائے گا اور آخرت میں بڑی مشکل آپڑے گی، کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکے گی۔ (ایضا)

حضرت واجب الوجود کی صفات میں دوسروں کی شرکت کیوں؟

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: وہم قوم لایشقی جلیسھم (یہ لوگ ہیں جن کا ہم نشین محروم وبد نصیب نہیں رہتا ہے)۔ آنحضرت ﷺ فقراء مہاجرین کے ذریعہ فتح کی دُعا اللہ تعالیٰ سے مانگا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ: "بہت سے پراگندہ بال ایسے ہیں جو دروازوں سے تو دھکے دے کر نکال دیے جاتے ہیں لیکن اللہ کے نزدیک اتنے عزیز ہیں کہ اگر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ ان کی قسم کو پورا کر دیں۔"

سعادت آثارا! تم نے ایک فقرہ اپنے خط میں میرے متعلق یہ لکھا تھا:- "خدیو نشأتین" (مالکِ دو جہاں) یاد رکھو یہ وہ صفت ہے جو حضرت واجب الوجود کے ساتھ مخصوص ہے، اس کی شان بہت بڑی ہے، عبد مملوک کسی چیز پر بھی

Marfat.com

قادر نہیں۔ اس کی کیا مجال کہ کسی طریقے سے اپنے مالک کے ساتھ مشارکت ڈھونڈھے اور راہِ خداوندی پر دوڑے۔ علی الخصوص عالمِ آخرت میں کہ وہاں مالکیت و ملکیت، کیا باعتبارِ حقیقت اور کیا باعتبارِ مجاز حضرتِ مالکِ یوم الدین (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ مخصوص ہے۔ حضرت حق جل مجدہ بروز قیامت ندا دیں گے : لمن الملك اليوم (آج کس کی بادشاہت ہے؟) اور خود ہی جواب میں فرمائیں گے :- لله الواحد القهار (یعنی آج اللہ واحد قہار کی بادشاہت و حکومت ہے) بندوں کو اس دن سوائے ہول و دہشت اور سوائے حسرت و ندامت کچھ متحقق و متصور نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اس دن کی شدت اور غایت اضطرابِ خلائق کی خبر ان الفاظ میں دے رہا ہے : ان زلزلة الساعة شيء عظيم يوم ترونها تذهل كل مرضعة عما ارضعت و تضع كل ذاتِ حمل حملها و ترى الناس سكارىٰ وماهم بسكارىٰ ولكن عذاب الله شديد (بیشک قیامت کا زلزلہ بڑا بھاری زلزلہ ہوگا، جس دن ہر دودھ پلانے والی دودھ پلانا بھول جائے گی اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی، اور تو لوگوں کو دیکھے گا کہ وہ نشہ میں ہیں، حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے ولیکن اللہ کا عذاب ہی شدید ہے)۔

(مکتوب ۴۷ دفتر اول بنام مرزا بدیع الزماں)

تقویٰ کی حقیقت، دین کا مدار تقویٰ پر ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : ما اتكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا (رسول جس چیز کو دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو)۔ اس آیت کے پیش نظر) مدارِ نجات دو باتوں پر ہوا : (۱) اوامر کی بجا آوری۔ (۲) نواہی سے باز رہنا اور ان دونوں جزوں میں جزو اخیر زیادہ اہم ہے کہ ورع و تقویٰ اسی کا نام ہے۔

Marfat.com

حدیث شریف میں ہے کہ: آنحضرتؐ کے سامنے ایک شخص کی عبادت و ریاضت کا ذکر کیا گیا اور دوسرے شخص کے تقویٰ کا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:- تقویٰ کے برابر کوئی چیز نہیں۔ آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:- تمہارے دین کا مدارِ کار تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔ انسان کی فرشتوں پر جو فضیلت ہے وہ اسی جزوِ اخیر کی بناء پر ہے اور مدارجِ قرب کی ترقی بھی اسی جزو سے ہوتی ہے اس لیے کہ ملائکہ پہلے جزو میں شریک ہیں لیکن ان میں ترقی مفقود ہے پس رعایتِ جزو اخیر (ورع و تقویٰ) اسلام کے اعلیٰ ترین مقاصد میں سے ہے اور اس جزو کی رعایت جس کا مدار حرام باتوں سے بچنے پر ہے، پورے طریقے پر اس وقت میسر ہو سکتی ہے کہ فضول مباحات سے پرہیز کیا جائے اور مباحاتِ ضروریہ پر اکتفا کیا جائے اس لیے کہ ارتکابِ مباحات کی لگام ڈھیلی چھوڑ دینا، امورِ مشتبہات تک پہونچادے گا اور مشتبہ، حرام کے قریب ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: من حام حول الحمی یوشک ان یقع فیہ (جس نے چرایا اپنے جانوروں کو شاہی سبزہ زار کے آس پاس، قریب ہے کہ چرائے وہ اس کے اندر یعنی وہ جانور شاہی چراگاہ میں داخل ہو جائیں گے جو کہ ممنوع ہے)۔ پس کمالِ تقویٰ کے حصول کے لیے مباحات پر بقدرِ ضرورت اکتفاء ضروری ہوا، اور وہ بھی ادائے وظائفِ بندگی کی نیت سے مشروط ہو کر ورنہ (بغیر نیت کے) اس قدر بھی وبال ہے اور قلیل بھی حکمِ کثیر رکھتا ہے۔ اور چونکہ فضول مباحات سے پورے طریقے پر بچنا خصوصاً اس زمانہ میں بہت ہی کم ہے، لہٰذا ایسا تو ہو کہ محرمات سے اجتناب کو لازم کر کے حتی الامکان فضولِ مباحات کے دائرۂ ارتکاب کو تنگ تر کر دیا جائے اور فضولِ مباحات کے (کبھی کبھار) ارتکاب کے بعد ہمیشہ استغفار اور التجا و تضرع ہونا چاہیئے، ممکن ہے اس سے بھی وہی نتیجہ پیدا ہو جائے جو فضولِ مباحات سے کلیۃ

Marfat.com

پرہیز سے ہوتا۔۔۔ ایک درویش کا قول ہے کہ مجھے عاصیوں کا انکسار عبادت گذاروں کی جدوجہد سے زیادہ پسند ہے۔ محرمات سے بچنا دو قسم پر ہے :-ایک قسم حقوق اللہ سے تعلق رکھتی ہے، دوسری قسم حقوقِ عباد سے۔ ان سے دوسری قسم کی رعایت بہت ضروری ہے، اللہ تعالیٰ تو غنیِ مطلق اور ارحم الراحمین ہے اور بندے فقراء و محتاج ہیں اور بالذات بخیل و لئیم۔ (اس لئے ان کے حقوق کی ادائیگی ضرور ہونا چاہئے)۔

بندوں کے حقوق کی عدم ادائیگی اور آخرت کا افلاس

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: جس کسی پر اپنے بھائی کا کسی قسم کا کوئی حق ہو اس کو چاہئے کہ دنیا ہی میں اس کو معاف کرالے اس دن کے آنے سے پہلے کہ اس کے پاس کوئی دینار و درہم نہ ہو گا، اگر اس کے پاس کوئی عمل صالح ہو گا تو اس حق کے بقدر اس عمل کو لے لیا جائے گا، اور اس کے پاس حسنات نہ ہوں گے تو حقدار کے گناہ لے کر اس پر لاد دیے جائیں گے۔ آپؐ نے صحابہؓ سے ایک مرتبہ فرمایا کہ :- جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا :- ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہوں نہ مال و متاع !۔ فرمایا :- نہیں ! میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوٰۃ (سب اعمال حسنہ) لے کر آیا لیکن اس حال میں کہ کسی کو گالی دی تھی، کسی پر تہمت دھری تھی، کسی کا مال غصب کر لیا تھا، کسی کا خون بہا دیا تھا، کسی کو زدوکوب کیا تھا۔ پس ان سب آدمیوں کو اس شخص کے حسنات دیدئے جائیں گے اور جب حسنات ختم ہو جائیں گے تو ان لوگوں کی خطائیں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی، پھر اس کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ (ایضا)

Marfat.com

اسلامی شریعت سابقہ شریعتوں کے اعمال کا عطر اور ملائکہ کے اعمال کا جوہر ہے

یہ امر ثابت اور مقرر شدہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تمام کمالاتِ اسمائی و صفاتی کے جامع ہیں اور بر سبیلِ اعتدال ان سب کمالات کے مظہر ہیں، اور جو کتاب آپ پر نازل ہوئی ہے وہ ان تمام کتبِ سماوی کا خلاصہ ہے جو انبیاء علیہم السلام پر اتریں۔ نیز جو شریعت آنحضرت ﷺ کو عطا فرمائی گئی وہ بھی تمام شرائعِ سابقہ کا زبدہ و خلاصہ ہے۔ جن اعمال کا یہ شریعتِ حقہ مطالبہ کرتی ہے وہ اعمال پچھلی شریعتوں کے اعمال، بلکہ ملائکہ کے اعمال سے بھی منتخب ہیں، اس لیے کہ بعض ملائکہ فقط رکوع کے مامور ہیں اور بعض فقط سجدے کے، اور بعض محض قیام کے اور ایسے ہی امم سابقہ میں بعض امتیں صبح کی نماز کی مامور تھیں بعض دوسری نمازوں کی اس شریعت میں امم سابقہ اور ملائکہ مقربین کے اعمال کا خلاصہ منتخب کر کے ان منتخب اعمال کا حکم دیا گیا ہے۔ پس اس شریعت کی تصدیق کرنا اور اس کے تقاضے کے مطابق عمل کرنا در حقیقت تمام شرائع کی تصدیق کرنا اور تمام شرائع کے تقاضوں پر عمل کرنا ہے۔ ایسے ہی اس شریعت کی تکذیب اور اس پر عمل نہ کرنا بھی تمام شریعتوں کی تکذیب اور ان کے تقاضوں پر عمل پیرا نہ ہونا ہے۔ یہی حال ہے آنحضرت ﷺ کے انکار کا کہ ان کی رسالت کا منکر ہونا جمیع کمالاتِ اسمائی و صفاتی کا انکار کرنا ہے اور ان کی تصدیق کرنا تمام کمالاتِ اسمائی و صفاتی کی تصدیق کرنا ہے، لہٰذا اس شریعت کا اور آنحضرت کا جھٹلانے والا، لامحالہ بدترین امم قرار دیا جائے گا۔

(مکتوب ۷۹ دفتر اول بنام جباری خان)

Marfat.com

تہتر فرقوں میں فرقہ اہل سنت وجماعت فرقہ ناجیہ ہے

(یوں تو) تہتر فرقوں میں سے ہر فرقہ اتباعِ شریعت کا دعویٰ کرتا ہے اور اپنی نجات پر یقین رکھتا ہے (خود قرآن میں ہے) کل حزب بما لدیھم فرحون (ہر گروہ اور پارٹی خوش ہے اس چیز پر جو اس کے پاس ہے)۔ لیکن نجات یافتہ ہونے کی) وہ دلیل و نشانی جس کو پیغمبر صادق ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے، یہ ہے کہ :۔"فرقہ ناجیہ وہ ہے جو اس طریقہ پر ہو، جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں"۔ یہ فرمادینا بظاہر کافی ہوتا کہ "جس طریقے پر میں ہوں" مگر اصحابؓ کا ذکر بھی اپنے ساتھ فرمایا، اس کی وجہ یہ قرار دی جاسکتی ہے کہ سب جان لیں کہ میرا طریقہ وہی ہے جو میرے اصحاب کا ہے، لہٰذا طریقِ نجات صحابہؓ کی ہی اتباع کے ساتھ متعلق ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :۔من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ (جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی) معلوم ہوا کہ اطاعتِ رسولؐ ہی عین اطاعتِ حق ہے آنحضرتؐ کی اطاعت کے خلاف جو کچھ ہے وہ اللہ کی نافرمانبرداری ہے۔ جو لوگ اطاعتِ خدا کو اطاعتِ رسولؐ کا منافی و مخالف تصور کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے کفر کی اطلاع اس طرح دیتا ہے :۔

یریدون ان یفرقوا بین اللّٰہ و رسلہ و یقولون نومن ببعض و نکفر ببعض و یریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا اولئک ہم الکفرون حقا (وہ لوگ چاہتے ہیں کہ تفرقہ کریں اللہ کے درمیان اور اس کے پیغمبروں کے درمیان (اطاعت کے معاملے میں) اور وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لاتے ہیں بعض پیغمبروں پر اور بعض کا ہم انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کوئی درمیانی راستہ (من مانا) نکال لیں وہ لوگ یقیناً حالتِ کفر میں ہیں) (مکتوب ۸۰ دفتر اول بنام مرزا فتح اللہ حکیم)

Marfat.com

صحابہ کرام کی فضیلت

صحابہؓ پر طعن کرنا در حقیقت پیغمبرؐ پر طعن کرنا ہے۔ جس نے رسولؐ کے صحابہؓ کی تعظیم و توقیر نہ کی وہ رسولؐ پر ایمان لایا ہی کب ؟۔ اگر اصحابِ نبیؐ میں کوئی خباثت تھی تو (نعوذ باللہ) یہ بات پیغمبرؐ تک پہونچے گی۔ اللہ ہمیں ایسے بُرے اعتقاد سے بچائے۔ علاوہ ازیں جو احکامِ شرعیہ قرآن و احادیث کی راہ سے ہم تک پہونچے ہیں وہ صحابہؓ کے توسط اور ذریعے سے ہی تو پہونچے ہیں۔ صحابہؓ قابلِ طعن ہوں گے تو انہوں نے جو چیزیں نقل کی ہیں وہ بھی قابلِ طعن ہوں گی، اور یہ بات کسی ایک کے ساتھ یا چند کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ کل کے کل صحابہؓ عدالت، صدق اور تبلیغ میں مساوی ہیں۔ پس ان میں سے کسی پر طعن و تبرا کرنا دین پر طعن کرنا ہے۔ اللہ اس جرأت بیجا سے پناہ میں رکھے اور اگر طعن و لعنت کرنے والے یوں کہیں کہ ہم بھی بعض اصحابؓ کی تابعداری کرتے ہیں، اور یہ کیا ضروری ہے کہ تمام اصحابؓ کے تابع ہوں، سب کی تابعداری ممکن بھی نہیں ہے، اس لیے کہ ان کی رایوں اور طریقوں میں اختلاف ہے۔ میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ بعض صحابہؓ کی پیروی اس وقت کار آمد ہو سکتی ہے جب کہ باقی صحابہؓ میں سے کسی کا انکار اس کے ساتھ ساتھ نہ ہو اور اگر کسی کا بھی انکار ہوا تو کسی کی بھی تابعداری متحقق نہ ہوگی۔ مثال کے طور پر یوں سمجھو کہ حضرت امیر علیؓ بن ابی طالبؓ نے خلفاءِ ثلاثہؓ کی تعظیم و توقیر کی ہے اور ان کو مقتدیٰ جان کر ان سے بیعت کی ہے۔ لہذا خلفاءِ ثلاثہؓ سے انکار کی صورت میں حضرتِ امیرؓ کی تابعداری کا دعویٰ محض غلط ہے، بلکہ خلفاءِ ثلاثہؓ سے انکار فی الحقیقت حضرت امیرؓ سے انکار اور ان کے اقوالِ صریح اور ان کے اعمال کا رد کرنا ہے، رہا احتمالِ تقیہ، سو وہ حضرت علی شیرِ خداؓ کے بارے میں کرنا کبھی عقل کی بات ہے۔ عقلِ

صحیح ہرگز یہ بات تجویز نہیں کرتی کہ شیرِ خداؓ، باوجود کمالِ معرفت و شجاعت (تقریباً) تیس سال خلفاءِ ثلاثہؓ کا بغض اپنے سینہ میں چھپائے رہیں، اور جو بات دل میں تھی اس کے برخلاف ظاہر کریں، اور (نعوذ باللہ) منافقانہ انداز میں ان سے ملتے جلتے رہیں۔ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلم کے اندر بھی اس قسم کے نفاق کا تصور نہیں کیا جاسکتا (چہ جائیکہ اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالبؓ)

غور کرو اس قسم کی باتوں سے حضرتِ امیرؓ کی طرف کس طرح مغلوبیت اور فریب دہی کی نسبت کی جارہی ہے، اور اگر بفرضِ محال شیرِ خدا (حضرت علیؓ) کے بارے میں تقیہ تجویز کر بھی لیا جائے، تو اس کا کیا جواب ہے کہ خود آنحضرت ﷺ نے اصحابِ ثلاثہ کی عزت و توقیر کی ہے اور شروع سے آخر تک ان کو قابلِ عزت قرار دیتے رہے ہیں۔ اس مقام پر تو "تقیہ" کی کچھ بھی گنجائش نہیں نکلتی۔ پیغمبر ﷺ پر تبلیغ واجب ہے، ان کی شانِ اقدس تک "تقیہ" کو راستہ دینا زندیقیت کی منزل پر پہونچاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پیغمبر ﷺ سے فرمایا ہے: "اے رسول! آپ اُس بات کی تبلیغ کیجئے جو آپ پر نازل کی گئی ہے آپ کے رب کی طرف سے۔۔۔۔ الخ"۔

یہ بات مُسلم ہے کہ نبی کے قول و فعل کو خطا پر محمول کرنا جائز نہیں ہے ورنہ اس کی شریعت کے اندر خلل پیدا ہوتا ہے۔ پس جب آنحضرت ﷺ سے خلفاء کی تعظیم و توقیر ہی ظاہر ہوئی اس کے خلاف کوئی بات ظاہر نہ ہوئی تو معلوم ہوا کہ ان کی تعظیم و توقیر کرنا خطا سے محفوظ تھا، اور یہ تعظیم و توقیر زوال پانے والی نہیں ہے غیر فانی ہے۔

اب میں اصلِ سخن کی طرف متوجہ ہو کر معترضین کے اعتراض کا جواب وضاحت سے دیتا ہوں کہ تمام صحابہؓ کی تابعداری اصولِ دین میں لازم ہے، اور

Marfat.com

صحابہؓ اصول میں ہر گز کوئی اختلاف نہیں رکھتے تھے، اگر ان کا اختلاف ثابت ہے تو وہ فروع میں ہے۔ اب جو بھی ان میں سے کسی پر طعن کرنے والا ہے وہ سب کی تابعداری سے محروم ہے۔ صحابہؓ آپس میں اصول کے اندر متفق ہیں، لیکن ان اکابرِ دین سے انکار کی نحوست خود منکرین کو اختلاف میں ڈال دیتی ہے اور اتفاق کے دائرے سے باہر لے آتی ہے، بلکہ کسی شخصیت کا انکار اس کی بات کے انکار تک پہونچا دیتا ہے۔ دیکھو تمام صحابہؓ شریعت کے مبلغ ہیں ان میں سے ہر ایک سے کچھ نہ کچھ ہم تک پہونچا ہے۔ قرآن کو بھی ہر ایک صحابی سے ایک یا ایک سے زیادہ آیتیں لے لے کر جمع کیا گیا ہے، پس کسی ایک صحابی کا انکار اس آیت سے انکار ہے جو اس سے پہونچی تھی۔ اس سے واضح ہو گیا کہ منکرِ بعض صحابہؓ کے لیے جمیعِ شریعت پر عملدر آمد میسر نہیں ہے اب نجات اور فلاح کہاں ؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : افتومنون ببعض الكتاب و تكفرون ببعض فما جزاء من يفعل ذالك منكم الاخزیٰ فی الحیوٰة الدنیا و یوم القیامة یردون الیٰ اشد العذاب (کیا تم بعض حصۂ کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو، پس تم میں سے جو کوئی ایسا کرتا ہے اس کی سزا اس کے سوا کچھ نہیں کہ دنیا میں ذلت اور قیامت کے دن سخت ترین عذاب۔۔ پس سوچنا چاہئے کہ ان اکابر (صحابہؓ) کا انکار، قرآن کے انکار تک پہونچتا ہے۔ پناہ بخدا۔

(مکتوب ۸۰ دفتر بنام مرزا فتح اللہ حکیم)

نماز باجماعت کی ترغیب اور صورت نماز و حقیقت نماز کی تشریح

آدمی کو جس طرح درستی اعتقاد کے بغیر چارہ نہیں، اعمال صالحہ کی ادائیگی کے بغیر بھی چارہ نہیں ہے، اور جامع ترین عبادات اور مقرب ترین اطاعت نماز کا ادا کرنا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا : الصلوٰۃ عماد الدین فمن

Marfat.com

اقامہا فقد اقام الدین و من ترکہا فقد ہدم الدین (نماز دین کا ستون ہے جس نے نماز کو قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے نماز کو چھوڑا اس نے دین کو ڈھا دیا) اور جس کسی کو نماز کی مواظبت و پابندی نصیب ہوتی ہے اس کو فحشاء اور منکر سے بھی محفوظ رکھا جاتا ہے۔ ان الصلوٰۃ تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر (بیشک نماز فحش اور بُری بات سے منع کرتی ہے) یہ آیت میری بات کی تائید کر رہی ہے۔ اگر نماز بے حیائی اور برائی سے نہیں بچا رہی تو سمجھو کہ صورتِ نماز ہے حقیقت نماز نہیں ہے۔ مگر جس وقت تک حقیقت حاصل نہ ہو جائے صورت کو بھی ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیئے۔ اگر کُل نہ مل سکے تو کُل کو چھوڑا بھی نہ جائے۔ اکرم الاکرمین (حق تعالیٰ) اگر صورتِ نماز ہی کا (حقیقت جیسا) اعتبار کرلے تو اس کی شان سے یہ بھی بعید نہیں۔ پس تم پر لازم ہے کہ جماعت کے ساتھ اور خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرو، اس لیے کہ یہ نماز سببِ نجات و فلاح ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قد افلح المؤمنون الذین ہم فی صلوٰتہم خاشعون (فلاح یاب و کامیاب ہوگئے وہ بندے جو کہ اپنی نمازوں میں خشوع و خضوع کرنے والے ہیں)۔

(مکتوب ۸۵ دفتر اول بنام مرزا فتح اللہ حکیم)

صالح نوجوان کے لیے لائحہ عمل

اے فرزند! آج جب کہ فرصت کا وقت ہے اور اسبابِ جمعیت سب حاصل ہیں (کار خیر میں) تاخیر اور ٹال مٹول کی گنجائش نہیں ہے۔ نوجوانی کے بہترین زمانہ کو بہترین اعمال میں یعنی طاعت و عبادتِ مولیٰ ہیں صَرف کرنا چاہیئے۔ محرمات اور مشتبہات شرعیہ سے پرہیز کر کے پانچ وقت کی نماز باجماعت اپنے اوپر لازم کرنا چاہیئے۔ نصاب کی موجودگی میں زکوٰۃ کا ادا کرنا بھی ضروریاتِ اسلام میں

Marfat.com

سے ہے، اس کو بھی رغبت بلکہ جذبۂ احسان مندی کے ساتھ ادا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالِ کرم سے تمام دن رات میں (صرف) پانچ وقت ادائے عبادت کے لیے مقرر فرمائے ہیں اور مالِ نامی اور جنگل میں چرنے والے جانوروں میں سے چالیسواں حصہ (تحقیقی یا تقریبی طور پر) فقراء کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ اور مباحات کے تصرف کا میدان وسیع کر دیا ہے۔ بڑی بے انصافی کی بات ہے کہ رات دن کی ساٹھ گھڑیوں میں سے دو گھڑی بھی عبادتِ الٰہی میں مصروف نہ ہوں، اور چالیس میں سے ایک حصہ بھی فقراء کو نہ دیا جائے، اور "دائرۂ وسیعۂ مباحات" سے قدم باہر رکھ کر محرمات اور مشتبہات میں گامزنی کی جائے۔ ایامِ جوانی میں، کہ نفسِ امارہ کے تسلط اور شیطانِ لعین کی حکومت کا زمانہ ہے عملِ قلیل کو اجرِ کثیر کے مقابلے میں قبول کیا جاتا ہے۔ کل کو جب بڑھاپے کی عمر آجائے گی، قوت میں کمی رونما ہوگی اور اسبابِ جمعیت قلب پراگندہ ہو جائیں گے اس وقت سوائے ندامت اور پشیمانی کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کل کا موقع ہی نہ دیا جائے، اور ندامت و پشیمانی جو کہ ایک قسم کی توبہ ہے میسر نہ ہو سکے، عذابِ ابدی اور عقوبت سرمدی، جس کی خبر پیغمبر صادق ﷺ نے دی ہے، اور نافرمانی کرنے والوں کو اس سے ڈرایا ہے، سامنے ہے، شیطان آج "کرمِ پروردگار" کا فریب دیکر سُستی میں ڈال رہا ہے، اور عفوِ خداوندی کو بہانہ بنا کر ارتکابِ معاصی کرا رہا ہے۔ خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ دنیا محل آزمائش ہے یہاں دوست اور دشمن دونوں کو ملا جلا رکھا گیا ہے۔ دونوں کو "مشمول رحمت" بنایا گیا ہے۔ (ارشادِ باری تعالیٰ) رحمتی وسعت کل شیٔ (میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے) سے اس کا پتہ چل رہا ہے (مگر) قیامت کے دن دشمن کو دوست سے جُدا کر دیں گے۔ آیہ کریمہ:-

Marfat.com

وامتازو الیوم ایہا المجرمون (اے مجرمو! آج کے دن جدا ہو جاؤ) اس بات کا پتہ دے رہی ہے۔ قیامت میں "قرعۂ رحمت" "بنامِ دوستاں" آئے گا اور دشمنوں کو مطلقاً محروم و ملعون کر دیا جائے گا: فسا کتبہا للذین یتقون و یؤتون الزکوٰۃ والذین ہم بایٰتنا یؤمنون (یقیناً میں اپنی رحمتِ کاملہ حصہ میں کروں گا انہی بندوں کے جو کفر و معاصی سے پرہیز کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں)۔ یہ آیت کریمہ، حقیقت کو واضح کر رہی ہے۔ الحاصل کرم و رحمت کو آخرت میں ابرار اور نیکوکار اہلِ اسلام کے ساتھ مخصوص رکھا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ ایمان والوں کے لیے خاتمہ بالخیر ہونے کی صورت میں رحمتِ خداوندی سے حصہ ہے، اگرچہ (اپنے اعمالِ بد کی پاداش میں) ایک زمانۂ دراز تک عذابِ دوزخ کو بھگت کر نجات پائیں لیکن ظلمتِ معاصی اور احکام سماوی سے (مطلق و مسلسل) بے پرواہی، نورِ ایمان کو سلامت لے جانے کا موقع کب دیتی ہے؟ علماء نے فرمایا ہے کہ: صغیرہ پر اصرار کرنا کبیرہ تک، اور کبیرہ پر اصرار کفر تک پہونچا دیتا ہے۔ پناہ بخدا۔ (مکتوب ۹۶ دفتر اول بنام محمد شریف)

اخلاق حسنہ کا خاکہ احادیث کی روشنی میں

چند احادیث نبوی جو تذکیر و وعظ کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں لکھی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان احادیث کے مطابق عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ لطف و نرمی کرنے والا ہے اور وہ لطف و نرمی کو پسند کرتا ہے اور وہ نرمی پر جو عطا فرماتا ہے وہ سختی و درشتی پر اور نرمی کے علاوہ کسی چیز پر نہیں دیتا۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ: آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا: اے عائشہؓ!

Marfat.com

اپنے اوپر نرمی کو لازم کرلو، سختی و درشتی اور گفتگو میں حد سے تجاوز کرنے سے باز رہو۔ بیشک نرمی جس چیز میں پائی جاتی ہے اس کو آراستہ کردیتی ہے اور جس چیز میں سے نکال لیجاتی ہے اس کو عیب دار کردیتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ: جو شخص نرمی سے محروم کردیا گیا وہ نیکی سے محروم کردیا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ: میرے نزدیک تم میں زیادہ محبوب وہ ہے جو اخلاق میں زیادہ اچھا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ: جس کسی کو نرمی و ملائمت کا حصہ دیا گیا اس کو دنیا و آخرت کی نیکی دے دی گئی اور یہ بھی فرمایا کہ: حیا، ایمان کی شاخ ہے اور ایمان والا بہشت میں جائے گا۔ بے حیائی اور بیہودہ گوئی بدی کی بات ہے اور بدی والا جہنم میں جائے گا۔ بے شک و شبہ خداوند کریم حد سے گذرنے والے بیہودہ گو کو دشمن رکھتا ہے۔ کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ کون ہے جو آتشِ دوزخ پر حرام ہے اور آتشِ دوزخ اس پر حرام ہے؟ (سنو!) ہر اس شخص پر آتش دوزخ حرام ہے جو آہستہ رو، نرم طبع، لطف و مہربانی کی وجہ سے لوگوں سے نزدیک اور نرم خو ہے۔ مسلمان (نرمی کے مواقع میں) نرم طبع اور مطیع ہوتے ہیں اس اونٹ کی طرح جس کی ناک میں مہار ڈالدی گئی ہو، اس اونٹ کو جب کھینچا جاتا ہے مطیع ہو کر کھینچ جاتا ہے اور جب کسی پتھر پر بٹھاتے ہیں بیٹھ جاتا ہے۔ اور جو شخص غصہ کو پی جائے حالانکہ غصہ کے مطابق عملدرآمد کی قوت رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن تمام اولین اور آخرین کے مجمع میں بلائے گا اور اس کو اختیار دے گا کہ جس حور کو چاہے پسند کرے۔ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا: مجھے کوئی نصیحت فرمایئے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''غصہ مت کرنا'' اس شخص نے پھر کئی بار یہی عرض کیا کہ: مجھے نصیحت کیجئے۔ آپ نے ہر مرتبہ یہی ارشاد فرمایا کہ: ''غصہ مت کرنا'' آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اہلِ بہشت کی خبر

Marfat.com

نہ دوں ؟ (سنو!) ہر ضعیف و حقیر سمجھا جانے والا شخص مگر (عند اللہ اس مرتبے کا) کہ جب وہ اللہ پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ اس کی قسم کو پورا کر دے۔ فرمایا کہ کیا میں خبر نہ دوں اہلِ دوزخ کی ؟ (سنو) ہر وہ شخص جو سخت مزاج، سخت گو، جھگڑالو اور متکبر ہے۔ (آنحضرت ؐ نے فرمایا ہے کہ) جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اگر وہ کھڑا ہے پس اس کو بیٹھ جانا چاہیئے۔ اس طریقے سے اگر غصہ چلا جائے۔ تو بہتر ہے ورنہ کروٹ کے بل لیٹ جائے فرمایا کہ : غصہ کرنا ایمان کو اس طرح تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ جس طرح ایلوا، شہد کو خراب کر دیتا ہے۔ فرمایا : جس کسی نے اللہ کے واسطے تواضع اختیار کی، اللہ نے اس کو اونچا کر دیا، پس وہ تواضع و انکساری کرنے والا اپنے نزدیک حقیر ہے مگر لوگوں کی آنکھوں میں عظیم ہوتا ہے، اور جس کسی نے تکبر اختیار کیا اللہ نے اس کو حقیر و پست کر دیا، پس وہ لوگوں کی آنکھوں میں حقیر ہے، اور اپنے نزدیک بڑا بنا ہوا ہے حتیٰ کہ لوگوں کی نظروں میں وہ کتے اور سور سے بھی زیادہ ذلیل ہو جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا : اے پروردگار! تیرے نزدیک تیرے بندوں میں عزیز ترین کون ہے ؟ فرمایا : وہ شخص جس کو سزا دینے پر قدرت ہو اور معاف کر دے (بیہقی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ : جو اپنی زبان کو قابو میں رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیب ڈھانپ لے گا اور جو کوئی اپنے غصہ کو پی جائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے اپنے عذاب کو دور رکھے گا، اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے عذر خواہی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول فرمائے گا یہ بھی فرمایا کہ : جس کسی پر اپنے بھائی کا کوئی حق ہو، مثلاً کسی کی ہتک عزت کی ہو، یا کچھ اور بے انصافی و حق تلفی کی ہو، تو اس کو چاہیئے کہ آج ہی اس حق کو معاف کرائے، اس وقت سے پہلے جبکہ اس کے پاس دینار و درہم نہ ہوں گے، اگر اس کے پاس اعمالِ صالحہ ہوں گے تو ان میں سے اس

Marfat.com

ظلم کے بقدر لے لیا جائے گا اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کے گناہوں کا بوجھ اس ظالم پر ڈال دیا جائے گا۔ نیز فرمایا آنحضرت ﷺ نے: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ: مفلس وہ ہے جس کے پاس مال و متاع نہ ہو فرمایا: میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوٰۃ (سب کچھ اعمالِ خیر) لے کر آئے گا، مگر اس حال میں آئے گا کہ کسی کو گالی دی تھی، کسی پر تہمت دھری تھی، کسی کا مال ناحق کھالیا تھا، کسی کا خون بہایا تھا، اور کسی کو مارا پیٹا تھا۔ پس ان مظلوموں میں سے ہر ایک کو ظالم کے حسنات دیدیئے جائیں گے، اگر اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں اور ابھی پورے طریقے پر ادائیگی حقوق نہیں ہوئی تو ان مظلوموں کے گناہ لیے جائیں گے اور وہ گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے اور اس ظالم کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔

حضرت معاویہؓ نے حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ کو لکھا کہ: مجھے کوئی وصیت لکھ بھیجئے؟ حضرت عائشہؓ نے ارقام فرمایا: سلام ہو تم پر بعد سلام کے واضح ہو، میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: جس کسی نے لوگوں کی ناراضگی کا خیال نہ رکھتے ہوئے اللہ کی خوشنودی کو طلب کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی کارسازی کرے گا اور لوگوں کی ناراضگی و روگردانی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔ اور جس کسی نے لوگوں کی خوشنودی طلب کی اور اللہ کی ناراضگی کا خیال نہ کیا تو پھر اللہ اس کو لوگوں کے سپرد کردے گا (مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی مدد سے محروم کر کے اسی جیسے محتاج لوگوں کے سپرد فرمادے گا) والسلام علیک"۔

جنابِ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے صحیح فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق دے جن کی خبر مخبر صادق ﷺ

Marfat.com

نے دی ہے۔

(مکتوب ۹۸ دفتر اول بنام عبد القادر)

صوفیائے کرام کی حالت سکر کی باتیں میری رگ فاروقیت کے جوش کا سبب بن جاتی ہیں

آپ نے لکھا تھا کہ شیخ عبد الکریم یمنی نے کہا ہے کہ: "حق تعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے"۔

مخدوما! فقیر کو اس قسم کی باتیں سُننے کی بالکل طاقت نہیں۔ میری رگِ فاروقیت (ایسی باتوں سے) بے اختیار جوش میں آجاتی ہے اور تاویل و توجیہ کا موقع نہیں دیتی۔ چاہے ایسی باتیں شیخ کبیر یمنیؒ کی ہوں یا شیخ اکبر شامیؒ کی۔ ہمیں تو کلامِ محمد عربیؐ درکار ہے، نہ کہ محی الدین عربیؒ، صدر الدین قونویؒ، اور عبد الرزاق کاشیؒ کا کلام۔ ہم کو نص (قرآن و حدیث) چاہئے، نہ کہ فص (فصوص الحکم کا کوئی باب)۔ فتوحات مدینہ (احادیث نبویہؐ) نے ہم کو "فتوحاتِ مکیہ" (تصنیف شیخ اکبرؒ) سے بے نیاز کر دیا ہے۔ حق تعالیٰ نے خود اپنے کو علم غیب کے ساتھ موصوف کیا ہے اور خود کو عالم الغیب فرمایا ہے، لہٰذا اس سے علمِ غیب کی نفی کرنا بہت ہی قبیح بات ہے اور فی الحقیقت یہ حق تعالیٰ کی (یک گونہ) تکذیب ہے غیب کے کچھ اور معنی بیان کرنا بھی اس قول کی قباحت دور نہیں کرتا۔

منصور نے اگر انا الحق کہا، یا حضرت بایزید بسطامیؒ نے سبحانی کہا، تو وہ اپنے قول میں غلبۂ حال کی بنا پر معذور و مغلوب ہیں لیکن وہ بات جو تم نے دریافت کی ہے "احوال" سے نہیں ہے، اس کا تعلق علم سے ہے۔۔۔ اس قول میں کوئی عذر معتبر نہیں، اور اس مقام میں کوئی تاویل مقبول نہیں۔ سُکر والوں کے کلام کی تاویل کی

Marfat.com

جاتی ہے اور اس کو ظاہر سے پھیرا جاتا ہے نہ کسی اور کے کلام کو اگر اس کلام کے متکلم کا مقصود اس کلام سے یہ ہے کہ ملامتِ خلق حاصل ہو اور لوگ اس سے متنفر ہوں، تو یہ بات بھی قبیح ہے ملامتِ خلق حاصل کرنے کے لیے تو اور بہت سے راستے ہیں۔ یہ کیا ضرور ہے کہ کوئی اپنے آپ کو سرحد کفر تک پہونچائے۔(اور پھر ملامت مول لے)۔

(مکتوب ۱۰۰ دفتر اول بنام ملا حسن کشمیری)

سودی قرض لینے میں فقط زائد ہی حرام نہیں، بلکہ کل رقم حرام ہے

تم نے ایک دن یہ کہا تھا کہ سود فقط زیادتی کا نام ہے مثلاً دس ٹکوں کے عوض جو بارہ ٹکے دیے جائیں اس میں دو ٹکے کی زیادتی ہی حرام ہے۔ جب کتب فقیہہ کی طرف رجوع کیا گیا تو ظاہر ہوا کہ شریعت میں ہر وہ معاملہ جس میں زیادتی ہے وہ ربا ہے، پس یہ (سودی قرضے کا) معاملہ ضرور حرام ہوگا، اور حرام کے ذریعے جو کچھ حاصل کیا جائے گا وہ بھی حرام ہوگا، لہٰذا وہ دس ٹکے بھی ربا اور حرام ہوں گے کتاب جامع الرموز اور روایات کتاب ابراہیم شاہی کے بھیجنے سے مقصود اسی معنیٰ کا اظہار تھا۔ باقی رہی احتیاج کی بات، سو مخدوم من! حرمتِ سود تو نصِ قطعی سے ثابت ہوئی ہے اور محتاج وغیر محتاج سب کو شامل ہے۔ یہاں پر محتاج کی تخصیص کرلینا اس حکم قطعی کے منسوخ قرار دینے کا مرادف ہے۔ رہی روایت قنیہ وہ اس درجہ کی نہیں کہ حکم قطعی کو منسوخ کرڈالے۔ مولانا جمال لاہوری جو علماءِ لاہور میں بڑے درجے کے عالم ہیں فرماتے تھے کہ بہت سی روایتِ قنیہ اعتماد کے قابل نہیں ہیں اور کتبِ معتبرہ کے مخالف ہیں۔ اور اگر اس روایت کو تھوڑی دیر کے لیے صحیح مان بھی لیا جائے تو احتیاج کو اضطراب و مخمصہ کی منزل میں اتارنا چاہئے تاکہ اس قسم کا مخصص یہ دوسری آیت ہوجائے: فمن اضطرفی

Marfat.com

مخمصۃ الآیہ (جو شخص بھوک سے لاچار ہو جائے درآنحالیکہ کسی گناہ کی طرف مائل نہ ہو پس بخشنے والا خدا مہربان ہے) کیونکہ از روئے قوت، آیت ہی آیت کے برابر ہو سکتی ہے۔۔۔ اور اگر محتاج کو عام کر دیا جائے (اضطرار کی قید نہ لگائی جائے) پھر تو کوئی صورتِ بھی حُرمت رِبا کی نہ نکل سکے گی، اس لیے کہ جو بھی (اپنی جیب سے) زیادہ روپیہ دینا قبول کر لیتا ہے اس کی علت کوئی نہ کوئی احتیاج ضرور ہوتی ہے، بے ضرورت کون اپنے ضرر و نقصان کا مرتکب ہوتا ہے ایسی صورت میں اللہ کے نازل کردہ حکم کا کوئی فائدہ مرتب نہ ہوگا۔ اور اگر علیٰ سبیل فرض المحال۔ عمومِ احتیاج کو تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی اس سودی روپے سے کھانا پکانا اور لوگوں کو کھلانا داخل احتیاج ہرگز نہیں ہے کوئی ضرورت اس سے متعلق نہیں ہے۔

(مکتوب ۱۰۲ دفتر اول بنام ملا مظفر)

اہل باطل کی ریاضیات خاکروب کی محنت کی طرح ہیں

اہلِ باطل نے ریاضات و مجاہدات بہت کچھ کئے ہیں لیکن چونکہ وہ موافق سنت نہیں ہیں اس لیے بے وقعت ہیں۔ اگر کوئی اجر ان ریاضاتِ شاقہ پر مرتب بھی ہوتا ہے تو وہ زیادہ سے زیادہ دنیا کا کچھ نفع ہوتا ہے۔ تمام دنیا ہی کون سی حیثیت رکھتی ہے کہ اس کے تھوڑے سے منافع کا اعتبار کیا جائے۔ ان لوگوں کی مثال خاکروب کی سی ہے کہ اس کی محنت سب سے زیادہ ہوتی ہے اور اجرت سب سے کم۔ تابعین شریعت کی مثال ایسی ہے جیسا کہ الماس کے ذریعہ جواہر نفیسہ میں کاریگری کرنے والے، کہ ان کا کام کم اور اجرت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ (موافق سنت) ایک ساعت کا عمل، ہو سکتا ہے کہ اجر میں ایک لاکھ برس کے نیک عمل کے برابر ہو۔ وجہ یہ ہے کہ جو عمل بموافقتِ شریعت واقع ہوتا ہے وہ پسندیدہ

Marfat.com

حق تعالیٰ ہوتا ہے، اور خلافِ شریعت عمل، ناپسندیدۂ حق ہے۔ پس غیر پسندگی کی صورت میں ثواب کی کیا امید ہو سکتی ہے بلکہ سزا کا ڈر ہوتا ہے۔ اس حقیقت کی عالمِ مجاز میں بھی نظیر موجود ہے، تھوڑی سی توجہ سے بات بخوبی سمجھ میں آجاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمام سعادتوں کا سرمایہ، متابعتِ سنت ہے، اور تمام فسادات کا ہیولیٰ مخالفتِ سنت و شریعت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو متابعتِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر ثابت قدم رکھے۔ (مکتوب ۱۱۴ دفتر اول بنام صوفی قربان)

صحبت کی فضیلت تاثیر کے اعتبار سے سب سے زیادہ ہے

اس کو اہم ترین کام میں صرف کرنا چاہئے اور وہ صحبتِ اربابِ جمعیت ہے۔ صحبتِ نیک سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ دیکھو اصحابِؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحبت ہی کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ سب سے افضل ہیں۔ چاہے وہ اویس قرنیؒ یا عمر ابنِ عبدالعزیزؒ ہی کیوں نہ ہوں۔ حالانکہ یہ دونوں بزرگ نہایت درجات اور غایتِ کمالات کو پہونچے ہوئے تھے مگر صحبتِ نبویؐ سے تو مشرف نہ تھے۔ بیشک صحبتِ نبویؐ کی برکت سے حضرت امیر معاویہؓ کی خطاءِ اجتہادی اویس قرنیؒ اور عمر ابنِ عبدالعزیزؒ کے صواب سے بہتر ہے، اور حضرت عمرو ابن العاصؓ کا سہوان دونوں کے صحو سے اچھا ہے، اس لیے کہ صحابہؓ کا ایمان بہ برکتِ صحبتِ اقدس شہودی ہو گیا تھا۔ دیدارِ رسولؐ حضورِ فرشتہ، شہودِ وحی اور معائنہ معجزات کی بنا پر صحابہؓ کے علاوہ یہ کمالات جو کہ تمام کمالات کی اصل ہیں اوروں کو حاصل نہیں اگر اویس قرنیؒ فضیلتِ صحبت نبویؐ کو اس حیثیت کے ساتھ جان جاتے تو صحبتِ نبوی سے ان کے لیے کوئی امر مانع نہ ہوتا، اور اس فضیلت پر وہ کسی چیز کو ترجیح نہ دیتے۔ "اللہ اپنی رحمت کے لیے جس کو چاہتا ہے چھانٹ لیتا ہے"۔

Marfat.com

سکندر رانمی بخشند آبے
بزور و زر میسر نیست ایں کار

اے اللہ! اگرچہ تو نے ہم کو صحابہؓ کے زمانہ میں پیدا نہیں کیا، مگر ہم کو قیامت میں ان کے ہی زمرے میں محشور کرنا

(مکتوب ۲۰ ادفتر اول بنام یار محمد بدخشی)

انسان پر اپنے حالات کی تفتیش لازم ہے

حدیث میں آیا ہے کہ بندے سے اللہ کی روگردانی کی علامت، بندے کا لایعنی میں مشغول ہونا ہے۔ کسی نفل میں اس طرح مشغول ہونا کہ اس سے کسی فرض سے روگردانی ہوتی ہو لایعنی میں داخل ہے۔ لہٰذا انسان پر اپنے حالات کی تفتیش لازم ہے تاکہ معلوم ہو کہ اس کا اشتغال کس چیز میں ہے نفل میں یا فرض میں، ایک نفلی حج کے لیے کئی ممنوعات کا مرتکب ہونا کیا درست ہوگا؟ اچھی طرح غور کریں صاحبِ عقل کو اشارہ کافی ہوتا ہے۔

(مکتوب ۲۳ ادفتر اول بنام مولانا طاہر بدخشی)

خدمتِ والدین حسنات ہے، لیکن وصول مع اللہ مقصود ہے

تم نے یہاں آنے کے بارے میں توقف کا عذر (خدمتِ والدین) پیش کیا ہے وہ صحیح ہے اور اس سلسلہ میں جو بھی زیادہ سے زیادہ ہو سکے کرنا چاہئے اور اپنے آپ کو ان کی زیادہ خدمت کرنے کے بعد بھی کوتاہ عمل سمجھنا چاہئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ہم نے حکم دیا انسان کو اپنے والدین کے ساتھ احسان کرنے کا، اس کی ماں نے اس کو بدشواری اپنے شکم میں اٹھایا ہے اور بدشواری اس کو جنا ہے" یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "میری شکر گذاری کر اور اپنے والدین کی بھی

Marfat.com

شکر گذاری کر"، لیکن اس تمام اہمیت کے باوجود اس بات کا بھی یقین ہونا چاہئے کہ یہ سب کچھ مطلبِ حقیقی تک پہونچنے کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہے۔

ہر چہ جز عشقِ خدائے احسن است گر شکرِ خوردن بود جاں کندن است

اللہ تعالیٰ کا حق، تمام خلائق کے حقوق پر مقدم ہے۔ خلائق کی خدمت بھی اللہ ہی کے حکم کی بجا آوری ہے۔ ورنہ کس کی مجال تھی کہ اللہ کی اطاعت کے سوا دوسرے کی خدمت میں مشغول ہوتا۔ پس مخلوق کی خدمت حکمِ خداوندی کی بنا پر منجملۂ خدمات حق ہیں۔ لیکن خدمت، خدمت میں فرق ہوتا ہے۔ (ایک معنیٰ کر) کھیتی کرنے والے اور ہل چلانے والے بھی خدمتِ بادشاہی کرتے ہیں۔ لیکن "خدمتِ مقربان" کا اور ہی مقام ہے۔ اس موقع پر زراعت و کاشتکاری کا نام لینا بھی سخت برا ہے۔ ہر کام کی اجرت اس کام کی حیثیت کے مطابق ہوتی ہے۔ کاشتکار تمام دن ہل چلانے کے بعد تھوڑی سی اجرت حاصل کرتا ہے اور مقرب شاہی ایک ساعت میں لاکھوں روپیوں کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اور اس کے باوجود ان لاکھوں سے اس کو تعلق خاطر نہیں ہوتا، وہ بدستور پابندِ شاہ ہی رہتا ہے اور بس......

(مکتوب ۲۱۷ دفتر اول بنام ملا صف احمد رومی)

راہ سلوک میں درمیانی منزل کو اصل منزل سمجھنا

راہِ سلوک، انتہائی طویل راہ ہے۔ نیز مقصود، انتہائی بلندی پر ہے، اور ہمتیں انتہا درجے کی کوتاہ ہیں۔ (اس راہِ میں) درمیانی منزلیں جو آتی ہیں وہ مانندِ "سراب مطلب نما" ہیں پناہ بخدا انسان درمیان کو انتہا سمجھ کر غیر مقصد کو مقصد سمجھ بیٹھتا ہے، اور "چوں" کو "بیچوں" تصور کرتا ہے (بالآخر) مطلبِ حقیقی تک پہونچنے سے رہ جاتا ہے۔ ہمت کو بلند رکھنا چاہئے۔ کسی "حاصل" پر قناعت نہ

Marfat.com

کر کے (قربِ خدا کو) وراء الوزاء میں ڈھونڈھنا چاہئے۔ اس قسم کی ہمت کا حاصل ہونا شیخِ مقتدا کی توجہ سے وابستہ ہے اور اس کی توجہ مرید و مقتدی کی محبت اور اخلاص کے بقدر ہوتی ہے۔

فقراء کے دروازے کی خاکروبی اغنیاء کے یہاں کی صدر نشینی سے بہتر ہے

اے بوالہوس (انسان) تیرا معاملہ دو حال سے خالی نہیں ہے۔ مجلسِ اغنیاء میں، جمعیتِ دل دیں یا نہ دیں۔ اگر جمعیت دل دیں تو برا ہے اور اگر نہ دیں تو یہ اس سے برا ہے، جمعیت دل دیں تو یہ استدراج ہے پناہ بخدا اور اگر نہ دیں تو خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق ہے۔ (سنو) فقراء کے دروازہ کی خاکروبی، اغنیاء کے یہاں کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔ یہ بات آج تمہاری عقل میں آئے یا نہ آئے۔ آخرکار سمجھ میں آجائے گی اور اس وقت کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ تم کو عمدہ کھانوں کی آرزو اور لباسِ فاخرہ کی تمنا نے اس بلا میں لا ڈالا ہے۔ ابھی کچھ نہیں گیا ہے۔ اصلی کام کی فکر کرو اور جو چیز حق تعالیٰ (کے قرب) سے روکے اس کو دشمن سمجھ کر اس سے بھاگو اور پرہیز کرو۔ ان من ازواجکم و اولادکم عدوا لکم فاحذروھم (راہِ خدا سے روکنے والی) تمہاری بیویاں اور تمہاری اولاد تمہارے دشمن ہیں ان سے پرہیز کرو یہ نص قاطع ہے۔ مجھے حقوقِ صحبت نے اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ ایک مرتبہ تم کو نصیحت کی جائے اب تم اس پر عمل کرو یا نہ کرو۔ (تمہیں اختیار ہے)

(مکتوب ۳۲ دفتر اول بنام مولانا محمد صدیق بدخشی)

ادائے صلوٰۃ میں حاصل ہونے والی لذت میں نفس کا کوئی حصہ نہیں

عبادت میں لذت پانی اور اس کی ادائیگی میں کلفت کا نہ ہونا اللہ کے بڑے انعامات میں سے ہے۔ خصوصاً ادائے صلوٰۃ میں مذکورۂ بالا بات غیر منتہی کو میسر

Marfat.com

نہیں ہے۔ علی الخصوص ادائے صلوٰۃ فرض میں اس لیے کہ ابتداء میں (غیر منتہی کو بھی کسی قدر) صلوٰۃ نافلہ کی ادائیگی سے لذت یاب کر دیا جاتا ہے، لیکن "نہایت النہایت" میں یہ نسبت فرائض سے متعلق ہو جاتی ہے...... منتہی کے نزدیک ادائے فرض بڑی اہم چیز ہوتی ہے۔

"ایں کارِ دولت است کنوں تا کرا رسد"

یہ بھی جاننا چاہئے کہ وہ لذت جو عین ادائے صلوٰۃ میں حاصل ہوتی ہے نفس کا اس میں کچھ حصہ نہیں ہے۔ اس لذت یابی کے عالم میں نفس نالہ و فغاں کے اندر مشغول ہوتا ہے۔ سبحان اللہ (نماز کا بھی) کیا مرتبہ ہے ؟۔

ھنیئا لارباب النعیم نعیمھا (اربابِ نعمت کو انکی نعمتیں مبارک ہوں)

ہم جیسے بوالہوس کو تو اس قسم کی باتیں بیان کرنا ہی بسا غنیمت ہے۔

بارے بہ ہیچ خاطر خود شادمی کنم

یہ بھی واضح ہو کہ دنیا میں نماز کا وہ درجہ ہے جو آخرت میں دیدارِ باری تعالیٰ کا ہے۔ دنیا میں نہایتِ قرب، نماز کے اندر ہے، اور آخرت میں نہایتِ قرب، اللہ کے دیدار کے وقت ہوگا۔ اور یہ بھی جان لو کہ تمام عبادات نماز کے لیے وسیلہ ہیں، اور نماز مقاصد میں سے ہے۔ (مکتوب ۱۳۷ دفتر اول بنام حاجی خضر افغان)

اہل دنیا کی صحبت سمِ قاتل ہے

فرزند ارشد! اس مبغوضہ دنیا سے خوش نہ ہوں، اور جنابِ قدس میں دوامِ توجہ کے سرمایہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ (انسان کو) اس بات کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ وہ کیا چیز فروخت کر رہا ہے اور کیا خرید رہا ہے۔ آخرت کو دنیا کا عوض

Marfat.com

قرار دینا اور حق تعالیٰ سے روگردانی کر کے مخلوق میں پھنس جانا اول نمبر کی بیوقوفی کی بات ہے۔ دنیا اور آخرت کا جمع کرنا، جمعِ اضداد کے قبیل سے ہے ...... ان دونوں ضدوں میں سے جس کسی ایک کو چاہے اختیار کر لے ...... (مگر خوب سمجھ لے کہ) عذابِ آخرت ابدی ہے، اور متاعِ دنیا قلیل ہے۔ دنیا مبغوضۂ حق تعالیٰ ہے، اور آخرت اللہ کی پسندیدہ ہے۔ ؎

عش ماشئت فانک میت والزم ماشئت فانک مفارقہ

(زندہ رہ جتنا چاہے، تجھے موت ضرور آنی ہے۔ جس چیز کو جی چاہے اس کو لازم پکڑ لے، تجھ کو اس چیز سے مفارقت ضروری ہے)۔ زن و فرزند کی فکر کو چھوڑ کر ان کی تدبیر و کارسازی کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہئے، خود کو مردہ تصور کرنا اور مہمات امور کو اللہ کے حوالے کرنا چاہئے۔ ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروھم۔ نص قاطع ہے۔ اس کو کئی مرتبہ سُنا ہوگا۔ خواب خرگوش کب تک؟ ہوش میں آنا ضروری ہے۔ اہل دنیا کی صحبت اور ان سے اختلاط سمِ قاتل ہے۔ اس سمِ قاتل کا مارا ہوا موتِ ابدی میں گرفتار رہے گا...... امراء کے دسترخوان کا لقمۂ چرب مرضِ قلبی کو بڑھاتا ہے۔ الحذر، الحذر، الحذر! ؎

من انچہ شرطِ بلاغ است باتو می گویم تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

(مکتوب ۳۸ دفتر اول بنام شیخ بہاؤالدین سرہندی)

اہل دنیا کی صحبت سے اس طرح بھاگو، جس طرح شیر سے بھاگتے ہو

اہلِ دنیا کی صحبت سے اس سے بھی زیادہ بھاگو جتنا شیر سے بھاگتے ہو، اس لیے کہ شیر پھاڑے گا تو زیادہ سے زیادہ موت دنیوی واقع ہو جائے گی جو آخرت میں مفید ہے، لیکن اختلاطِ ملوک ہلاکِ ابدی اور خسارۂ سرمدی کا باعث ہے۔ ان

Marfat.com

کی صحبت سے بچو، ان کے لقمہ سے پرہیز کرو، ان کی محبت اور ان کی رویت سے حذر کرو۔ بات جو اتنے اہتمام سے کہی جارہی ہے وہ اس بنا پر ہے کہ میں جانتا ہوں کہ لقمۂ چرب اور صحبت ناجنس نے آں فرزند کے دل کو وعظ و نصیحت کے سمجھنے سے دور کر دیا ہو گا وہ صرف ایک یا دو باتوں سے متاثر نہ ہو گا۔ مکرر الحذر، الحذر امراء کی صحبت سے، اور الحذر الحذر ان کی رویت سے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو اس بات سے محفوظ رکھے جس سے ہمارا و تمہارا رب راضی نہ ہو۔ (ایضا)

ترویجِ دین کی دولت عظمیٰ کا حصول کس شہباز کو ملتا ہے؟

محبت آثار! رنج و محنت لوازمِ محبت سے ہیں۔ فقر، اختیار کرنے کیلئے درد و غم لابد ہے۔

غرض از عشق توام چاشنی درد غم است ورنہ زیرِ فلک اسبابِ تنعم چہ کم است

دوستِ حقیقی پراگندگی چاہتا ہے، تاکہ اس کے غیر سے کلیۃً انقطاع حاصل ہو جائے۔ مقامِ عشق میں، بے آرامی میں آرام، سوز میں ساز، بیقراری میں قرار اور جراحت میں راحت ہے۔ اس مقام میں فراغت طلب کرنا، خود کو محنت میں ڈالنا ہے۔ اپنے آپ کو پورے طریقے سے محبوب حقیقی کے سپرد کر دینا چاہیئے۔ جو کچھ بھی اس کی طرف سے آئے انتہائی رضامندی کے ساتھ اس کو قبول کیا جائے۔ چیں بجبیں نہ ہونا چاہیئے یہی طریقۂ زندگی ہے۔

(مکتوب ۴۰ دفتر اول بنام محمد معصوم کابلی)

سب سے بڑی نعمت جوانی میں ذکر و اعمال صالحہ پر استقامت ہے

کیا اچھی ہے یہ نعمت کہ اللہ تعالیٰ بندے کو عنفوانِ شباب میں توفیق توبہ

Marfat.com

نصیب فرمادے اور اس پر استقامت بخشے۔ کہا جاسکتا ہے کہ تمام دنیا کی نعمتیں اس ایک نعمت کے مقابلہ میں ایسی ہیں جیسے ایک دریائے عمیق کے مقابلہ میں شبنم۔ یہ نعمت، موجبِ رضائے الٰہی ہے، اور رضائے الٰہی تمام دنیوی اور اخروی نعمتوں میں اونچا مقام رکھتی ہے۔ ورضوان من اللہ اکبر (اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی چیز ہے)۔

(مکتوب ۴۶ دفتر اول بنام شرف الدین حسین)

روحانیت مشائخ سے فریب میں مبتلا ہونا

دو مکتوب پے در پے پہونچے مکتوب اول نے حصول و سیر الی کی اطلاع اور مکتوبِ ثانی نے تشنگی و بے حاصلی کی خبر دی الحمد للہ اعتبار خاتمہ اور آخری حالت کا ہے۔ جو شخص سیراب ہو جائے وہ بے حاصل ہے اور جس نے خود کو بے حاصل جانا وہ واصل ہے۔ تم سے بار بار کہا گیا ہے کہ روحانیتِ مشائخ اور ان کی امدادات سے دھوکے میں نہ پڑ جانا۔ درحقیقت مشائخ کی صورتیں شیخِ مقتدا کے لطائف ہوتے ہیں کہ وہ لطائف ان کی صورتوں میں ظہور پذیر ہو جاتے ہیں۔ قبلۂ توجہ کے لئے وحدت شرط ہے۔ توجہ کو پراگندہ کرنا موجب زیاں کاری ہے۔ پناہ بخدا۔ (مکتوب ۴۸ دفتر اول بنام ملا محمد صادق)

غلبہ سکر میں اطاعت اللہ و اطاعتِ رسولؐ کی متضاد تعبیریں اور صحیح راہ کی نشاندہی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ (جو رسول کی اطاعت کرتا ہے بیشک وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے)۔ (اس ارشاد میں) اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے اطاعتِ رسول کو عین اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ اطاعتِ خدا ہی نہیں جو اطاعتِ رسول کے بغیر ہو۔ اس حقیقت کو موکد کرنے کے لیے کلمۂ قدؔ لایا گیا، تاکہ کوئی نادان ان دونوں اطاعتوں میں جدائی اور تفرقہ پیدا نہ کر سکے۔ اور ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دے سکے۔ جیسا کہ ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"یریدون ان یفرقوا بین اللّٰہ و رسلہ و یقولون نؤمن ببعض و نکفر ببعض و یریدون ان یتخذوا بین ذالك سبیلا اولائك هم الکفرون حقا۔ (جو لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفرقہ کریں، اور جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لاتے ہیں بعض پر، اور نامعتقد ہوتے ہیں بعض کے، اور وہ چاہتے ہیں کہ کوئی درمیانی راہ اختیار کرلیں، وہ لوگ یقیناً کافر ہیں)۔ ہاں بعض مشائخ کبار قدس اللہ اسرارہم نے سکر اور غلبۂ حال کی بنا پر ایسی باتیں کہی ہیں جو ان دو اطاعتوں کے بارے میں تفرقے کی اطلاع اور ایک کی محبت کو دوسرے کی محبت پر ترجیح دینے کی خبر دیتی ہیں۔ مثلاً یہ ایک حکایت نقل کی جاتی ہے کہ: سلطان محمود غزنوی اپنے ایام بادشاہت میں "خرقان" کے پاس اترے، اور اپنی فرودگاہ سے اپنے وکلاء کو شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کی خدمت میں بھیجا اور التماس کیا کہ حضرت شیخ اس کی (سلطان غزنوی کی) ملاقات کو آئیں اور اپنے وکیلوں سے کہدیا تھا کہ اگر شیخ کی طرف سے میری ملاقات میں تامل و توقف محسوس کریں، تو یہ آیہ کریمہ پڑھ دیں: اطیعو اللّٰہ و اطیعوالرسول و اولی الامر منکم (اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی اور اپنے میں سے اولی الامر کی اطاعت کرو)۔ چنانچہ جب وکلاء نے شیخ خرقانیؒ کی طرف سے ملاقاتِ شاہ میں توقف محسوس کیا، تو یہ آیت پڑھ دی۔ شیخ نے جواب دیا کہ: میں "اطیعوا اللّٰہ" میں اتنا گرفتار ہوں کہ شرمندۂ اطیعو الرسول ہوں، اطاعتِ اولی الامر

Marfat.com

تو اس سے آگے کی بات ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ خرقانیؒ نے اطاعتِ حق کو اطاعتِ رسول کا غیر جانا۔ یہ بات (غلبۂ سُکر کی بنا پر ہے، اور) استقامت سے دور ہے۔ مشائخ مستقیم الاحوال اس قسم کی باتوں سے بچتے ہیں اور شریعت، طریقت اور حقیقت کے تمام مدارج میں اطاعتِ حق کو اطاعتِ رسول ہی میں مضمر جانتے ہیں۔ اس اطاعتِ حق کو جو اطاعتِ رسول کے مخالف ہو، عین ضلالت سمجھتے ہیں۔

اسی طرح یہ حکایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ: شیخ ابو سعید ابو الخیرؒ کی مجلس منعقد تھی، ساداتِ خراسان کے ایک سید بھی اس مجلس میں بیٹھے تھے، اتنے میں ایک مجذوبِ مغلوب الحال اس مجلس میں آیا، حضرت شیخ ابو سعیدؒ نے اس مجذوب کو اس سیّد پر (بسلسلۂ تعظیم) ترجیح دی۔ سیّد کو یہ بات ناگوار گذری، تو شیخ نے فرمایا کہ: آپ کی تعظیم بواسطۂ محبتِ رسول ہے، اور اس مجذوب کی تعظیم بواسطۂ محبت حق ہے۔ اس قسم کا تفرقہ بھی اکابرِ تقسیم الاحوال تجویز نہیں کرتے۔ وہ محبتِ رسولؐ پر غلبۂ محبتِ حق کو سُکرِ حال کے قبیل سے سمجھتے ہیں اور زائد بات جانتے ہیں ہاں یہ بات ضرور ہے کہ مقامِ کمال میں جو کہ مرتبۂ ولایت ہے محبتِ حق سبحانہ غالب ہوتی ہے اور مقامِ تکمیل مین جو کہ مقامِ نبوت جانتے ہیں...... محبت رسولؐ غالب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اطاعتِ رسولؐ پر (جو کہ عین اطاعتِ حق ہے) ثابت قدم رکھے۔ والسلام......

(مکتوب ۵۲ دفتر اول بنام شیخ فرید بخاری)

سالک کو اغیار سے آزادی فنائے کلی کے بعد حاصل ہوتی ہے

اللہ کا شکر ہے کہ وہ اپنے طالبوں کو اپنی طلب مین بیقرار و بے آرام رکھتا ہے اور اس بے آرامی میں اس آرام سے نجات بخشتا ہے جو اس کے غیر کے ساتھ

Marfat.com

میسر ہو۔ مگر (سالک کو) پوری آزادی، اغیار کی غلامی سے اس وقت حاصل ہوتی ہے جب فنائے کلی سے مشرف ہو، نقوشِ ماسویٰ کو آئینۂ دل سے بالکل محو کردے، کسی چیز سے علمی و حبی تعلق نہ رہے، اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اس کا کوئی مقصود و مطلوب نہ ہو۔ اس کے بغیر ایسا ہے جیسا کہ درخت خاردار میں الجھنا۔ (انسان) ہر چند (ماسویٰ) سے اپنی بے تعلقی کا گمان رکھے، مگر محض گمان شناخت حقیقت میں کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا۔

ایں کارِ دولت است کنوں تاکرا رسد

جو شخص احوال و مقامات میں گرفتار ہے، وہ بھی "گرفتارِ غیر" ہے، اور باتوں کا تو ذکر ہی کیا ہے...... تمہاری غریب الوطنی کا زمانہ واقعی طویل ہو گیا۔ فرصت کو غنیمت جانو۔ احباب اگر اہل ہو چکے ہیں تو اجازت میں کیوں توقف ہو، اور اگر نااہل ہیں تو اجازت کی کیا ضرورت ہے (ابھی توقف کرنا چاہئے) اللہ کی مرضی کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ اہلِ دنیا راضی ہوں یا نہ ہوں۔ ان کی ناراضگی کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ "طفیل دوست باشد ہر چہ باشد" (مکتوب ۵۳ دفتر اول بنام شیخ مزمل)

درویشوں سے استغنیٰ سرکشی کے علاوہ کچھ بھی نہیں

(درویشوں سے) یہ استغنا سرکشی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہ نے فرمایا ہے کہ "اول نیازِ خستہ بعد ازاں توجہ خاطرِ شکستہ"...... یعنی پہلے اہل اللہ کے سامنے نیازمندی کا اظہار ہو اس کے بعد ان کی طرف سے خاطر شکستہ کے درست کرنے کی تدبیر ہوگی۔ پس توجہ حاصل کرنے کے لیے طالب کی نیازمندی و عاجزی شرط ہے۔

سعادت آثارا! (اولاً)...... جو کچھ ہم پر اور تم پر لازم ہے وہ تصحیحِ عقائد ہے بمقتضائے کتاب و سنت۔ اس طور پر جس طور پر علمائے اہلِ حق نے کتاب و

Marfat.com

سنت سے ان عقائد کو سمجھا ہے اور اخذ کیا ہے۔ اگر عقائد علمائے حق کے فہم کے مطابق نہ ہوں تو ہمارے تمہارے سمجھنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے یوں تو ہر بدعتی اور گمراہ شخص اپنے احکام باطلہ کو کتاب و سنت سے ہی خیال کرتا ہے اور وہیں سے اخذ کرتا ہے حالانکہ اس کا گمان، حق کی شناخت کے لیے کچھ بھی نافع نہیں۔

دوسری بات...... احکامِ شرعیہ کا علم ہے...... یعنی حلال و حرام اور فرض و واجب کا علم۔ تیسری بات...... اس علم کے مطابق عمل کرنا ہے۔ چوتھی بات...... تصفیہ و تزکیہ نفس ہے جو صوفیاء کرام کے ساتھ مخصوص ہے۔ پس جب تک تصحیح عقائد نہ کر لی جائے گی احکامِ شرعیہ کا علم فائدہ نہ دے گا اور جب تک یہ دونوں (یعنی تصحیح عقائد و علم احکامِ شرعیہ) متحقق نہ ہو جائیں کوئی عمل نافع نہ ہوگا، اور جب تک یہ تینوں باتیں میسر نہ آجائیں حصولِ تصفیہ و تزکیہ محال ہے۔ ان چہار رکن اور انکے مکملات (مثلاً سنت (وغیرہ) کہ فرض کی تکمیل کرتی ہے) کے بعد جو کچھ ہے وہ فضول اور دائرۂ لایعنی میں داخل ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "من حسن اسلام المرء ترکہ مالایعنیہ" یعنی آدمی کے حُسن اسلام سے ہے یہ بات کہ وہ لایعنی کو ترک کردے۔ (مکتوب ۷۵ دفتر اول بنام حکیم عبدالوہاب)

آلام و مصائب بباطن شیریں اور لذت بخش ہیں

اگرچہ آلام و مصائب بظاہر تلخ اور جسم کو تکلیف دینے والے ہوتے ہیں لیکن بباطن شیریں اور "لذتِ بخشِ روح" ہیں۔ جسم و روح آپس میں نقیض و ضد ہیں، ایک کی تکلیف دوسرے کے لیے لذت ہوتی ہے۔ جو پست فطرت ان دونوں نقیضوں میں اور ان کے لوازم میں تمیز نہیں کر سکتا، وہ بحث سے خارج ہے اور لائق مخاطبت نہیں ہے۔ اولئک کالانعام بل ھم اضل (یہ لوگ چوپاؤں کی مانند ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ)......

Marfat.com

آگہ از خویشتن چو نیست جنیں   چہ خبر دارد از چناں و چنیں

جو بچہ ابھی اپنی ماں کے پیٹ میں ہے اور اپنے وجود سے بھی واقف نہیں ہے وہ چناں اور چنیں کو کیا جانے؟

جس کی روح نیچے اتر کر مرتبۂ جسم میں آجائے...... وہ اس نکتہ کو کیا سمجھ سکے گا جب تک روح اپنے اصلی ٹھکانے کی طرف رجعت نہ کرے گی...... اس معرفت کا جمال جلوہ گر نہ ہوگا۔ یہ دولت، وابستہ ہے اس موت کے ساتھ جو اجل مسمّٰی کے آنے سے پہلے صورت پذیر ہوتی ہے۔ مشائخِ طریقت قدس اللہ اسرارہم اس حالت کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔

خاک شو خاک تا بروید گل   کہ بجز خاک نیست مظہرِ کل

تو خاک ہو جا خاک تاکہ پھول پیدا ہوں، خاک کے علاوہ کوئی چیز مظہر کل نہیں ہے۔

اور جو مرنے سے پہلے مقامِ فنا کو نہ پہونچا اس کو مصیبت زدہ سمجھنا چاہئے اور اس کی ماتم پرسی کرنا چاہئے...... تمہارے والد مرحوم کی خبر وفات جو کہ نیکنامی کے ساتھ مشہور تھے اور امر معروف و نہی منکر کا بڑا اہتمام رکھتے تھے۔ تمام مسلمانوں کے لیے موجبِ رنج و غم ہوگئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آں فرزند! شیوۂ صبر کو اختیار کر کے "پیش رفتگاں" کی صدقۂ دعاء اور استغفار سے امداد و اعانت کریں کیونکہ مردوں کو زندوں کی امداد (ایصالِ ثواب) کی بہت ضرورت ہے (آگے اس مضمون کی حدیث ہے)۔ باقی نصیحت یہ ہے کہ ذکر ہمیشہ کرتے رہو، فکر (دین) کو لازم رکھو۔ مہلت تھوڑی سی ہے، بہتر ہے کہ اس کو ضروری کاموں میں صَرف کیا جائے۔ (مکتوب ۵۹ ادفتر اول بنام شرف الدین حسین)

Marfat.com

حق تعالیٰ سے اعراض نعمتوں کی محرومی کا سبب ہے، جب کہ کفار کو نوازنا عذاب کی ایک قسم ہے

وما ظلمهم الله ولٰكن كانوا انفسهم يظلمون (اللہ نے ان کفار پر ظلم نہیں کیا، وہ ہی اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں)۔ آفتابِ گرما، دھوبی اور کپڑے پر یکساں چمکتا ہے لیکن دھوبی کا چہرہ سیاہ اور کپڑا سفید ہو جاتا ہے۔ عدم قبول اس بنا پر ہوتا ہے کہ جنابِ قدس سے اعراض ہے، اور جو اعراض کرتا ہے اس کے لیے نعمت سے محرومی ضروری ہے۔ اس موقع پر کوئی یہ نہ کہہ بیٹھے کہ بہت سے اعراض کرنے والے ایسے ہیں کہ تنعماتِ دنیاوی کے ساتھ ممتاز ہیں اور ان کا اعراضِ سبب محرومی نہیں بنا ہے۔ واضح رہے کہ یہ ایک قسم کا عذاب ہے جو بصورتِ نعمت بطریق استدراج ظاہر کیا جاتا ہے اعراض کرنے والے کی تباہی کے لیے تاکہ اعراض و ضلالت میں برابر منہمک رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ایحسبون انما نمدہم بہ من مال و بنین نسارع لہم فی الخیرات بل لایشعرون۔ (کیا وہ منکرین و معرضین یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جو کچھ ان کو دیے جا رہے ہیں مال اور اولاد سے تو ان کے حق میں اچھائی کی سعی کر رہے ہیں بلکہ وہ جانتے ہی نہیں)۔ پس دنیا اور تنعمات دنیا خدا سے اعراض کے ہوتے عین خرابی اور بربادی ہیں۔ الحذر، الحذر۔

(مکتوب ۲۴ دفتر اول بنام حافظ بہاؤالدین)

کمال محبت کی علامت مخالفانِ شریعت سے اظہارِ عداوت ہے

اللہ تعالیٰ آپ کو نبی امی قرشی الہاشمی ﷺ کی میراث معنوی سے مشرف

Marfat.com

کرے، جیسا کہ اس نے میراث صوری سے مشرف کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی میراث صوری عالمِ خلق سے تعلق رکھتی ہے اور میراث معنوی عالمِ امر سے ہے، کہ وہاں سراسر ایمان و معرفت اور رشد و ہدایت ہے، میراث صوری کی نعمت عظمیٰ کا شکریہ ہے کہ میراث معنوی سے مزین ہو جائیں، اور میراث معنوی سے مزین ہونا بغیر کمالِ اتباعِ مصطفویؐ کے میسر نہیں ہو سکتا، لہٰذا آپ پر اتباعِ رسولؐ اور اطاعتِ رسولؐ اوامر و نواہی کے اندر لازم و واجب ہے۔ کمالِ متابعت، کمالِ محبت آنحضرت ﷺ کی فرع ہے۔ ان المحب لمن ہواہ مطع۔ (محبّ جس سے محبت کرتا ہے اس کا تابع ہوتا ہے) اور کمالِ محبت کی علامت یہ ہے کہ اعداء آں سرورؐ سے کمالِ بغض اور مخالفانِ شریعت سے اظہار عداوت ہو۔ محبت میں سُستی کی کوئی گنجائش نہیں۔ مُحب، دیوانہ، محبوب ہوتا ہے۔ تابِ مخالفت نہیں رکھتا، اور مخالفانِ محبوب سے کسی طرح صلح نہیں کرتا۔ دو متبائن محبتیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ جمع ضدین کو محال کہا گیا ہے۔ اچھی طرح غور کرنا چاہئے۔ ابھی کام ہاتھ سے نہیں گیا ہے۔ گذرے ہوئے زمانہ کی تلافی کی جاسکتی ہے۔ کل کو جبکہ کام ہاتھ سے جاتا رہے گا سوائے ندامت کے کچھ حاصل نہ ہو گا۔

بوقتِ صبح شود ہمچو روز معلومت ۔۔۔ کہ با کہ باختۂ عشق در شبِ دیجور

متاعِ دنیا، فریب در فریب ہے اور معاملہ اخروی ابدی اسی پر مرتب ہے۔ زندگانیِ چند روزہ اگر سید اولین و آخرین ﷺ کی متابعت میں بسر کی جائے تو امیدِ نجاتِ ابدی ہے، ورنہ کوئی عملِ خیر ہو ان کی متابعت کے بغیر ہیچ در ہیچ ہے۔

محمد عربی کابروئے ہر دو سرا است ۔۔۔ کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جو کہ دونوں جہان کیلئے سرمایۂ آبرو ہیں اگر کوئی انکے در کی خاک نہیں ہوا تو اس کے سَر پر خاک۔

Marfat.com

متابعتِ رسولؐ کی دولتِ عظمیٰ کا حصول۔ دنیا کو کلیۃً ترک کر دینے پر موقوف نہیں ہے کہ دشوار معلوم ہو۔ بلکہ اگر زکوٰۃ مفروضہ مثلاً ادا کی جاتی ہے تو یہ بھی عدمِ وصول مضرت کے لحاظ سے ترکِ کُل ہی کا حکم رکھتی ہے۔ اس لیے کہ جس مال کی زکوٰۃ دے دی گئی ہے وہ مال ضرر و نقصان سے نکل گیا۔ پس مالِ دنیاوی کے ضرر کا علاج اس مال سے زکوٰۃ کا نکالنا ہے۔ اگرچہ ترکِ کلی اول و افضل ہے، مگر ادائیگیِ زکوٰۃ بھی کام، ترکِ کلی کا ہی کرتی ہے۔

آسماں نسبت بعرش آمد فرود
ورنہ بس عالیست پیش خاکِ تود

(آنحضرت ﷺ تک پہونچاتا ہے یہی ہے
اگر یہ راہ نہ چلی گئی تو ان تک پہونچنا دشوار ہے۔

کیف الوصول الیٰ سعاد و دونہا
قلل الجبال و دونہن خیوف

(یعنی محبوب تک کس طرح پہونچ ہو، جبکہ اس کے ورے پہاڑوں کی چوٹیاں حائل ہیں، اور ان سے پہلے موتیں اور ہولناکیاں ہیں)۔

(مکتوب ۲۵ ادفتر اول بنام شیخ فرید بخاری)

مرض قلبی کو دور کرنا ذکر کثیر کے ذریعہ

مخدوما! کب تک اپنے نفس کے منافع کے لیے سرگرم رہا جائے گا؟ خود کو اور سب مخلوق کو مردہ اور بحس و حرکت سمجھنا چاہیے۔ انك میت و انهم میتون (یقیناً آپ اے رسولؐ وصال پائیں گے اور بیشک یہ لوگ بھی انتقال کریں گے)۔ یہ نص قاطع ہے۔

علاوہ ازیں اس تھوڑی سی فرصت میں مرض قلبی کے دور کرنے کی فکر۔

Marfat.com

ذکر کثیر کے ذریعہ اور علت معنوی کا علاج رب جلیل کی یاد سے کرنا اہم مقاصد میں سے ہے۔ جو دل "گرفتار غیر" ہے اس سے خیر کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ جو روح دنیا کی طرف مائل ہو اس سے تو نفس امارہ بہتر ہے۔ اللہ کے یہاں سلامتی قلب اور خلاصیِ روح مطلوب ہے۔ اور ہم کوتاہ اندیش سراسر "اسبابِ گرفتاری روح و قلب" کی تحصیل میں مبتلا ہیں۔ ہیہات ہیہات۔ کیا کیا جائے، وما ظلمھم اللہ ولکن کانوا انفسھم یظلمون۔

(مکتوب ۶۶ دفتر اول بنام مولانا محمد امین)

اللہ کے حقوق کی تعظیم اور مخلوق خدا پر شفقت

جس طرح آدمی کو اوامر و نواہیِ حق تعالیٰ کی فرمانبرداری ضروری ہے، ادائے حقوق مخلوق کا اہتمام اور مخلوق کے ساتھ غم خواری کا معاملہ کرنا بھی ضروری ہے۔ (بعض عارفین کا قول ہے کہ) اللہ کے حکم کی تعظیم ہونی چاہئے، اور مخلوقِ خدا پر شفقت۔ یہ قول بھی ان دونوں حقوق کی ادائیگی کا بیان ہے اور ان دونوں چیزوں کی رعایت پر دلالت کر رہا ہے۔ پس دونوں میں سے ایک پر اقتصار کوتاہی کی بات ہے اور کُل کو چھوڑ کر جزو پر اکتفا کرنا "کمالیت" سے دور ہے۔ لہٰذا حقوقِ مخلوقِ خدا کو ادا کرنا بھی ضروری ہوا، اور مخلوق کے ساتھ حُسنِ معاشرت بھی لازمی چیز ہوئی۔ مخلوق سے بے التفاتی اور لاپَرواہی مناسب نہیں ہے۔

ہر کہ عاشق شد اگرچہ نازنینِ عالم است
نازکی کے راست آید یاری باید کشید

جو شخص عاشق ہوا، وہ اگرچہ نازنینِ عالم ہی کیوں نہ ہو، اب ان کے لئے نازک مزاجی درست نہیں ہے، اس کو ناز اٹھانا چاہئے۔

(مکتوب ۷۰ دفتر اول بنام شیخ نور)

Marfat.com

فقیروں اور سالکوں کے لیے زندگیوں بھر کا لائحہ عمل

ہم فقیروں پر جو باتیں لازم ہیں، وہ حسب ذیل ہیں :

(۱) دوامِ افتقار و انکسار و تضرع والتجا۔

(۲) ادائے وظائف عبودیت۔

(۳) محافظتِ حدودِ شرعیہ۔

(۴) متابعتِ سنتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔

(۵) تصحیح نیت۔

(۶) باطن کو ماسویٰ سے آزاد کرنا، اور ظاہر کو طاعات میں مشغول رکھنا۔

(۷) اپنے عیوب اور گناہوں کے غلبے کا مشاہدہ۔

(۸) خوفِ انتقام علام الغیوب۔

(۹) اپنے حسنات کو چاہے وہ زیادہ ہی کیوں نہ ہوں کم سمجھنا۔

(۱۰) اپنے گناہوں کو چاہے وہ کم کیوں نہ ہوں زیادہ سمجھنا

(۱۱) اپنی شہرت اور قبولیتِ مخلوق سے ترساں ولرزاں رہنا۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ : آدمی کی برائی کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کی طرف (اس کی شہرت کی بنا پر) انگلیاں اٹھائی جائیں، دین کے بارے میں یا دنیا کے، مگر جس کو اللہ محفوظ رکھے وہ اس برائی سے محفوظ ہے۔

(۱۲) اپنے افعال اور اپنی نیتوں کو مہتم کرنا، اگرچہ وہ مثلِ صبح روشن ہوں۔

(۱۳) اپنے احوال و مواجید کی طرف توجہ نہ کرنا، اگرچہ وہ صحیح اور مطابق ہی کیوں نہ ہوں۔

(۱۴) محض تائیدِ دین، تقویتِ ملت اور ترویجِ شریعت و دعوتِ حق کی کوشش پر بھروسہ نہ کر بیٹھنا کیونکہ تائیدِ دین کبھی کبھی کافر و فاجر سے بھی ہو جایا

Marfat.com

کرتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ (کبھی) رجل فاجر سے بھی اس دین کی تائید کرالیتا ہے۔

(۱۵) جب مرید کی آمد طلب کے ساتھ اور مشغولیِ باطن کے ارادے سے ہو، تو اس کے آنے پر انتہائی خائف ہونا چاہیے کہ کہیں اس پیری مریدی کے راستے سے اس پیر کی بربادی مقدر نہ ہو اور یہ امر اس کے لیے استدراج نہ ہو جائے۔ اگر بالفرض کسی مرید کی آمد پر خوشی اور سرور محسوس کریں، تو اس خوشی کو کفر و شرک کی طرح برا جانیں اور اس کا تدارک ندامت و استغفار سے اس قدر کریں کہ اس خوشی کا اثر باقی نہ رہے، بلکہ اس خوشی کی جگہ خوف و حزن لے لے۔

(۱۶) (اپنے خلفاء کو) اچھی طرح تاکید کریں کہ مالِ مرید اور اس کے منافع دنیوی میں ان کو لالچ نہ پیدا ہونے پائے، کیونکہ یہ بات رشد و ہدایت میں رکاوٹ ڈالنے والی ہے اور باعثِ خرابی پیر ہے۔ خداوند کریم کے یہاں تو دینِ خالص کا مطالبہ ہے (خود فرماتا ہے) الا للّٰہِ الدین الخالص (آگاہ ہو کہ اللہ کے لیے خالص عبادت مقصود ہے) اس جناب میں شرک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(۱۷) یہ بھی جانیں کہ جو (معمولی) ظلمت و کدورت دل پہ طاری ہوتی ہے اس کا ازالہ توبہ واستغفار اور ندامت والتجا کے ذریعہ بہترین طریقے پر آسانی سے ہو سکتا ہے، لیکن جو ظلمت و کدورت، محبت دنیائے دنی کے راستے سے دل پر چھا جاتی ہے وہ دل کو گدلا اور پلید کر دیتی ہے، اس کے دور کرنے میں بڑی دشواری پیش آتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے سچ فرمایا ہے کہ: "دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔"

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو محبت دنیا ارباب دنیا اور اختلاط و مصاحبت اہل دنیا سے نجات دے۔ دنیا کی محبت اور ارباب دنیا کی صحبت سم قاتل، مرض مہلک، بلائے عظیم اور بیماری عمیم ہے۔

(مکتوب ۱۷ ادفتر اول بنام ملا طاہر بدخشی)

اہل اللہ کی محبت سعادت دارین کا ذریعہ

حدیث :- المرء مع من احب۔ کی رو سے، فقراء سے محبت رکھنے والے فقراء کے ساتھ ہیں۔ یہ (فقراء) وہ لوگ ہیں جس کا جلیس و ہمنشیں شقاوت و بدبختی سے محفوظ ہے۔ حدیث نبویؐ میں ہے کہ : کاتبین اعمال کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو راستوں اور گذرگاہوں میں گھومتے رہتے ہیں اور ذکر کرنے والوں کی تلاش کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ ذاکرین کی جماعت کو پالیتے ہیں اور ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں کہ دوڑو اپنے مقصد کی طرف، پس وہ سب کے سب اپنے بازوؤں سے اس جماعت کو گھیر لیتے ہیں اور کثرت تعداد کی وجہ سے آسمان تک ان کا یہ سلسلہ پہونچ جاتا ہے۔ خداوند کریم جو اپنے بندوں کے حال سے خود باخبر ہے۔ ملائکہ سے دریافت فرماتا ہے کہ : میرے بندوں کو کس حال میں دیکھا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں : الٰہی وہ تیری حمد و ثنا کرتے تھے اور تجھے تعظیم کے ساتھ یاد کر رہے تھے اور تجھ کو تمام عیوب و نقصانات سے مبرا قرار دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں : نہیں، پھر فرماتا ہے کہ : اگر وہ دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو؟ ملائکہ کہتے ہیں کہ : اور زیادہ تمجید، تمجید اور تکبیر کہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : وہ لوگ مجھ سے کیا طلب کرتے ہیں؟ : فرشتے کہتے ہیں :- وہ بہشت طلب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : انہوں نے بہشت کو دیکھا ہے؟ وہ کہتے ہیں :- نہیں دیکھا، فرماتا ہے

Marfat.com

کہ اگر وہ دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو؟ ملائکہ کہتے ہیں :- اگر دیکھ لیں تو ان کو جنت کی اور زیادہ طلب و حرص ہو جائے۔ پھر ملائکہ کہتے ہیں : اے رب! وہ لوگ دوزخ سے لرزتے تھے اور تیری پناہ ڈھونڈھتے تھے۔ حق سبحانہ فرماتا ہے : انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ جواب دیتے ہیں نہیں دیکھا، فرماتا ہے : اگر دیکھ لیں تو کیا حال ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں :- تو پھر تو وہ اور زیادہ پناہ چاہیں، اور دوزخ سے زیادہ سے زیادہ راہِ فرار اختیار کریں۔ (اس تمام سوال و جواب کے بعد) اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے، میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ ان سب کو میں نے بخشدیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ : اس مجلسِ ذاکرین میں فلاں آدمی ذکر کے واسطے نہیں آیا تھا کسی حاجتِ دنیاوی کی وجہ سے آگیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ : وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا جلیس و ہمنشیں محروم نہیں ہوتا۔ پس اس حدیث سے اور حدیث المرء مع من احب سے لازم آیا کہ اس گروہ کے محبّ اس کے ساتھ ہیں اور جو اس کے ساتھ ہیں تو محروم و بد بخت بھی نہ ہوں گے ...... اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو ان بزرگوں کی محبت پر ثابت قدم رکھے۔

(مکتوب ۲۰۳ دفتر اول بنام ملا حسینی)

کتاب و سنت کے بر عکس کشف وہاں (عند اللہ) آدھے جو کے برابر بھی قبول نہیں کرتے

صوفیاء کے شکریہ کلمات اور ان کے احوال کیا فائدہ دے سکتے ہیں؟ وہاں (یعنی عند اللہ) وجد حال جب تک میزان شرع میں نہیں تولتے آدھے پیسے کو نہیں خریدتے اور جب تک کشف و الہام کو کتاب و سنت کی کسوٹی پر نہیں پرکھ لیتے آدھے جو کو قبول نہیں کرتے۔ طریقِ صوفیاء پر چلنے سے مقصود معتقداتِ

Marfat.com

شرعیہ پر یقین کامل کا حاصل کرنا ہے، کہ یہی حقیقتِ ایمان ہے۔ نیز احکامِ فقیہہ کی ادائیگی میں سہولت حاصل ہونا بھی مقصود ہے، اس کے علاوہ اور کوئی مقصود نہیں۔ دیدارِ الٰہی کا آخرت کے لیے وعدہ کیا گیا ہے۔ دنیا میں ہرگز واقع نہیں ہوگا۔ وہ مشاہدات و تجلیات جس پر صوفیاء خوش ہورہے ہیں وہ تو (در حقیقت) سایے اور مال پر تسلی دی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو وراء الوراء ہے۔ عجیب معاملہ ہے۔ اگر حقیقتِ مشاہدات و تجلیات کو صحیح صحیح بیان کردیا جائے تو اس کا خوف ہے کہ اس راہ کے مبتدیوں کی طلب اور ان کے شوق میں کہیں کمی واقع نہ ہوجائے۔ اور اگر نہ بیان کیا جائے تو اس کا خوف ہے کہ جان بوجھ کر حق و باطل کے خلط ملط کرنے کو جائز نہ قرار دے دیا جائے۔

(مکتوب ۲۰۷ دفتر اول بنام مرزا حسام الدین احمد)

خوابِ خرگوش کب تک؟ اور کان میں غفلت کی ڈاٹ کہاں تک؟

مخدوما! عمرِ دنیا کی مدت بہت ہی قلیل ہے اور اس قلیل میں سے بھی بہت کچھ تلف ہوچکی ہے، کم سے کم حصہ رہ گیا ہے۔ بقائے آخرت کی مدت ابدی و دائمی ہے۔ دارِ آخرت کے خُلود (دوام) کا معاملہ اس چند روزہ زندگی سے وابستہ کردیا گیا ہے۔ اس کے بعد یا نعمت دائمی ہے یا عذاب سَرمدی۔ مخبر صادق علیہ ﷺ نے اس کی خبر دی ہے! اس خبر میں احتمالِ تخلف نہیں ہے۔ عقلِ دور اندیش کو کام میں لانا چاہئے۔

مخدوما! اشرفِ عمر تو ہوا اور ہوس میں گذر گئی اور دشمنانِ خدا (نفس و شیطان) کی مرضیات میں صرف ہوگئی خراب ترین حصۂ عمر باقی رہ گیا ہے۔ اگر آج اس کو بھی ہم مرضیاتِ حق جل سلطانہ میں صَرف نہ کریں اور اشرف کی تلافی ارذل سے بھی نہ کریں، نیز محنتِ اقل کو راحتِ ابدی کا وسیلہ نہ بنائیں اور

Marfat.com

حسناتِ قلیلہ کے ذریعے بھی "سیئات کثیرہ" کا کفارہ نہ کریں تو کل کو کس منہ سے اللہ کے سامنے جائیں گے اور کس حیلے کو پیش کر سکیں گے۔ خوابِ خرگوش کب تک؟ اور کان میں غفلت کی ڈاٹ کہاں تک؟ آخرکار نظروں سے پردہ ہٹادیا جائے گا اور پنبۂ غفلت کو کانوں سے دور کر دیا جائے گا۔ مگر اس وقت کچھ فائدہ نہ ہوگا اور سوائے حسرت و ندامت کے کچھ نقد وقت نہ ملے گا۔ موت سے پہلے اپنا کام کرنا اور "واشوقا!" کا نعرہ لگاتے ہوئے مرنا چاہئے۔ اولاً درستی اعتقاد کے بغیر چارہ نہیں۔ جو کچھ دین سے بطورِ یقین و تواتر معلوم ہوا ہے اس کی تصدیق لابدی ہے۔ ثانیاً اس علم پر جس کا علمِ فقہ متکفل ہے، عمل ضروری ہے۔ ثالثاً سلوکِ طریقِ صوفیاء بھی درکار ہے اور یہ سلوک اس لیے نہیں ہے کہ غیبی صورتوں اور شکلوں کا مشاہدہ اور "انوار والوں" کا معائنہ کیا کریں۔ یہ بات تو خود داخل لہو ولعب ہے۔ (ارے میاں) یہ دنیا کی حسی صورتیں اور یہاں کی (مختلف قسم کی) روشنیاں ہی کیا کم ہیں کہ ان کو چھوڑ کر کوئی ریاضات و مجاہدات کے ذریعے غیبی صور و انوار کی ہوس و آرزو کرے۔ علاوہ ازیں یہ حسی صور و انوار مخلوقِ خدا ہیں اور اس کی صانعیت و خالقیت پر دلالت کرنے والی (مستقل) نشانیاں ہیں۔ آفتاب و ماہتاب کی روشنی کو لے لو جو کہ عالم شہادت سے ہے یہ روشنی ان انوار پر بدرجہا فضیلت رکھتی ہے جن کو آفتاب و ماہتاب کو برابر دیکھتے رہتے ہیں اور خواص و عوام اس کے دیکھنے میں شریک ہیں لہٰذا ان کو نظر اعتبار سے ساقط کر کے انوارِ غیبی کی ہوس کی جاتی ہے۔

آبیکہ رود پیشِ درت تیرہ نماید

(جو پانی تیرے دروازے کے سامنے بہتا ہے تجھ کو گدلا نظر آتا ہے)

(مکتوب ۲۱۰ دفتر بنام ملا شکپی)

Marfat.com

سلوک سے مقصود یقین کی تحصیل ہے

(آمدم بر سرِ مطلب) سلوکِ طریق صوفیا سے مقصود، معتقداتِ شرعیہ میں زیادت یقین کی تحصیل ہے تاکہ استدلال کی تنگنائے سے نکل کر فضائے کشف میں آئیں اور اجمال سے تفصیل کی طرف متوجہ ہوں۔ مثلاً وجوب واجب الوجود اور اس کی وحدت، اول، استدلال یا تقلید یہ معلوم ہوئی تھی اور اس کے مطابق یقین بہم پہونچایا تھا۔ جب سلوک طریق صوفیاء میسر ہوا تو وہی استدلال و تقلید کشف و شہود کے ساتھ مبدل ہو جاتے ہیں اور یقین اکمل حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی پر تمام اعتقادیات کو قیاس کر لو۔ نیز مقصودِ سلوک، احکامِ فقیہ کی ادائیگی میں حاصل ہونا اور نفس امارہ کی شرارت سے جو دشواری محسوس ہوتی ہے اس کو دور کرنا ہے اور اس فقیر کا یقین یہ ہے کہ طریقِ صوفیا در حقیقت خادمِ علوم شرعیہ ہے، خلافِ شریعت کوئی امر، طریق صوفیا نہیں ہے۔ فقیر نے اس بات کو اپنے کتب و رسائل میں ثابت کیا ہے۔ صحبتِ نبوی کی فضیلت، جمیع فضائل و کمالات سے اونچی ہے۔ صحابۂ کرامؓ کا ایمان شہودی ہے، دوسروں کو یہ دولت ہرگز میسر نہیں۔

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

(سنا ہوا دیکھے ہوئے کی مانند کب ہوتا ہے) ایضا

ایسے شخص کی صحبت سانپ کے زہر کی مثل ہے جو بزرگوں کی صراطِ مستقیم سے رائی کے دانے کے برابر بھی جدا ہے

تمام وعظوں کا نچوڑ اور تمام نصیحتوں کا لبِ لباب یہ ہے کہ اربابِ تدینّ اور

Marfat.com

اصحاب تشرع سے تعلق اور جوڑ پیدا کیا جائے۔ "تدیُّن و تشرع" اہلسنت و جماعت کے طریقے پر چلنے کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہی اہلسنت و جماعت تمام فرقہ ہائے اسلامیہ کے درمیان فرقۂ ناجیہ کی حیثیت سے ہیں۔ ان بزرگوں کی پیروی اور اتباع کے بغیر نجات یا فلاح محال ہے۔ عقلی، نقلی، اور کشفی دلائل اس مذکورہ حقیقت پر شاہد ہیں، اس کے خلاف کا احتمال نہیں، اگر معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص رائی کے دانے برابر بھی ان بزرگوں کی صراطِ مستقیم سے جدا ہو گیا ہے تو اس کی صحبت کو سم قاتل اور اس کی مجالست کو سانپ کا زہر سمجھنا چاہئے۔ آخرت سے بے خوف اور نڈر اہلِ علم جس فرقے کے بھی ہوں وہ دزدانِ دین ہیں ان کی صحبت سے بھی پرہیز ضروریات سے ہے۔ یہ جو کچھ دین میں فتنہ و فساد پیدا ہوا انہیں علماءِ سوء کی نحوست سے ہوا کہ انہوں نے دنیاوی منفعت کی خاطر اپنی آخرت کو برباد کر دیا۔ اولئك الذين اشترو الضلالة بالهدىٰ فما ربحت تجارتهم وما كانوا مهتدين۔ (یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے عوض ضلالت کو خرید کیا، ان کی اس تجارت نے ان کو کچھ نفع نہیں دیا اور نہ یہ ہدایت یافتہ ہیں)۔

(مکتوب ۲۱۳ دفتر اول بنام شیخ فرید بخاری)

چند روزہ زندگی میں آخرت کی کاشت کاری کرنی چاہئے

حضرتِ حق سبحانہ نے دنیا کو مزرعۂ آخرت بنایا ہے۔ کم نصیب ہے وہ جو تخم کو کھا جائے اور زمینِ استعداد میں نہ ڈالے، اور ایک دانے سے سات سو دانے نہ بنائے اور اس دن کے لیے جس دن بھائی بھائی سے بھاگے گا اور ماں اپنے بیٹے سے گریزاں ہو گی، ذخیرہ نہ کرے۔ خسارت دنیا و آخرت اس کے لیے نقد وقت ہے اور حسرت و ندامتِ دارین اس کے "کف دست" پر ہے۔ خوش قسمت لوگ

Marfat.com

فرصتِ دنیا کو غنیمت شمار کرتے ہیں، اس لیے نہیں کہ اس فرصت میں "تنعّمات و تلذذات" کو بروئے کار لائیں کیونکہ یہ تنعّمات و تلذذات بے ثبات ہیں اور ساتھ ہی ساتھ دشواریوں اور تکلیفوں کے بھی موجب ہوتے ہیں بلکہ اس لیے کہ ان اوقاتِ فرصت میں آخرت کی کاشتکاری کر لیں اور ایک دانۂ عملِ خیر سے، آیۃ: واللہ یضاعف لمن یشاء (اللہ جس کے لیے چاہتا ہے اجر کو چند در چند کر دیتا ہے) کی رو سے ثمراتِ بے نہایت حاصل کریں۔ اسی وجہ سے چند روزہ اعمالِ صالحہ کی جزاء تنعّماتِ ابدی رکھی گئی۔ واللہ ذو الفضل العظیم۔

(مکتوب ۲۱۴ دفتر اول مرزا عبدالرحیم خانخاناں)

حصول ولایت میں ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا ضروری نہیں

......اس مقام پر ایک نکتہ ذہن نشین کرنا چاہیئے وہ یہ کہ جس طرح حصولِ نفس ولایت میں ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا شرط نہیں ہے جیسا کہ مشہور ہے، اسی طرح اپنے خوارق و کرامات کا علم بھی ضروری نہیں ہے، بلکہ بسا اوقات لوگ بزرگوں کی کرامات کا خود ان سے تذکرہ کرتے ہیں اور ان کو اپنی کرامات پر اطلاع نہیں ہوتی اور وہ اولیاء جو "صاحبِ علم و کشف" ہیں ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے بعض خوارق پر مطلع نہ ہوں بلکہ ان کی "صور مثالیہ" متعددِ مقامات پر ظاہر ہو جائیں اور مسافتِ بعیدہ میں کارہائے عجیب و غریب ان صورتوں سے ظاہر ہوں اور ان اولیاء کو اس کی بالکل اطلاع نہ ہو۔

از ما و شما بہانہ بر ساختہ اند

(ہم کو اور تم کو محض بہانہ بنایا ہے)

حضرت مخدومی قبلہ گاہی (حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ) فرمایا کرتے تھے کہ ایک درویش بیان کرتے تھے کہ عجیب معاملہ ہے لوگ اطراف و

Marfat.com

جوانب سے میرے پاس آتے ہیں، ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ ہم نے تم کو مکۂ معظّمہ میں دیکھا ہے وہاں موسمِ حج میں موجود تھے اور ہمارے ساتھ تم نے حج کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہم نے تم کو بغداد میں دیکھا تھا اور مجھ سے اپنی واقفیت کا اظہار کرتے ہیں، حالانکہ میں ہرگز اپنے گھر سے باہر نکل کر وہاں نہیں گیا، اور نہ میں نے ان لوگوں کو کبھی دیکھا......

(مکتوب ۲۱۶ دفتر اول بنام مرزا حسام الدین احمد)

مرضِ باطن کو سمجھنے کے لیے مادی عقل نہیں، بلکہ عقل سلیم چاہیے

آدمی کو امراضِ ظاہری میں سے کوئی مرض لاحق ہوتا ہے یا اس کے کسی عضو کو کوئی آفت و تکلیف پہونچتی ہے تو اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتا جب تک وہ مرض دفع نہ ہو جائے اور مرضِ قلبی جس سے مراد ماسوائے خدا میں گرفتاری و مشغولیت ہے۔ یہ مرض اس طور پر اس پر غالب آچکا ہے کہ قریب ہے اس کو موتِ ابدی تک پہونچادے اور عذابِ سرمدی میں مبتلا کردے اس مرض کے ازالے کی کوئی فکر نہیں کرتا ہے اور نہ اس کے دفع کرنے کی کوشش کرتا ہے (ایسا آدمی دو حال سے خالی نہیں) اگر اس گرفتاریِ دنیا کو مرض نہیں سمجھتا تو احمق محض ہے اور مرض سمجھتا ہے اور پھر خوف نہیں کرتا تو ناپاک محض ہے۔ یقینی طور پر اس مرضِ باطن کو پہچاننے کے لیے عقلِ معاد درکار ہے۔ عقلِ معاش (بیچاری) اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے (فقط) ظاہر بینی تک محدود ہے۔ جس طرح عقلِ معاش اپنے "تلذذاتِ فانیہ" کی بنا پر آفاتِ معنویہ کو مرض نہیں سمجھتی اسی طرح عقلِ معاد بھی اخروی ثوابوں کے پیش نظر امراضِ ظاہری کو مرض نہیں تصور کرتی۔ عقلِ معاش کوتاہ بیں ہے، اور عقلِ معاد تیز نظر (دور بیں) ہے۔ عقلِ معاد "نصیب انبیاء و اولیاء" ہے اور عقلِ معاش "مرغوبِ اغنیاء و

Marfat.com

ارباب دنیا" دونوں عقلوں کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔ جو اسباب عقلِ معاد کو حاصل کرنے والے ہیں ان میں سے ایک ذکرِ موت ہے ایک تذکرۂ احوالِ آخرت اور ایک مجالست ہے ایسی جماعت کے ساتھ جو یادِ آخرت کی دولت سے مشرف ہو۔

وادیم تراز گنج مقصود نشاں گر مانر سیدیم تو شاید برسی

جاننا چاہیے کہ جس طرح مرضِ ظاہر ادائیگی احکامِ شرعیہ میں دشواری کا سبب ہوتا ہے اسی طرح مرض باطن بھی موجبِ دشواری ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کبر علی المشرکین ما تدعوہم الیہ (جس چیز کی طرف آپ مشرکین کو دعوت دے رہے ہیں یعنی توحید وہ ان مشرکین پر بہت بھاری ہے)۔ ایک جگہ ارشاد ہے: وانہا لکبیرۃ الا علی الخاشعین (بیشک نماز دشوار ہے، مگر ان پر دشوار نہیں جو فروتنی کرنے والے اور اللہ سے ڈرنے والے ہیں)۔ ظاہر میں تو ضعفِ قویٰ اور ضعف جوارح دشواری کو لازم کرتا ہے، اور باطن میں ضعفِ یقین اور نقصِ ایمان موجبِ دشواری ہوتا ہے۔ ورنہ تکالیفِ شرعیہ میں تو تخفیف اور پوری سہولت موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے، دشواری نہیں چاہتا)۔

(مکتوب ۲۱۹ دفتر اول ملاداؤد)

دنیا کی محبت ہر خطا کی جڑ ہے

اللہ تعالیٰ دنیائے دنی کو اور اس کی ملمع کاری کی قباحت کو نظرِ بصیرت میں منکشف کر کے آخرت کے حسن و جمال اور وہاں کے باغات و انہار اور وہاں کے جلوۂ دیدارِ الٰہی کو آشکارا کر دے۔ بحرمۃ سید المرسلین ﷺ۔ تاکہ اس جلد زائل ہو جانے والی قبیح دنیا سے بے رغبتی حاصل ہو اور پورے طریقے سے عالمِ بقا کی

Marfat.com

طرف جو کہ محلِ رضائے باری تعالیٰ ہے۔ توجہ حاصل ہو جائے۔ جب تک دنیا کی برائی واضح نہ ہو گی اس دنیا کی گرفتاری سے خلاصی پانا محال ہے، اور جب تک دنیا کی گرفتاری سے خلاصی نہ ہو گی، فلاح و نجاتِ اخروی کا حاصل ہونا مشکل ہے۔ دنیا کی محبت ہر خطا کی جڑ ہے۔ (حدیث) یہ مسلم و یقینی بات ہے۔ علاج بالضد کے اصول پر اس دنیائے دنی کی محبت دور کرنے کا علاج اس بات پر موقوف ہے کہ آخرت کی طرف رغبت ہو اور احکام شریعت کے مطابق اعمالِ صالحہ کئے جائیں۔ حضرتِ حق سبحانہ نے حیات دنیا کو پانچ چیزوں بلکہ (دراصل) چار چیزوں میں منحصر رکھا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: انما الحیوٰۃ الدنیا لعب و لھو و زینۃ و تفاخر بینکم و تکاثر فی الاموال والاولاد (حیاتِ دنیا، بس لہو لعب زینت و تفاخر اور مال و اولاد میں کثرت طلب کرنے کا نام ہے) بس جب انسان اعمالِ صالحہ میں مشغول ہو گا تو ان مذکورہ قباحتوں کا جزو اعظم یعنی لہو و لعب نقصان پذیر ہو جائے گا، اور جب ریشم پہننے اور سونے چاندی کے استعمال سے پرہیز کرے گا تو دوسرا اجزو (یعنی زینت) زوال میں آئے گا۔ اور جب یہ یقین کرے گا کہ اللہ کے نزدیک فضیلت و کرامت کا معیار تقویٰ ہے نہ کہ حسب و نسب تو لامحالہ تفاخر سے باز رہے گا۔ اور جب یہ جان لے گا کہ اموال و اولاد (کی بے جا محبت) ذکرِ حق سے مانع ہوتی ہے تو لازمی طور پر زیادہ طلبی سے دست بردار ہو جائے گا۔ خلاصۂ کلام اس جامع آیت شریفہ میں ہے: ما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا (رسولؐ جو تم کو عطا کریں اس کو لے لو، اور جس سے منع فرماویں اس سے رک جاؤ)۔ (مکتوب ۲۳۲ دفتر اول بنام خانخان)

استخارے کی تفہیم

مخدوما! استخارہ ہر امر میں مسنون و مبارک ہے، لیکن یہ ضروری نہیں ہے

Marfat.com

کہ استخارے کے بعد خواب میں یا بیداری میں کوئی ایسی بات ظاہر ہو جو کام کے کرنے یا نہ کرنے پر دلالت کرتی ہو، بلکہ استخارے کے بعد قلب کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اگر امرِ مطلوب کی طرف قلب کا رجحان پہلے سے زیادہ ہے تو یہ بات اس کام کے کرنے پر دلالت کرتی ہے اور اگر قلبی توجہ اسی قدر ہے جتنی استخارے سے پہلے تھی اور کوئی کمی نہیں واقع ہوئی تو بھی اس کام کی ممانعت نہیں ہے، البتہ ایسی صورت میں استخارہ دوبارہ کر لیں حتی کہ قلب کا زیادہ متوجہ ہونا محسوس ہو۔ تکرارِ استخارہ کی حد (زیادہ سے زیادہ) سات مرتبہ ہے۔ ہاں اگر استخارے کے بعد قلب کی پہلی توجہ میں کمی معلوم ہو تو یہ بات منع پر دلالت کرتی ہے۔ اس صورت میں بھی کئی مرتبہ استخارہ کریں تو گنجائش ہے، بلکہ ہر صورت میں استخارہ مکرر کرنا اولیٰ اور مناسب تر ہے...... ظالموں کے فتنہ و شر سے محفوظ رہنے کی دعا بھی تم نے طلب کی تھی (دعا کی گئی اور ازروئے یقین لکھتا ہوں کہ) حضرت حق سبحانہ نے تم کو اور تمہارے متعلقین کو بلکہ تمہاری بستی کو ظالموں کی شرارت سے محفوظ فرما دیا ہے۔ اطمینان کے ساتھ جنابِ باری تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں۔ امید کہ اس حفظ و امان کو کسی وقتِ خاص تک کے لیے محدود نہ سمجھو گے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت بہت ہی وسیع ہے۔ مگر اپنی بستی کے باشندوں کو یہ نصیحت ضرور کر دینا کہ وہ اپنے اچھے طور و طریقے میں اور مسلمانوں کی خیر اندیشی میں تبدیلی پیدا نہ کریں۔ (مکتوب ۲۳۹ دفتر اول بنام ملا احمد برکی) ایضا

اعمالِ صالحہ کا ترک اور ذکر سے غفلت عافیت اور خوشحالی کی سلبی کا موجب ہے

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیرو ما بانفسھم (بیشک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی عافیت و نعمت کو نہیں تبدیل کرتا تاوقتیکہ وہ اپنے احوالِ جمیلہ کو اخلاق

Marfat.com

رذیلہ سے تبدیل کردیں) یعنی جب تک کوئی قوم اعمالِ صالحہ میں مشغول رہے گی اور ذکرِ خدا سے غافل نہ ہوگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی عافیت و خوشحالی نہیں سلب ہوگی۔ (ایضا)

آنحضرت کی متابعت سے ہی محبوبیتِ حق کا مقام ملتا ہے

نجاتِ اخروی اور فلاحِ سرمدی، متابعتِ سرور کائنات ﷺ سے وابستہ ہے۔ اسی بنا پر آنحضرت ؐ کی متابعت سے تجلیِ ذات سے مشرف ہوتے ہیں۔ آپ ہی کی متابعت سے مرتبۂ عبدیت سے (جو کہ تمام مراتب کے اوپر اور مقامِ محبوبیت کے حصول کے بعد ہے) سرفراز ہوتے ہیں...... اولوالعزم پیغمبر بھی متابعتِ آنحضرت ﷺ کی آرزو کرتے تھے۔ (حدیث کی رو سے) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ہوتے تو آپ ؐ کی اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کا (قربِ قیامت میں نازل ہونا اور آنحضرت ﷺ کی شریعت کا تابع ہونا مشہور و معروف بات ہے) آپ ؐ کی امت آپ کی متابعت کی برکت سے خیر الامم قرار دی گئی ہے اور اس میں اکثر و بیشتر اہل جنت ہوں گے اور کل بروزِ قیامت اتباع کی بدولت تمام امتوں سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے اور وہاں کی نعمتیں حاصل کریں گے۔ (مکتوب ۲۴۹ دفتر اول بنام میرزادا راب)

صحابہ کرام کے تنازعات کے بارے میں متوازن طرز فکر

حضرت علی کرم اللہ وجہہ چونکہ "حاملِ ولایتِ محمدی" ہیں۔ لہٰذا تمام اقطاب، ابدال اور اوتاد (جن میں کمالاتِ ولایت کا پہلو غالب ہے) کی تربیت، حضرت علیؓ کی روحانی امداد و اعانت کے سپرد ہے...... جاننا چاہیے کہ اصحابِ پیغمبر

Marfat.com

علیہ وسلم سب کے سب بزرگ ہیں۔ سب کو تعظیم کے ساتھ یاد کرنا چاہیے۔ خطیب نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ نے مجھے چن لیا اور میرے لیے میرے اصحابؓ کو چنا اور ان میں سے میرے لیے خسروں، دامادوں اور مددگاروں کو چن لیا۔ جس نے صحابہؓ کے بارے میں میرا لحاظ رکھا اس کو اللہ محفوظ رکھے، اور جس نے ان کے معاملہ میں مجھے ایذا دی اللہ تعالیٰ اس کو رنجیدہ کرے"۔ طبرانی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس نے لعنت کی میرے اصحاب پر، پس اس پر لعنت اللہ کی اور ملائکہ کی اور تمام انسانوں کی" ابن عدی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے: "میری امت میں وہ لوگ بدترین ہیں جو میرے اصحابؓ کی شان میں دلیری اور گستاخی کرتے ہیں"۔ (صحابہؓ کے درمیان) محاربات و منازعات جو واقع ہوئے ان کو نیک محمل پر رکھنا اور "ہوا و تعصب" سے دور رہنا چاہیے۔ اس لیے کہ وہ مخالفات اجتہاد و تاویل پر مبنی ہیں نہ کہ ہوا و ہوس پر۔ جمہور اہلسنت کی یہی رائے ہے۔ لیکن یہ بھی واضح رہے کہ محاربین حضرت علیؓ خطا پر تھے اور حضرت علیؓ حق پر، لیکن چونکہ یہ خطاء خطاءِ اجتہادی تھی اس لیے ملامت سے دور اور مواخذے سے بَری ہے۔ چنانچہ شارح مواقف نے آمدی سے نقل کیا ہے کہ: واقعاتِ جمل و صفین ازروئے اجتہاد تھے...... اور شیخ ابو شکور سلمیؒ نے تمہید مین تصریح کی ہے کہ اہلسنت و جماعت اس کے قائل ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ مع ہمراہیان خطائے اجتہادی پر تھے۔ اور شیخ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ: حضرت امیر معاویہؓ کی منازعت حضرت علیؓ کے ساتھ اجتہادی تھی، اور اس قول کو معتقداتِ اہلسنت سے قرار دیا ہے، اور دیگر کتب قوم بھی خطائے اجتہادی کے قول سے بھری ہوئی ہیں، جیسا کہ حضرت امام

Marfat.com

غزالیؒ اور قاضی ابوبکرؒ وغیرہما نے تصریح کی ہے۔ لہٰذا حضرت علیؓ سے محاربہ کرنے والوں کی تفسیق و تضلیل ہرگز جائز نہ ہوگی......

آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں یوں دعا فرمائی ہے: "اے اللہ! معاویہ کو ہادی و مہدی بنادے"۔ پس حضرت معاویہؓ مستحقِ مذمت ہرگز نہیں ہیں۔

اے برادر! تنہا حضرت امیر معاویہؓ ہی اس معاملہ میں نہیں ہیں، بلکہ اصحابِ کرامؓ میں کم وبیش نصف تعداد ان کی شریک ہے۔ پس اگر محاربینِ حضرت علیؓ کافر وفاسق قرار دیے جائیں گے تو نصف دین سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ وہ نصف دین جو ان حضرات کی تبلیغ سے ہم تک پہونچا ہے۔ اور اس بات کو جائز وہ زندیق ہی رکھ سکتا ہے جس کا مقصد دین کا باطل کرنا ہے۔

اے برادر! اس فتنہ کا برانگیختہ ہونا شہادتِ عثمانؓ اور قاتلین سے طلبِ قصاص کی بنا پر تھا۔ حضرات طلحہؓ وزبیر مدینے سے سب سے پہلے تاخیرِ قصاص کی ہی بنا پر باہر آئے تھے، اور حضرت عائشہؓ نے بھی ان سے اس امر میں موافقت کی تھی اور جنگِ جمل...... بوجہ تاخیر قصاص ہی ہوئی تھی۔ بعد ازاں حضرت امیر معاویہؓ ملک شام سے نکل کر میدان میں آئے اور جنگِ صفین برپا ہوئی۔ امام غزالیؒ نے تصریح کی ہے کہ یہ منازعت، خلافت کے بارے میں نہیں ہوئی تھی، بلکہ آغاز خلافتِ حضرت علیؓ میں مطالبۂ قصاص کی بنا پر یہ منازعت ہوئی تھی۔ شیخ ابنِ حجرؒ نے اس حقیقت کو بھی معتقداتِ اہلسنت سے قرار دیا ہے۔

اے برادر! طریقِ اسلم یہ ہے کہ مشاجرات ومنازعاتِ صحابہؓ کے ذکر سے سکوت اختیار کیا جائے...... آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: "میرے اصحابہ کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہنا، ان کو نشانۂ ملامت مت بنانا۔"

Marfat.com

اس زمانہ میں اکثر لوگ بحثِ امامت کے ضمن میں خلافت اور باہمی مخالفت کی گفتگو کو اپنا نصب العین بنائے ہوئے ہیں اور جاہل اربابِ تاریخ اور سرکش اہلِ بدعت کی تقلید میں اکثر اصحابِ کرامؓ کو اچھے کلمات سے یاد نہیں کرتے اور امورِ نامناسبہ ان کی طرف منسوب کرتے ہیں، اس لیے بربنائے ضرورت جو کچھ معلوم تھا قیدِ کتابت میں لا کر دوستوں کو بھیجا جاتا ہے......

الحمد اللہ کہ سلطان وقت (جہانگیر) اپنے کو حنفی اور سنی سمجھتا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو مسلمانوں کو سخت دشواری پیش آتی۔ اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہئے پس لازم ہے کہ مدارِ اعتقاد، معتقداتِ اہلسنت پر رکھیں اور ہر کسی کی باتیں کان میں نہ لائیں۔ "افسانہائے دروغ" پر عقیدے کی بنیاد رکھنا خود کو ضائع کرنا ہے۔ تقلیدِ فرقۂ ناجیہ (اہلسنت و جماعت) ضروری ہے تاکہ امیدِ نجات ہو جائے۔ (مکتوب ۲۵۱ دفتر اول بنام مولانا محمد اشرف)

سنت کی ترویج اور بدعت کی بیخ کنی کے بیان میں

یہ بھی کیا عجیب نعمت ہے کہ "محبتان و مخلصان" اپنی پوری طاقت سے سننِ مصطفویہؐ میں سے کسی سنت کے زندہ کرنے کی طرف متوجہ ہوں اور (ساتھ ہی ساتھ) بدعاتِ نامرضیہ میں سے کسی بدعت کے دور کرنے میں پورے طریقے سے مصروف ہوں۔ سنت اور بدعت ایک دوسرے کی ضد ہیں، ایک کے وجود سے دوسرے کی نفی لازم آتی ہے، ان دونوں میں سے کسی ایک کو زندہ کرنا دوسرے کو ختم کر دینا ہے۔ سنت کا زندہ کرنا بدعت کو مردہ کرنا ہے اور بدعت کو زندہ کرنا سنت کو مردہ کرنا ہے۔ بدعت کا "حسنہ" نام رکھیں یا "سیئہ" (وہ تو بہر حال) سنت کے ہٹا دینے کو مستلزم ہے۔ شاید "حسنہ" کہہ کر اضافی حُسن مراد لیتے ہیں، ورنہ حسن مطلق کی تو بدعت میں قطعی گنجائش نہیں ہے۔

Marfat.com

(آنحضرت ﷺ کی) تمام سنتیں اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور جو چیزیں سنت کی مخالف ہیں وہ شیطان کی پسندیدہ ہیں بدعتوں کے رائج ہونے کی وجہ سے میری یہ بات آج بہت سوں پر گراں گذرتی ہے، مگر کل بروزِ قیامت معلوم ہوگا کہ ہم ہدایت پر ہیں یا وہ...... (مکتوب ۲۵۵ دفتر اول بنام مولانا طاہر)

بلادِ ہند میں انبیاء کی دعوت توحید کیوں عام نہ ہو سکی؟

یہ فقیر جتنا غور کرتا ہے اور نظر کو دوڑاتا ہے کوئی علاقہ ایسا نہیں پاتا جہاں پر ہمارے پیغمبر ﷺ کی دعوت نہ پہونچی ہو، بلکہ محسوس ہوتا ہے کہ آپ کا نورِ دعوت مانندِ آفتاب ہر جگہ پہونچا ہے حتیٰ کہ یاجوج وماجوج (کے علاقے) میں بھی جن کے لیے سدّ (ذوالقرنین) حائل ہے۔ (قبلِ بعثتِ خاتم الانبیاء ﷺ) اممِ سابقہ میں جب غور کرتا ہوں تو کم مقامات ایسے پاتا ہوں کہ جہاں کسی پیغمبر کی بعثت نہ ہوئی ہو۔ حتیٰ کہ زمین ہند جو (بظاہر) اس معاملہ سے دور معلوم ہوتی ہے یہاں پر بھی پاتا ہوں کہ پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں اور صانع مطلق کی دعوت انہوں نے دی ہے۔ بعض بلادِ ہند میں ایسا محسوس ہوتا ہے گویا انوار انبیاءؑ ظلماتِ شرک کے اندر مشعلوں کی طرح روشن ہیں...... اور یہ بھی دیکھتا ہوں کہ یہاں ایک پیغمبر وہ ہے جس پر کوئی ایمان نہیں لایا اور کسی نے اس کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ ایک پیغمبر ہے کہ اس پر صرف ایک آدمی ایمان لایا ہے۔ ایک اور ہے کہ دو آدمی اس پر ایمان لائے ہیں۔ بعض پر تین آدمی ایمان لائے ہیں۔ تین سے زیادہ کسی پیغمبر پر ایمان لانے والے نظر نہیں آئے...... اس مقام پر کوئی کوتاہ اندیش یہ سوال نہ کرے کہ اگر زمین ہند میں انبیاء مبعوث ہوئے تھے تو ان کی بعث کی خبر یقینی طور پر ہم تک پہونچتی، بلکہ وہ خبر اسبابِ نقل کی کثرت کی وجہ سے تواتر کے ساتھ منقول ہوتی۔ اور جب ایسا نہیں ہے تو یہاں انبیاء بھی مبعوث نہیں ہوئے۔

Marfat.com

میں کہتا ہوں کہ ان پیغمبروں کی دعوت عام نہ تھی بلکہ بعض کی دعوت کسی ایک قوم کے ساتھ مخصوص تھی، بعض کی کسی ایک قریہ یا ایک شہر کے ساتھ مخصوص تھی۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت حق سبحانہ نے یہاں کسی قوم یا قریے میں کسی شخص کو اس دولتِ نبوت سے مشرف فرمایا ہو، اور اس نے اس قوم کو یا اہل قریہ کو معرفتِ صانع کی دعوت دی ہو، غیر اللہ کی عبادت سے منع کیا ہو، مگر اس قوم یا اہل قریہ نے اس پیغمبر کا انکار کیا ہو اور اس کی "تضلیل و تجہیل" کی ہو۔ جب ان لوگوں کا انکار اور کفر حد کو پہونچ گیا ہو گا تو نصرت و غیرتِ حق نے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا ہو گا۔ اسی طرح بعد کچھ مدت کے کوئی دوسرا پیغمبر کسی قریے یا قوم میں مبعوث ہوا ہو گا اور اس نے بھی دعوتِ معرفتِ صانع مطلق دی ہو گی اور غیر خدا کی پرستش سے منع کیا ہو گا اس کے ساتھ بھی انکار و تکذیب کا معاملہ کیا گیا ہو گا (نتیجے میں) اس قوم کو بھی ہلاک کر دیا گیا ہو گا اور اسی طرح جب تک خدا نے چاہا ہو تا رہا ہو گا (اسی بنا پر) زمین ہند میں قریوں اور شہروں کے اندر بہت سے آثار ہلاکت پائے جاتے ہیں۔

...... خبر نبوت انبیاءِ مبعوثہ کی اس وقت ہم تک پہونچتی کہ جماعتِ کثیر ان پر ایمان لاتی اور وہ پیغمبر قوت پیدا کر لیتے۔ ایک پیغمبر آیا، چند روز دعوت دی اور گذر گیا کسی نے اس کی بات کو قبول نہ کیا۔ دوسرا آیا اور کارِ دعوت انجام دیا، اس کا ماننے والا صرف ایک ہوا۔ اور کسی کے فقط دو یا تین ماننے والے ہوئے۔ ایسی صورت میں خبر کیسے منتشر ہوتی، درآنحالیکہ تمام کفار مقامِ انکار میں تھے اور اپنے آباء واجداد کے مخالف طریقے کو رد کر رہے تھے۔ اس حالت میں ناقل کون ہوتا اور نقل کس کے سامنے کرتا۔ (مکتوب ۲۵۹ دفتر اول بنام خواج محمد سعید سرہندی)

Marfat.com

صوفیائے خام اور علمائے ناعاقبت اندیش کی فرائض و سنن سے غفلت

انبیاء علیہم السلام نے دعوت کو "عالمِ خلق" تک محدود رکھا ہے (چنانچہ ارشاد نبویؐ ہے) بُنی الاسلام علیٰ خمسٍ (اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے) اور چونکہ قلب کو عالم خلق سے مناسبت زیادہ تھی اس لیے انبیاءؑ نے تصدیقِ قلب کی بھی دعوت دی ہے اور "ماوراء قلب" کے متعلق انہوں نے (بصراحت) کلام نہیں فرمایا اور اس کو معمولی شے قرار دے کر مقاصد سے شمار نہیں کیا۔ "تنعماتِ بہشت" "آلامِ دوزخ" "دولتِ دیدار" اور "محرومی دولتِ دیدار" یہ سب چیزیں "عالم خلق" سے وابستہ ہیں "عالم امر" کو ان سے تعلق نہیں ہے۔ جو عمل، فرض، واجب اور سنت ہے اس کی ادائیگی بھی جسم سے تعلق رکھتی ہے اور جسم عالمِ خلق سے ہے۔ اور جو عمل "نصیب عالمِ امر" ہے وہ اعمالِ نافلہ سے ہے۔ وہ قربِ جو ان اعمال فرض و نفل کا ثمر ہے۔ بمطابق اعمال ہو گا۔ پس وہ قرب جو ادائے فرائض کا ثمرہ ہے نصیب عالم خلق ہو گا اور وہ قرب جو ثمرۂ ادائے نوافل ہے نصیبِ عالم امر ہو گا۔ اور اس میں شک نہیں کہ نفل کی فرض کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں ہے، کاش کہ دریائے محیط کے مقابلہ میں قطرے کی نسبت ہی ہوتی (وہ بھی نہیں ہے) بلکہ نفل کی تو سنت کے مقابلے میں بھی دریا اور قطرے والی نسبت ہے اور خود سنت و فرض کے درمیان بھی نسبتِ قطرہ و دریا ہے۔ اس سے قربِ عالمِ خلق اور قربِ عالمِ امر کے درمیانی فرق کو معلوم کیا جا سکتا ہے اور عالمِ خلق کی فضیلت، عالمِ امر پر اسی فرق سے جانی جا سکتی ہے۔ اکثر لوگ چونکہ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے اس لیے فرائض کو خراب و خستہ کر کے نوافل کی ترویج و اشاعت میں کوشاں ہوتے ہیں۔ "صوفیائے خام" (فقط) ذکر و فکر کو شدید ترین ضروریات سے جان کر فرائض و سنن کی ادائیگی میں کوتاہی برتتے ہیں اور

Marfat.com

چلہ کشی و ریاضت کو اختیار کر کے جمعہ و جماعت کو ترک کرتے ہیں، وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ایک فرض نماز جماعت سے ادا کرنا ان کے ہزاروں چلوں سے بہتر ہے۔ ہاں "ذکر" آدابِ شرعیہ کو ملحوظ رکھ کر کرنا ضرور بہتر اور مہتم بالشان شے ہے۔ علماء ناعاقبت اندیش بھی ترویج نوافل میں کوشش کرتے ہیں اور فرائض کو خراب و ابتر کر ڈالتے ہیں...... وہ ادائے فرائض میں سستی کرتے ہیں، بہت کم ایسے ہوں گے جو فرائض کو وقت مستحب میں ادا کرتے ہوں۔ وہ تو اصل وقت سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں اور تکثیرِ جماعت کا بھی چنداں اہتمام نہیں کرتے۔ جماعت میں ایک آدمی یا دو آدمیوں پر ہی اکتفاء کر لیتے ہیں بلکہ بسا اوقات تنہا ہی پڑھ لیتے ہیں۔ جب "مقتدایانِ اسلام" یہ معاملہ کریں گے تو عوام کا کیا ٹھکانہ ہے۔ اس قسم کی حرکات سے اسلام میں ضعف آرہا ہے اور اس کی کردار کی ظلمت سے خواہشات و بدعات کا ظہور ہو رہا ہے۔

اند کے پیشِ تو گفتم غمِ دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخت بسیار است

میں نے اپنا غمِ دل تیرے سامنے تھوڑا سا بیان کیا ہے اس خیال سے کہ کہیں تو آزردہ نہ ہو جائے، ورنہ اس سلسلے کی باتیں تو بہت ہیں۔ (مکتوب ۲۶۰ دفتر اول بنام شیخ محمد صادق سرہندی)

ادائے نوافل سے قرب ظلِ میسر ہوتا ہے جب کہ ادائے فرض سے حقیقی قرب ملتا ہے

علاوہ ازیں ادائے نوافل سے "قربِ ظل" میسر ہوتا ہے اور ادائے فرائض سے ایسا قربِ اصل ملتا ہے جس میں شائبۂ ظلمیت نہیں۔ جو نوافل برائے تکمیلِ

Marfat.com

فرائض ادا کیے جاتے ہیں وہ قربِ اصل کے معاون اور ملحقاتِ فرائض سے ہیں۔ (خلاصۂ کلام یہ ہے کہ) ادائے فرائض مناسب عالمِ خلق ہے جس کا رخ "اصل" کی طرف ہے اور ادائے نوافل، مناسبِ عالمِ امر ہے جس کا چہرہ "ظل" کی طرف ہے۔

ہر چند تمام فرائض قربِ اصل کا فائدہ دیتے ہیں، لیکن ان میں افضل و اکمل نماز ہے۔ نماز مومن کے لیے ذریعۂ ترقی ہے۔ اس کے بارے میں حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ نماز کی حالت میں بندہ اپنے رب سے بہت قریب ہوتا ہے...... نماز، سئیات کو دور کرتی ہے۔ نماز، فحش اور بے حیائی سے منع کرتی ہے۔ نماز، وہ ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ اپنی راحت اس میں تلاش فرماتے ہیں۔ نماز کو (آنحضرت ﷺ نے) دین کا ستون قرار دیا ہے۔ نماز، (ازروئے ارشادِ رسول ﷺ) کفر و اسلام میں فرق کرنے والی شے ہے...... نورِ سنت کو ظلماتِ بدعت نے (اس وقت) مستور کر رکھا ہے اور "رونقِ ملتِ مصطفویہ" کو "کدورت امورِ محدثہ" نے ضائع کر دیا ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ (مسلمانوں کی) ایک جماعت ان بدعات کو امورِ مستحسنہ میں سے سمجھتی اور حسنات شمار کرتی ہے، نیز تکمیلِ دین ان بدعات کے ذریعے ڈھونڈھ رہی ہے، اور ان امورِ بدعت کو ادا کرنے کی ترغیب دے رہی ہے، اللہ تعالیٰ اس جماعت کو صراطِ مستقیم کی ہدایت کرے۔ اس جماعت کو شاید معلوم نہیں کہ دین تو ان بدعات کے ظہور سے پہلے ہی کامل ہو چکا، نعمتِ خداوندی تمام ہو چکی، اور دین اسلام کو حق تعالیٰ کی رضا حاصل ہو گئی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (میں نے تمہارے لیے دین کامل کر دیا، تمہارے اوپر اپنی نعمتِ پوری کر دی اور پسند کیا میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین)۔ ایضا

Marfat.com

نماز لذت بخش غم گساران ہے اور راحت دہ بیماران ہے

نماز ایسا جزو ہے جو اپنی جامعیت کی بنا پر حکم کل رکھتا ہے۔ نماز تمام ایسے اعمال پر فوقیت رکھتی ہے جو حق تعالیٰ سے قریب کرنیوالے ہیں۔ وہ دولتِ دیدار جو سرورِ کائنات ﷺ کو شبِ معراج میں بہشت کے اندر حاصل ہوئی تھی، دنیا میں واپس آنے کے بعد وہ دولت اس عالم کے مطابق آنحضرت ﷺ کو نماز میں میسر ہوتی تھی...... آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ: بندہ نماز میں اپنے رب سے بہت قریب ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے کامل متبعین کو نماز میں اس جہان کے اندر اس دولت سے حظِ وافر اور نصیبِ کامل حاصل ہوتا ہے۔ اگرچہ دیدار حاصل نہ ہو، اس لیے کہ یہ جہان دیدارِ خداوندی کے لائق نہیں ہے۔ نماز "لذت بخشِ غمگساران" ہے۔ نماز "راحت دہ بیماران" ہے۔ ارحنی یا بلال (اے بلال! اذان کہہ کر میری راحت کا سامان کرو) (حدیث) اسی نماز کا ایک رمز ہے۔ اور قرۃ عینی فی الصلوٰۃ اسی جانِ آرزو (نماز) کی طرف ایک اشارہ ہے۔

ازواق و مواجید، علوم و معارف، احوال و مقامت، انوار و الوان، بیقراریاں اور تسلیاں، تجلیات باکیف اور تجلیات بے کیف، ظہوراتِ گوناگوں اور ظہوراتِ بے رنگ، جو کچھ بھی بیرونِ نماز میسر آتے ہیں اور حقیقت نماز کی آگاہی کے بغیر ظاہر ہوتے ہیں ان کی حقیقت سایے سے زیادہ نہیں ہے، بلکہ وہ وہم وخیال کی پیداوار ہیں۔

وہ نمازی جو حقیقتِ نماز سے آگاہ ہے وقتِ ادائے نماز گویا اس جہان سے باہر ہو کر عالمِ اخروی میں داخل ہو جاتا ہے۔ یقیناً وہ اس وقت میں اس دولت سے حصہ حاصل کر لیتا ہے جو آخرت کے لیے مخصوص ہے اور "اصل" سے "بے شائبۂ ظلیت" بہرہ مند ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ دنیا کمالاتِ ظلی تک محدود ہے اور

Marfat.com

وہ معاملہ جو بیرونِ ظل ہے آخرت کے ساتھ خاص ہے...... یہ دولت اس امت کے ساتھ مخصوص ہے کہ وہ اپنے پیغمبر کی تابعداری میں...... اس کمال سے مشرف اور اس سعادت سے سعادت مند ہوئی۔ اے اللہ! تو آنحضرت ﷺ کو ہماری طرف سے وہ جزا عطا فرما جس کے وہ مستحق ہیں اور وہ جزا عطا فرما جو ہر نبی کی جزا سے جو اس کو اپنی امت کی طرف سے ملے۔ بہتر ہو۔ اور تمام انبیاء کو جزائے خیر عطا فرما، اس لئے کہ انبیاء سب کے سب اللہ کی مخلوق کو اللہ کی طرف دعوت دینے والے اور اللہ کی لقاء کی جانب رہنمائی کرنے والے ہیں۔ صوفیاء کی جس جماعت کو حقیقتِ نماز سے آگاہ نہیں کیا گیا اور نماز کے کمالاتِ مخصوصہ سے اطلاع نہیں بخشی گئی، انہوں نے اپنے امراض کا علاج نماز کے علاوہ دوسرے امور میں تلاش کیا، اور اپنی مرادوں کے حصول کو دوسری اشیاء کے ساتھ وابستہ کیا......

(مکتوب ۲۶۱ دفتر اول بنام میر محمد نعمان)

حقیقت کعبہ اور نماز کی کیفیت اور اہم معارف کا ذکر

حقیقتِ کعبہ تمام حقائق پر فوقیت رکھتی ہے، اور حقیقتِ کعبہ کے کمالاتِ متعلقہ تمام حقائق کے کمالاتِ متعلق سے فائق ہیں۔ گویا کہ حقیقتِ کعبہ حقائق کائنات اور حقائقِ الٰہی کے درمیان، برزخی حالت رکھتی ہے۔ حقائق الٰہی سے میری مراد پردہ ہائے عظمت و کبریائی ہیں، کیونکہ کوئی رنگ و کیف، حق سبحانہ کے "دامانِ قدس" تک نہیں پہونچتا، اور کوئی ظلیت اس تک راستہ نہیں پاتی۔ عروجات و ظہوراتِ دنیوی کی انتہا بس حقائقِ کائنات تک ہے۔ حقائق الٰہی سے کوئی حصہ ملنا آخرت کے ساتھ مخصوص ہے، مگر نماز میں کہ وہ معراجِ مومن ہے، اور اس میں (وقتی طور پر) گویا دنیا سے آخرت میں چلا جانا ہوتا ہے،

Marfat.com

آخرت میں جو نصیب ہو گا اس کا کچھ حصہ نماز میں میسر ہو جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس دولت کے حصول میں عمدہ شے نمازی کا نماز میں جہت کعبہ کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ کیونکہ جہتِ کعبہ "ظہوراتِ حقائق الٰہی" کا مقام ہے۔ پس کعبہ دنیا میں عجیب ترین جگہ ہے۔ بظاہر دنیا سے ہے اور حقیقت میں آخرت سے تعلق رکھتا ہے۔ نماز نے بھی کعبہ کے تعلق سے یہی حیثیت پیدا کرلی ہے۔ نماز بھی صورت و حقیقت میں جامع دنیا و آخرت ہو گئی ہے۔ یہ امر پایۂ تحقیق کو پہونچ گیا ہے کہ جو حالت ادائے نماز کے وقت میسر ہوتی ہے وہ ان تمام حالات سے اونچی ہے جو بیرونِ نماز حاصل ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ بیرونِ نماز والے حالات "دائرۂ ظل" سے باہر نہیں نکلتے ہر چند کہ وہ حالات، بلند ہوں اور نماز والی کیفیت و حالت "اصل" سے حصہ رکھتی ہے اور جس قدر فرق ظل و اصل میں ہے اسی قدر فرق، بیرونِ نماز والی حالت اور اندرونِ نماز والی حالت میں سمجھنا چاہئے۔ اس فقیر کو دکھایا گیا ہے کہ جو حالت، اللہ تعالیٰ کی عنایت سے بوقتِ موت ظاہر ہو گی وہ حالت نماز سے بھی اونچی ہو گی اس لئے کہ موت، احوالِ آخرت کے مقدمات میں سے ہے اور جو چیز آخرت سے قریب ہے وہ اتم و اکمل ہے اس لئے کہ دنیا میں ظہورِ صورت ہے اور آخرت میں ظہور حقیقت ہے اور ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ ایسی ہی وہ حالت جو بہ کرم الٰہی "برزخ صغریٰ" (قبر) میں میسر ہو گی وہ اس حالت سے بڑھ کر ہو گی جو بوقتِ موت ہوتی ہے، یہی نسبت "برزخ کبریٰ" (قیامت) برزخِ صغریٰ سے رکھتی ہے اس لئے کہ برزخ کبریٰ کا "مشہود" اتم و اکمل ہے۔ اور جنت کا مشہود، برزخ کبریٰ کے مشہود کی بہ نسبت اتمیت اور اکملیت رکھتا ہے ...... دنیا ظہور کا محل بالکل نہیں ہے۔ دنیا کے ساتھ جو "ظہوراتِ ظلال" اور نمود امثال" مخصوص ہیں وہ فقیر کے نزدیک امورِ دنیویہ

Marfat.com

میں سے ہیں، اور فی الحقیقت داخل دائرۂ امکان ہیں۔ ان ظہوراتِ دنیا کا کچھ بھی نام رکھ لیں، خواہ تجلیاتِ صفات، خواہ تجلیاتِ ذات، اللہ تعالیٰ ان سے وراء الوراء ہے۔ فقیر جب دنیا کو نظرِ غور سے دیکھتا ہے تو محض خالی پاتا ہے، خوشبوئے مطلوب اس مقام سے مشامِ جاں میں نہیں آتی، زیادہ سے زیادہ یہ دنیا مزرعۂ آخرت ہے۔ یہاں مطلوب کو ڈھونڈھنا اپنے آپ کو پریشان کرنا ہے، یا غیر مطلوب کو مطلوب سمجھ بیٹھنا ہے۔ چنانچہ اکثر لوگ اسی (دھوکے) میں گرفتار ہیں، اور خواب و خیال سے تسلی پا رہے ہیں۔ بلاشک نماز دنیا میں ایسی شے ہے جو اصل کی خبر دے رہی ہے، اور خوشبوئے مطلوب بہم پہونچاتی ہے...... ایضاً۔

اسباب کی رعایت کرنا اور معاملہ سپرد خدا کرنا نبویؐ طریق ہے

ایک جماعت ہے جو رفع اسباب (اسباب کے نظر انداز کرنے) میں کمال سمجھ بیٹھی ہے اور اشیاء کو ابتداء بے وسیلۂ اسباب حضرتِ حق تعالیٰ کی طرف منسوب کرتی ہے، وہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ ارفعِ اسباب سے رفعِ حکمت لازم آتا ہے جس حکمت کے ضمن میں بہت سی مصلحتیں ملحوظ ہیں۔ ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔ انبیاء علیہم السلام (کا طریقہ تو یہ ہے کہ وہ) اسباب کی رعایت بھی فرماتے ہیں اور پھر معاملہ سپردِ خدا کر دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نظرِ بد کا خیال کر کے اپنے لڑکوں کو وصیت فرمائی کہ: یا بنی لا تدخلوا من باب واحد وادخلو من ابواب متفرقه (اے لڑکو! دیکھو مصر کے ایک دروازہ سے تم سب کے سب داخل نہ ہونا، بلکہ متفرق دروازوں سے داخل ہونا) اس رعایتِ اسباب کے ساتھ ساتھ معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا اور فرمایا: وما اغنی عنکم من اللّٰه من شئ ان الحکم الا للّٰه علیه توکلت وعلیه فلیتوکل المتوکلون۔ (میں تم سے قضائے خداوندی کو کچھ بھی دفع

Marfat.com

نہیں کر سکتا، فرماں روائی تو بس اسی کی ہے، اسی پر میں نے توکل کیا اور اسی پر متوکلین کو توکل کرنا چاہئے) اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اس معرفت کی تعریف و تحسین فرمائی، اور اس کو اپنی طرف منسوب فرمایا۔ چنانچہ اس کے بعد ارشاد ہے: وانہ لذو علم لما علمناہ ولکن اکثر الناس لایعلمون (اور یعقوب صاحبِ دانش تھے، اور اس علم سے بہرہ ور تھے جو ہم نے ان کو سکھایا تھا، لیکن اکثر آدمی اس حقیقت کو نہیں جانتے ہیں)۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ کو بھی اسباب اختیار کرنے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ (مکتوب ۲۶۶ دفتر اول بنام خواجہ عبداللہ و خواجہ عبیداللہ)

اسباب سے واسطہ رکھنا منافی توکل نہیں

ارشاد باری ہے: یا ایها النبی حسبك الله و من اتبعك من المؤمنین (اے نبیؐ! کافی ہے آپ کو خدا، اور کفایت کرتے ہیں آپ کے لئے وہ مسلمان جو آپ کی پیروی کرتے ہیں)۔ باقی رہی تاثیرِ اسباب سو جائز ہے کہ حضرت حق تعالیٰ بعض اوقات اسباب میں تاثیر پیدا فرمادیں تاکہ وہ مؤثر ہو جائیں اور بعض اوقات تاثیر کو پیدا نہیں بھی فرماتے اور کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا، چنانچہ ہم اسباب میں اس حقیقت کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں...... مطلقاً تاثیرِ اسباب کا انکار ایک قسم کی ہٹ دھرمی ہے تاثیر کا قائل ہونا چاہئے لیکن اس تاثیر کو اس کے سبب کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھنا چاہئے...... توسطِ اسباب کا ہونا منافی توکل نہیں ہے جیسا کہ ناقصوں نے منافیِ توکل سمجھ لیا ہے، بلکہ توسطِ اسباب کے اندر کمالِ توکل ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے رعایت سبب کرنے اور پھر سپردِ خدا کرنے کو توکل قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے: "علیه

Marfat.com

توکلت و علیه فلیتوکل المتوکلون"۔

اللہ تعالیٰ ارادہ کنندۂ خیر و شر بھی ہے اور خیر و شر کا خالق بھی ہے، البتہ خیر سے راضی ہے اور شر سے راضی نہیں۔ یہ ارادہ و رضا کا فرق وہ ہے کہ حضرت حق تعالیٰ نے اہلِ سنت پر اس کو منکشف فرمادیا ہے، باقی تمام فرقے اس فرق سے بہرہ ورنہ ہونے کی وجہ سے گمراہی کے گڑھے میں پڑ گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو قدرت و ارادہ عطا فرمایا ہے کہ اپنے اختیار سے کسب افعال کرتے ہیں، خلقِ افعال حضرتِ حق کی طرف سے ہے اور کسبِ افعال کا تعلق بندوں سے ہے۔ عادۃ اللہ اس طرح جاری ہے کہ بندہ جب اپنے فعل کا قصد کرتا ہے تو خلقِ حق تعالیٰ اس فعل کے ساتھ متعلق ہو جاتا ہے اور چونکہ بندے کا فعل اس کے قصد و اختیار سے صادر ہوتا ہے ناچار مدح و ذم اور ثواب و عقاب کا بھی اس سے تعلق ہو جاتا ہے...... اللہ تعالیٰ کو مومنین آخرت میں بہشت کے اندر "بے جہت و بے کیف" اور "بے شبہ و مثال" دیکھیں گے۔ یہ دیدارِ باری کا وہ مسئلہ ہے کہ سوائے اہلِ سنت کے جمیع فرقہ ہائے اسلام اس کے منکر ہیں، دیگر فرقے رُویت بے جہت و بے کیف کو تجویز نہیں کرتے۔ ایضاً۔

بعثت انبیاء کے ذریعہ حاصل ہونے والی سعادتیں

بعثت انبیاء علیہم السلام "رحمتِ عالمیان" ہے، اگر ان بزرگوں کا توسط وجود نہ ہوتا تو ہم گمراہوں کی واجب الوجود کی معرفتِ ذات و صفات کی طرف کون رہنمائی کرتا؟ اور مرضیاتِ خداوندی اور عدم مرضیاتِ خداوندی میں کون تمیز دیتا؟ ہماری ناقص عقلیں انبیاء کی دعوت کے بغیر اس حقیقت سے معزول و معطل اور ہمارے افہامِ ناتمام ان بزرگواروں کی تقلید کے بغیر اس معاملہ میں خوار کردہ شدہ ہیں۔

Marfat.com

بعثتِ انبیاء ایک ایسی حجۃ بالغہ ہے کہ عذاب وثواب اخروی ودائمی۔اسی سے متعلق ہے...... (یقیناً) بعثتِ انبیاء عین رحمت ہے، کیونکہ "سببِ معرفتِ ذات وصفاتِ واجب الوجود" ہے اور یہ معرفت ہی "سعادتِ دنیویہ و اخرویہ" کو متضمن ہے اور اسی بعثت کی بدولت یہ تمیز ہوئی ہے کہ یہ چیزیں مناسب جنابِ قدس ہیں اور یہ نامناسب ہیں۔ ہماری لنگڑی اندھی عقل جو کہ "داغِ امکان و حدوث" سے داغدار ہے کیا جانے کہ اس حضرت واجب الوجود کے مناسب کہ قدامت جس کے لوازم سے ہے کون کون سے اسماء وصفات اور افعال ہیں اور کون کون سے نامناسب ہیں؟ تاکہ مناسب کا اطلاق کیا جائے اور نامناسب سے اجتناب ہو۔ بلکہ بسا اوقات یہ عقل ناقص کمال کو نقصان اور نقصان کو کمال سمجھ لیتی ہے۔

یہ مناسب ونامناسب کا امتیاز، نزد فقیر تمام ظاہری وباطنی نعمتوں سے بالاتر ہے۔ وہ بڑا ہی کم بخت ہے جو امورِ نامناسبہ اور اشیاء ناشائستہ کے ساتھ حضرت حق سبحانہ کو منسوب کرے۔ باطل کو حق سے اور غیر مستحق عبادت کو مستحقِ عبادت سے جدا و ممتاز کرنا۔ بعثتِ انبیاء کا ہی کارنامہ ہے۔ بعثتِ انبیاء ہی کے ذریعے راہِ حق کی جانب دعوت دی گئی ہے اور بندوں کو سعادتِ قرب ووصل تک پہونچایا گیا ہے۔ اسی بعثت سے مرضیاتِ خداوندی پر آگاہی میسر ہوئی ہے اور اسی کی برکت سے ملکِ خداوندی کے اندر جواز تصرف اور عدم جواز تصرف متصرف متمیز ہوتا ہے۔ پس یہ امر مسلم ہے کہ بعثتِ انبیاء (سراپا) رحمت ہے جو شخص خواہشاتِ نفس امارہ کا مطیع ہوگیا ہے وہ بحکم شیطان لعین انکار بعثت کرتا ہے اور بمقتضائے بعث عمل کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا......

حصولِ تصفیہ وتزکیہ ان اعمالِ صالحہ کے انجام دینے سے متعلق ہے جو

Marfat.com

مرضیاتِ مولیٰ ہوں، اور یہ بات بھی موقوف ہے بعثتِ انبیاء، پر، پس بغیر بعثت، حصولِ حقیقت تصفیہ وتزکیہ بھی میسر نہیں۔ اور جو صفائی کفار واہل فسق کو حاصل ہو جاتی ہے وہ (در حقیقت) صفائے نفس ہے نہ کہ صفائے قلب۔ صفائے نفس سے سوائے گمراہی اور خسارے کے کسی اور بات کی طرف رہنمائی نہیں ہوتی۔ صفائے نفس کی حالت میں جو بعض امورِ غیبیہ کا کشف، کفار واہلِ فسق کو ہو جاتا ہے وہ استدراج ہے اور استدراج سے مقصود، جماعتِ کفار واہلِ فسق کے خسارے کے علاوہ کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس بلا سے بحرمۃ سید المرسلین ﷺ نجات دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ازراہِ بعثت جو تکلیف شرعی ثابت ولازم ہوئی ہے وہ بھی رحمت ہی رحمت ہے۔ ایضاً۔

بندے اپنے اعمال کے مکلّف کیوں نہ ہوں، منکرین سے مکالمہ

(ان منکرین سے دریافت کرو کہ) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو (اعمالِ صالحہ کا) کیوں مکلّف نہ کریں؟ اور اپنے بندوں کو کیوں آزاد چھوڑ دیں کہ بس کھاؤ، سو جاؤ اور اپنے طور پر زندگی بسر کرو۔ یہ کم نصیب وبے خرد منکرین شاید نہیں جانتے کہ شکرِ منعم، عقلاً واجب ہے اور یہ تکلیفاتِ شرعیہ اس شکر کی ادائیگی کا بیان ہیں۔ پس عقل کی رو سے بھی تکلیف شرعی واجب ہوگی۔ نیز نظامِ عالم اسی تکلیف شرعی سے مربوط ہے۔ اگر ہر ایک کو یوں ہی آزاد چھوڑ دیا جاتا تو سوائے شرارت وفساد کے اور کچھ بھی ظہور میں نہ آتا۔ ہر بوالہوس دوسرے کے نفس ومال میں دست درازی کرتا اور گناہ وخیانت کے ساتھ پیش آتا اس طرح خود بھی ضائع ہوتا اور دوسرے کو بھی ضائع کرتا۔ اگر شرع کے زواجر ومواضع موجود نہ ہوتے تو پناہ بخدا (براحال ہوتا)۔

ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولی الالباب (تمہارے لیے قصاص

Marfat.com

میں اے عقل والو حیات مضمر ہے۔ یعنی قصاص کا حکم سبب حیات ہے۔

اگر چوبِ حاکم نہ باشد زِ پے

کند زنگی مست در کعبہ قے

(اگر حاکم کا ڈنڈا نہ ہو تو زنگی شرابی کعبے میں قے کرنے کی جرات کرے گا۔

علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے اور بندے اس کے مملوک ہیں، پس جو حکم و تصرف وہ ان میں فرمائے عینِ خیر و صلاح ہے اور شائبہ ظلم و فساد سے مبرا و منزہ ہے۔

لایسئل عما یفعل (اس سے اس کے افعال کی باز پرس کا کسی کو حق نہیں)۔

کرا زہرۂ آنکہ از بیسم او

کشائد زباں جز بہ تسلیم او

(ترجمہ: کس کی مجال ہے کہ اس کے سامنے سوائے تسلیم و رضا کے زبان کھولے)

وہ اگر سب کو دوزخ میں بھیج دے اور عذابِ ابدی کرے تو کوئی اعتراض کا موقع نہیں اور نہ یہ کسی غیر کی ملکیت میں تصرف ہے کہ اس میں شائبہ ستم ہو۔ بخلاف ہماری املاک کے کہ وہ در حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی املاک ہیں ان میں بدونِ تجویز خدا ہمارے جمیع تصرفات عینِ ستم ہیں۔ البتہ صاحبِ شرع نے بعض مصالح کی بنا پر ان املاک کی نسبت ہماری طرف کی ہے ورنہ فی الحقیقت وہ اسی کی ملکیت ہیں۔ پس ان میں ہمارا تصرف اسی قدر جائز ہوگا جتنا مالک علی الطلاق (خداوند کریم) نے تجویز فرما دیا اور مباح قرار دے دیا ہے۔ ان انبیاء علیہم السلام نے اللہ کی طرف سے مطلع ہو کر جو خبریں دی ہیں اور جو احکام بیان فرمائے ہیں وہ سب

Marfat.com

صادق اور مطابق واقع ہیں...... قبر میں منکر و نکیر کا سوال مومنوں اور کافروں سے ہونا حق ثابت ہے۔ قبر ایک برزخ ہے جو درمیان دنیا و آخرت ہے۔ قبر کا عذاب اس حیثیت سے تو عذابِ دنیوی سے تعلق رکھتا ہے۔ (ایک دن) ختم ہو جائے گا اور دوسری حیثیت سے وہ عذاب اخروی سے مناسبت رکھتا ہے اس لیے کہ وہ حقیقت میں عذابہائے آخرت سے ہے۔ النار یعرضون علیھا غدوا و عشیا (کافر صبح و شام آتشِ دوزخ پر پیش کیے جائیں گے) یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں ہے۔ اسی طرح راحتِ قبر بھی دو حیثیتیں رکھتی ہے، وہ شخص بڑا سعادت مند ہے جس کی لغزشوں اور جس کے گناہوں کو بکمالِ مہربانی معاف فرمادیں اور کوئی گرفت نہ فرمائیں۔ اگر مواخذہ نہ فرمائیں بھی تو کمالِ رحمت سے دنیا کی تکالیف کو اس کے گناہوں کا کفارہ قرار دے دیں اور کچھ گناہ رہ جائیں تو فشار قبر کو اور ان تکلیفوں کو جو قبر میں ہوتی ہیں کفارہ کر دیں تا کہ پاک و پاکیزہ ہو کر محشر میں اٹھیں۔ اور جس کے ساتھ ایسا نہ کریں اور اس کے مواخذہ کو آخرت پر چھوڑ دیں تو یہ بھی عین عدل ہے۔ مگر ایسی صورت میں گناہگاروں اور شرمساروں کا برا حال ہوگا۔ لیکن اگر (وہ گناہگار) اہلِ اسلام و ایمان ہے تو آخر کار اس کے ساتھ رحمت کا معاملہ ہوگا اور وہ عذاب ابدی سے محفوظ رہے گا یہ بھی بڑی نعمت ہے۔ ایضا۔

مسلمان اپنی ساری ظلمتوں و سیاہ کاریون کے باوجود بالآخر ذرہ ایمان کی بدولت بخش دیا جائے گا

دوزخ کا عذاب ابدی جزائے کفر ہے اور بس (ایمان کے ہوتے عصیان و گناہ کے بدلے میں ابدی عذاب نہ ہوگا)۔ اگر دریافت کیا جائے کہ ایک شخص ہے

Marfat.com

جو باوجود ایمان کے کچھ رسوم کفر بھی بجالاتا اور تعظیم مراسم کفر کرتا ہے جیسا کہ بہت سے مسلمانانِ ہند اس بلا میں مبتلا ہیں۔ علماء ایسے شخص کے کفر کا حکم لگاتے ہیں اور اہلِ ارتداد میں سے سمجھتے ہیں پس بفتوائے علماء ایسا شخص عذاب ابدی میں گرفتار ہونا چاہئے حالانکہ احادیث صحاح میں آیا ہے کہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو گا اس کو دوزخ سے (بالآخر) نکال لیا جائے گا اور عذاب دائمی میں نہیں چھوڑا جائے گا...... میری تحقیق یہ ہے کہ اگر کافر محض ہے تب تو عذاب دائمی کا مستحق ہے اور اگر ادائیگی مراسمِ کفر کے ساتھ ساتھ ذرہ ایمان بھی رکھتا ہے تو عذابِ دوزخ میں تو ضرور مبتلا ہو گا۔ لیکن اس ذرہ ایمان کی برکت سے امید ہے کہ دوامِ عذاب اور گرفتاری دائمی سے نجات پاجائے۔ فقیر ایک مرتبہ ایک شخص کی عیادت کو گیا تھا جس کے اوپر نزع کا عالم طاری ہو چکا تھا۔ اب مرنے والے کی حالت پر توجہ کی گئی تو محسوس ہوا کہ اس کا دل "ظلماتِ بسیار" رکھتا ہے۔ فقیر ہر چند ان ظلمات کو دور کرنے کی طرف متوجہ ہوا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا، بہت کچھ توجہ کرنے کے بعد (ازراہ کشف و الہام) معلوم ہوا کہ یہ ظلمات ان صفاتِ کفر سے پیدا ہوئے ہیں جو اس شخص کے اندر چھپے ہوئے ہیں اور ان تمام کدورتوں اور تاریکیوں کا منبع اس کی دوستیء کفر و اہل کفر ہے۔ توجہ سے یہ ظلمات دور نہ ہوں گے۔ ان ظلمات کا تنقیہ، عذابِ نار سے ہو گا جو جزائے کفر ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ شخص ایمان کا ذرہ بھی اپنے اندر رکھتا ہے، اس ذرۂ ایمان کی برکت سے آخر کار اس کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ جب یہ حال مشاہدے میں آیا تو پھر یہ خیال ہوا کہ اس شخص کے جنازے کی نماز پڑھی جائے یا نہیں؟ بعد از توجہ یہ بات ظاہر ہوئی کہ نماز جنازہ پڑھنا چاہئے۔...... پس وہ مسلمان جو باوجود ایمان کے رسومِ کفر بھی انجام دیتے ہیں اور کفار کے ایام کی

Marfat.com

تعظیم کرتے ہیں ان کے جنازے کی نماز پڑھنا چاہئے۔ اور (مطلقا) کفار سے ملحق نہ کرنا چاہئے...... امید ہے کہ ایسے لوگ سزا بھگت کر آخر کار برکت ایمان عذابِ دائمی سے چھٹکارا پا جائیں گے۔ ایضا۔

اعمالِ صالحہ کی ادائیگی یقین میں روشنی پیدا کرتی ہے اور غیر اعمالِ صالحہ تاریکی کا ذریعہ ہیں

زیادتی و نقصانِ ایمان کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں۔ الایمان لا یزید ولا ینقص۔ (ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں ہے) امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایمان، تصدیق و یقین قلبی کا نام ہے اور اس تصدیق و یقین میں زیادتی و نقصان کی گنجائش نہیں ہے، اس لیے کہ جو قبولِ زیادت و نقصان کرے وہ داخل دائرۂ ظن ہے یقین نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ بات ہو سکتی ہے کہ اعمالِ صالحہ کی ادائیگی، یقین میں روشنی پیدا کر دے اور اعمالِ غیر صالحہ یقین کو تیرہ و تاریک کر دیں۔ اس لحاظ سے زیادتی و نقصان کا ثبوت باعتبارِ اعمال، یقین کو روشن کرنے میں ہوا نہیں کہ نفسِ یقین میں۔ ایک جماعت نے جب کسی یقین کو روشن و متجلی پایا تو اس کو اس یقین سے زیادہ کہہ دیا جو انجلا اور روشنی نہیں رکھتا تھا۔ گویا کہ بعض نے غیر روشن یقین کو یقین ہی نہیں سمجھا اسی روشن یقین کو یقین جان کر غیر روشن یقین کو ناقص کہہ دیا۔ دوسری جماعت جو چشم باطن تیز رکھتی ہے اس نے دیکھا کہ یہ زیادتی و نقصان، صفاتِ یقین سے متعلق ہیں، نہ کہ نفس یقین سے، انہوں نے لامحالہ یقین کو غیر زائد اور غیر ناقص کہا۔ مثلاً دو برابر کے آئینے ہیں کہ ان کے انجلاء و نورانیت میں فرق ہو۔ اب ایک شخص اس آئینے کو دیکھتا ہے جو انجلاء زیادہ رکھتا ہے

Marfat.com

اور جن میں نمائندگی چہرہ زیادہ ہے اور دیکھ کر کہتا ہے کہ یہ آئینہ دوسرے آئینے سے زیادہ ہے جس میں اتنی انجلاء و نمائندگی نہیں ہے۔ دوسرا شخص کہتا ہے کہ دونوں آئینے برابر ہیں آپس میں کم و بیش نہیں، البتہ اگر فرق ہے تو انجلاء اور نمائندگی میں ہے اور یہ انجلاء و نمائندگی آئینوں کی صفات میں سے ہے...... اس تحقیق سے جس کے اظہار کی فقیر کو توفیق ملی ہے وہ اعتراضات زائل ہوگئے جو عدمِ زیادتی اور نقصانِ ایمان پر معترضین نے کیے ہیں اور تمام مومنین کا ایمان تمام وجود سے مثلاً ایمان انبیاء علیہم السلام نہ ہوا۔ اس لیے کہ ایمانِ انبیاء تمام تر متجلی اور نورانی ہے۔ اس کے ثمرات و نتائج تو بہت ہی زیادہ ہوں گے بمقابلہ ایمانِ عامۃ المومنین کے کہ وہ ایمان، ظلمات و کدورات بھی رکھتا ہے۔ اسی طرح ایمان ابوبکرؓ کو بھی جو کہ وزن میں تمام امت کے ایمان سے زیادہ ہے (در حقیقت) انجلاء و نورانیت اور صفات کاملہ کے اعتبار سے زیادہ سمجھنا چاہیئے۔ ایضاً۔

ایمان کی حقیقت اور اس کے بارے میں لفظی اختلافات

دیکھیے انبیاء علیہم السلام، نفس انسانیت میں تمام مومنین کے مساوی ہیں اور حقیقت و ذات میں سب سے متحد ہیں لیکن صفاتِ کاملہ کی وجہ سے ان کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہے..... اور باوجود اس فرق کے نفسِ انسانیت میں کوئی زیادتی و نقصان نہیں ہے اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انسانیت قابلِ زیادتی و نقصان ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ "تصدیقِ ایمانی سے مراد بعض کے نزدیک" تصدیق منطقی ہے جو ظن و یقین دونوں کو شامل ہے اس صورت میں نفسِ ایمان میں زیادتی و نقصان کی گنجائش ہے"۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ تصدیق سے مراد اس مقام پر یقین و اذعان قلبی ہے وہ عام یقین نہیں جو ظن کو بھی شامل ہو۔

امامِ اعظمؒ فرماتے ہیں انا مومن حقا۔ (میں یقیناً مومن ہوں) امام شافعیؒ

Marfat.com

فرماتے ہیں انا مومن انشاء اللہ تعالیٰ۔ (میں ایمان والا ہوں اگر اللہ تعالیٰ چاہے) یہ اختلاف فی الحقیقۃ نزاع لفظی سے زیادہ نہیں ہے۔ پہلے قول کا تعلق ایمانِ حال سے ہے اور دوسرے مقالے کا تعلق مآل و عاقبت کار سے ہے......

نماز کے کچھ فضائل وارکان کی تفصیل

بعد از تصحیح عقائد، احکامِ فقہ کے سیکھے بغیر چارہ نہیں ہے اور فرض، واجب، حلال، حرام، سنت، مندوب، مشتبہ اور مکروہ کا جاننا بھی ضروری ہے۔ اور ایسے ہی علم فقہ کے مقتضیٰ کے مطابق عمل کرنا بھی لابدی ہے۔ کتبِ فقہ کا مطالعہ ضروریات سے سمجھیں اور اعمالِ صالحہ کی ادائیگی میں سعی بلیغ کریں۔ نماز (جو کہ ستونِ دین ہے) کے کچھ فضائل وارکان تحریر کرتا ہوں۔ غور سے سنیں۔ سب سے پہلے پورا اور مکمل وضو کرنا ضروری ہے۔ ہر عضو کو تین بار بتمام و کمال دھونا چاہیے تاکہ سنت کے مطابق وضو ہو۔ (ادائیگی سنت کی غرض سے) پورے سر کا مسح کرنا چاہئے اور مسح گوش اور مسح گردن میں خوب خیال رکھنا چاہیے۔ پاؤں کی انگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے انگلیوں کے نیچے کرنا آیا ہے، اس کا خیال رکھیں، کسی مستحب کو ادا کرنے کو تھوڑا نہ جانیں۔ فعلِ مستحب، اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ و محبوب ہے۔ اگر تمام دنیا کے عوض اللہ تعالیٰ کا ایک پسندیدہ اور محبوب فعل معلوم ہو جائے اور اس کے تقاضے کے موجب عمل در آمد میسر آجائے تو غنیمت ہے (دنیا کے عوض ایک فعلِ مستحب مل جانا) یہ ایسا ہے کہ کوئی شخص چند ٹھیکرے دیکر جوہر نفیس کو خرید لایا، یا بے کار چیز کے بدلے میں جان کو حاصل کر لیا۔ طہارت کامل اور مکمل وضو کرنے کے بعد نماز کا۔ جو کہ معراجِ مومن ہے۔ قصد کرنا چاہئے اور اس امر کا اہتمام ہو کہ کوئی نماز فرض بے جماعت ادا نہ ہو بلکہ امام کے ساتھ تکبیر اولیٰ بھی فوت نہ ہونے پائے نماز مستحب

Marfat.com

وقت میں ادا کرنی چاہیے۔ بقدر مسنون، قرأۃ ہو۔ رکوع و سجود میں اطمینان کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ یہ فرض ہے یا بقول مختار واجب ہے۔ قومے میں سیدھا کھڑے ہونا چاہیے، اس طرح کہ ہڈیاں اپنی جگہ رجوع کرلیں۔ سیدھا کھڑی ہونے میں بھی اطمینان درکار ہے اس لیے کہ یہ فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے علیٰ اختلاف الاقوال۔ امام تسبیح (رکوع وسجدہ میں) مقتدیوں کے حال کے مطابق پڑھے۔ (لیکن) یہ شرم کی بات ہے کہ (نوافل وغیرہ پڑھتے وقت) انفرادی حالت میں کوئی شخص قوت واستطاعت کے ہوتے کم درجے کی تسبیحات پر (تین کے عدد پر) اکتفا کرے (تنہائی میں) کم از کم پانچ یا سات بار تو کہنا چاہیے سجدے میں جاتے وقت جو اعضاء زمین کے نزدیک ہیں (ترتیب سے) اول ان کو زمین پر رکھے پس اول دونوں زانو زمین پر رکھے اس کے بعد دونوں ہاتھ اس کے بعد ناک اس کے بعد پیشانی رکھے زانو اور ہاتھ زمین پر رکھتے وقت دائیں سے ابتدا کی جائے۔ سر اٹھاتے وقت جو عضو آسمان سے قریب ہیں اول اس کو اٹھانا چاہیے، پس پہلے پیشانی کو اٹھایا جائے۔ بوقت قیام موضعِ سجود پر نظر رہنی چاہیے۔ رکوع کرتے وقت اپنے قدموں پر نگاہ ہو۔ سجدے کے وقت ناک کی نوک پر نگاہ ہو۔ قعدے میں دونوں ہاتھوں یا گود پر نظر ہو۔ جب نظر پراگندگی اور انتشار سے سی لی جاتی ہے اور جاہائے مذکورہ پر جمالی جاتی ہے تو نماز حضورِ دل کے ساتھ میسر ہوتی ہے اور خشوع کے ساتھ ادا ہوتی ہے...... ایسے ہی دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا رکوع کے وقت کھول دینا اور سجدہ کرتے وقت ہاتھوں کی انگلیوں کا ملا لینا سنت ہے۔ اس کی بھی رعایت کرنا چاہیے۔ انگلیاں کھولنا اور بند کرنا بے فائدہ نہیں ہے۔ صاحبِ شرع نے اس میں فوائد ملاحظہ فرما کر ہی اس پر عمل فرمایا ہے۔ ہمارے لیے کوئی فائدہ متابعتِ صاحبِ شریعتؐ کے برابر نہیں ہے۔ ایضاً۔

Marfat.com

صوفیاء کے سلوک سے نفس کی آمارگی زائل ہوتی ہے اور یقین مستحکم ہوتا ہے

بعد حاصل کرنے اعتقاد و عمل کے دو بازوؤں کے، اگر توفیق ایزدی رہنمائی فرمائے تو طریقۂ صوفیاء کا سلوک ہے۔ یہ سلوک اس لیے نہیں کہ اس اعتقاد و عمل سے زائد یا نئی کوئی شے حاصل کریں، بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات کے بارے میں ایسا یقین و اطمینان حاصل کریں کہ وہ یقین و اطمینان کسی شک ڈالنے والے کے شک ڈالنے سے زائل نہ ہو سکے اور کسی شبہ کے وارد ہونے سے باطل نہ ہو۔ پائے استدلال کمزور شئے میں ہے اور استدلال کرنے والا سخت بے تمکین ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (آگاہ ہو جاؤ اللہ کے ذکر سے قلوب مطمئن ہوتے ہیں)۔ (نیز سلوک سے یہ فائدہ بھی ہے کہ) اعمال کے لیے سہولت حاصل کریں اور سستی و سرکشی جو نفسِ امارہ سے پیدا ہوتی ہے زائل کردیں۔ طریقۂ صوفیاء پر چلنے سے مقصود یہ نہیں ہے کہ غیبی صورتوں اور شکلوں کا مشاہدہ اور انوار والوں کا معائنہ کریں یہ تو خود اصلِ لہو لعب ہے۔ یہ حسی صورتیں اور انوار کیا نقصان رکھتے ہیں کہ کوئی ان کو چھوڑ کر ریاضات و مجاہدات کر کے تمنائے صور و انوار غیبی کرے اس لیے کہ یہ (حسی) صورتیں اور وہ (غیبی) صورتیں اور یہ انوار اور وہ انوار سب کے سب مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں۔ ایضاً۔

برکات طریقت کے لیے ضروری ہے کہ امور جدید پیدا نہ کیا جائے

مخدوما و مکرما! جو نئی بات طریقت میں پیدا کی جائے وہ فقیر کے نزدیک اس

Marfat.com

بدعت سے کم نہیں جو شریعت میں پیدا کیا جائے۔ برکاتِ طریقت اس وقت تک باقی رہتے ہیں جب تک کوئی امرِ جدید پیدا نہ کیا جائے۔ جب امرِ جدید طریقت میں پیدا ہوا اس طریق کی راہِ فیوض و برکات بند ہو گئی۔ پس محافظت طریق بھی اہم مقاصد میں سے ہے اور مخالفت طریقت سے بچنا ضروری ہے۔ جہاں کہیں اور جس کسی سے اپنے طریقے کی مخالفت دیکھیں سختی کے ساتھ اس کو روکیں اور طریقے کی اشاعت و تقویت کریں۔

(مکتوب ۲۶۷ دفتر اول بنام خواجہ حسام الدین احمد)

وراثت انبیاء کی بصیرت افروز تشریح

حدیث میں ہے۔ العلماء ورثۃ الانبیاء (علماء انبیاء کے وارث ہیں)۔ (واضح ہو کہ) جو علم انبیاء علیہم السلام کی وراثت ہے وہ دو قسم کا ہے۔ علم احکام اور علم اسرار انبیاء کا وارث کہلانے کا مستحق وہ عالم ہے جس کو دونوں قسم کے علوم سے حصہ ملا ہو یہ نہ ہو کہ فقط ایک قسم کا علم نصیب ہو دوسری قسم سے محروم ہو، یہ بات وراثت کے منافی ہے۔ وارث کا مورث کے تمام ترکے میں سے حصہ ہوتا ہے، یہ نہیں کہ کچھ میں حصہ ہو اور کچھ میں نہ ہو اور جس کا حصہ کسی خاص جنس تک محدود ہے وہ (وارث نہیں ہے) قرضخواہوں کی فہرست میں شامل ہے اس لیے کہ قرض دینے والے کا حصہ صرف اس کے حق کی جنس سے متعلق ہوتا ہے۔

(مکتوب ۲۶۸ دفتر اول بنام خانخاناں)

مجلس مولود اور خوابوں کے حوالے سے حقیقت افروز بحث

گرامی نامہ میں لکھا ہوا تھا کہ اگر سماع کے روکنے کے اندر اتنا مبالغہ ہو کہ

Marfat.com

مولود سے منع کرنا بھی اس کے ضمن میں شامل ہو جائے۔ حالانکہ مولود میں قصائد نعتیہ اور کچھ اشعار کا پڑھنا ہوتا ہے۔ تو اس صورت میں میر محمد نعمان اور یہاں کے (خانقاہ خواجہ باقی باللہ) کے احباب کے لیے جنہوں نے خوابوں میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہے کہ اس مجلس مولود سے بہت راضی ہیں۔ مولود کا ترک کرنا بہت مشکل ہے۔

مخدوما! اگر خوابوں ہی پر اعتماد کر لیا جائے تو مریدوں کو پیروں کی ضرورت باقی نہ رہے گی اور صوفیاء کے طریقوں میں سے کسی طریقے کو لازم پکڑنا ایک بے فائدہ عمل ہو جائے گا اس لیے کہ ہر مرید اپنی خوابوں کے موافق ہی عمل کیا کرے گا اور انہیں خوابوں کے مطابق اپنی زندگی گذارے گا چاہے وہ خوابیں طریقۂ پیر کے موافق ہوں یا نہ ہوں اور مرشد کی پسندیدہ ہوں یا نہ ہوں۔ ایسی صورت میں سلسلۂ پیری و مریدی درہم برہم اور ہر بوالہوس اپنے طور طریق میں مستقل ہو جائے گا۔ مرید صادق ہزار خوابوں کو بھی اپنے پیر کے ہوتے ہوئے آدھے جو میں بھی نہیں خریدے گا اور طالب رشید پیر کے ہوتے اس قسم کے خوابوں کو خوابہائے پریشاں سمجھے گا۔ شیطانِ لعین بڑا زبردست دشمن ہے جو لوگ انتہائے کمال کو پہونچ گئے ہیں وہ بھی اس کی چال سے مامون و بے فکر نہیں ہیں بلکہ اس کی مکاری سے برابر ڈرتے اور لرزتے رہتے ہیں۔ مبتدیوں اور متوسطوں کا ذکر ہی کیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ منتہی غلبۂ شیطان سے محفوظ ہو جاتے ہیں برخلاف مبتدیوں اور متوسطوں کے (کہ غلبۂ شیطان سے ان کے مغلوب ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے)۔ پس ان کی خوابیں قابلِ اعتماد اور شیطان کے مکر سے محفوظ نہیں۔

(اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ) جس خواب میں آنحضرت ﷺ کو دیکھیں وہ تو سچی ہی ہوتی ہے اور مکرِ شیطان سے محفوظ۔ اس لیے کہ آنحضرت

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا لہٰذا مذکورۂ بالا خوابیں سچی ہیں اور مکرِ شیطان سے محفوظ ہیں۔ (اس کا جواب یہ ہے کہ) صاحبِ فتوحاتِ مکیہ (شیخ اکبر ابن عربیؒ) نے شیطان کے عدم تمثل و تشکل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صورتِ خاص کے ساتھ مخصوص کیا ہے جو مدینۂ منورہ میں (گنبدِ خضرا کے اندر) مدفون ہے۔ شیخ اکبرؒ شکلِ خاص کے علاوہ کسی اور شکل میں عدم تمثل کو تجویز نہیں کرتے (یعنی وہ کہتے ہیں کہ شیطان، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل شکل میں تو نہیں آسکتا، البتہ دوسری شکل میں آکر اور اصلی شکل کا گمان پیدا کر کے دھوکے میں ڈال سکتا ہے)۔ اور یہ بات ظاہر اور ناقابل شک وشبہ ہے کہ خواب میں اس شکلِ خاص کی تمیز بہت ہی مشکل ہے، لہٰذا (ہر) خواب کیسے لائقِ اعتماد ہوگی۔ اچھا اگر عدمِ تمثل کو صورتِ خاصۂ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص نہ بھی کریں جیسا کہ بہت سے علماء نے مخصوص نہ کیا اور مناسب رفعتِ شانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی ہے کہ مخصوص نہ کیا جائے تو پھر یہ ضرور کہیں گے کہ اس دیکھی ہوئی صورت سے احکام حاصل کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ اور غیر پسندیدہ باتوں کا معلوم کرنا مشکل ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ دشمنِ لعین (شیطان) درمیان میں آگیا ہو اور خلافِ واقع کو واقع بتارہا ہو اور شبہ میں ڈال کر اپنی عبارت واشارت کو اس ذاتِ عالی کی عبارت واشارت بتارہا ہو (یعنی موجب حدیث آپ کو خواب میں دیکھا تو واقعی آپ ہی کو دیکھا مگر خواب کے کلام اور اشارت کو تعلیماتِ محمدیہ اور شریعتِ مطہرہ کے مطابق کر کے دیکھا جائے گا، اگر وہ اس قانون کے مطابق ہے جو صحابۂ کرام کے ذریعے سے دنیا میں اشاعت پذیر ہوا تو قابل تسلیم ہے ورنہ مخالفتِ قانونِ شریعت کی صورت میں وہ قابل قبول نہ ہوگا۔ خود حدیث میں بھی رویت کے حق ہونے کو فرمایا گیا ہے، کلام کے بارے میں نہیں فرمایا گیا کہ ایسے

Marfat.com

خواب کا ہر مسموع کلامِ حق ہے)۔۔ حالت خواب حواس کے معطل ہونے کی حالت ہے اور التباس واشتباہ کا محل بھی ہے، علاوہ ازیں خواب کے عالم میں انسان تنہا ہوتا ہے پھر یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ وہ خواب (ہر حیثیت سے) تصرفِ شیطان اور تلبیس ابلیس سے محفوظ ہے؟ یا یوں کہا جائے گا کہ چونکہ (مولود میں) قصائد نعت پڑھنے اور سننے والوں کے ذہنوں میں یہ بات پہلے سے بیٹھی ہوئی تھی کہ آنحضرت ﷺ اس عمل سے راضی ہوں گے جیسا کہ دنیا کے ممدوح اپنے مدح گویوں سے راضی ہوتے ہیں اور یہ بات ان کی قوت متخلیہ میں نقش تھی اس لیے ہو سکتا ہے کہ خواب میں انہوں نے اپنی صورتِ متخلیہ کو دیکھا ہو اور اس خواب کی نہ کوئی حقیقت ہو اور نہ وہ (شیطان لعین کا) تمثل ہو۔ اس کے علاوہ (اگر وہ خواب سچی ہو تو) سچی خواب کبھی ظاہر پر محمول ہوتی ہے اور اس کی حقیقت وہی ہوتی ہے جس کو دیکھنے والے نے دیکھا ہے۔ مثلاً زید کی صورت کو خواب میں دیکھا ہے اور مراد بھی حقیقتِ زید ہی ہو، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر سے پھیر کر اس کی تعبیر لی جاتی ہے۔ مثلاً صورتِ زید کو خواب میں دیکھا ہے اور اس سے مراد عمرو ہو اس علاقہ و مناسبت کی بنا پر جو زید و عمرو کے درمیان میں ہے۔ پس یہ خواب ہائے مذکورہ جن کو دوستوں نے دیکھا ہے۔ کہاں سے معلوم ہوا کہ ظاہر ہی پر محمول ہیں اور ظاہر سے پھیری ہوئی نہیں ہیں۔ یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ ان خوابوں کی کوئی دوسری تعبیر ہو اور وہ خوابیں دوسرے امور کی طرف کنایے ہوں اس صورت میں تمثل شیطانی کی گنجائش ماننے کی بھی ضرورت نہیں۔

الغرض (محض) خوابوں پر ہی بھروسہ نہ رکھنا چاہیے۔ خارج میں اشیاء موجود ہیں۔ کوشش کی جائے کہ ان اشیاء کو بیداری میں دیکھیں کہ یہ صورت شایانِ اعتماد ہے اور اس میں تعبیرات کی ضرورت بھی نہیں پیش آتی۔ جو خواب و

Marfat.com

خیال میں دیکھا جائے گا وہ خواب و خیال ہی ہے۔ خانقاہ دلی کے دوست مدت سے اپنی ایک روش پر زندگانی گذار رہے ہیں۔ خیر ان کو اختیار ہے مگر میر محمد نعمان کو تو تعمیل حکم کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ اگر میرے منع کرنے کے بعد وہ ایک لمحہ بھی توقف کریں گے تو اللہ تعالیٰ (پناہ میں) رکھے (ان کے لیے خاص طور پر ضرر کا اندیشہ ہے) اگر فرض کرو وہ بھی توقف کریں گے تو ضرر کسے پہونچے گا؟ فقیر جو اتنے مبالغے کے ساتھ منع کر رہا ہے اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس صورت میں اپنے طریقے کی مخالف ہے۔ طریقے کی مخالفت خواہ سماع و رقص کے ساتھ ہو خواہ مولود و شعر خوانی کے ساتھ دونوں برابر ہیں۔ ہر طریقے میں ایک مطلبِ خاص تک پہونچنا ہوتا ہے ہمارے اس طریقے میں مطلب خاص تک پہونچنا ان مذکورہ امور کے چھوڑنے پر موقوف ہے۔ جس کسی کو ہمارے اس طریقے کی طلب مقصود ہو اس کو چاہیے کہ اس طریقے کی مخالفت سے اجتناب کرے...... بستی فیروز آباد (دہلی) جو ہم فقراء کا ملجا اور ماویٰ ہے اور ہمارے پیر و مرشد کا مرکز۔ اس میں اگر کوئی ایسی بات پیدا کی جائے جو اس طریقے کے مخالف ہو تو ہم فقراء کے لیے یہ امر باعثِ تشویش و اضطراب ہے۔ مخدوم زادگان (خواجہ عبداللہ و خواجہ عبید اللہ) اپنے والدِ بزرگوار کے طریقے کو محفوظ رکھنے کے لیے زیادہ ذمہ دار ہیں۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کے صاحبزادوں نے اپنے والدِ بزرگوار کے طریقے میں تغیر آجانے کے بعد ان کے اصل طریقے کی محافظت کی اور تغیر و تبدل کرنے والوں سے مجادلہ کیا، چنانچہ آپ نے ابھی اس کو سنا ہوگا۔

آپ نے ہمارے حضرت خواجہؒ کے مشرب سے متعلق بھی کچھ لکھا تھا۔ ہاں شروع شروع میں انہوں نے بعض امورِ میں مشربِ ملامتیہ کی رعایت کر کے

Marfat.com

سہل پسندی سے کام لیا ہے اور ملامت کو ترجیح دے کر بعض معاملات میں ترکِ عزیمت (ترکِ اولیٰ) کو اختیار کیا ہے لیکن آخر میں ان باتوں سے اجتناب کرتے تھے اور ملامات و ملامتیہ سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا۔ از روئے انصاف فرمایئے اگر بالفرض حضرت خواجہ (باقی باللہؒ) اس وقت دنیا میں موجود ہوتے اور یہ مجلس (مولود خوانی) منعقد ہوتی تو کیا وہ اس امر سے راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند فرماتے؟ فقیر کو تو یقین ہے کہ وہ ہرگز اس امر کو جائز نہ رکھتے۔ بلکہ وہ اس سے منع فرماتے۔ مقصودِ فقیر اطلاع کرنا ہے میری بات کو قبول کیجئے یا نہ کیجئے...... اگر مخدوم زادگان اور وہاں کے احباب اسی موضوع پر قائم رہے تو ہم فقیروں کو ان کی صحبت سے محرومی کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ ہوگا......

(مکتوب ۲۷۳ دفتر اول بنام خواجہ حسام الدین احمد دہلوی)

اتباعِ صاحبِ شریعتؐ اور شیخ مقتدیٰ سے محبت کے ثمرات

دو چیزوں کی محافظت ضروری ہے۔ (۱) اتباعِ صاحبِ شریعت علیہ وسلم (۲) شیخ مقتدیٰ سے محبت و اخلاص۔ ان دونوں چیزوں کے ہوتے ہوئے جو کچھ بھی ادھر سے عنایت فرمادیں نعمت ہی نعمت ہے اور اگر کچھ بھی نہ دیں اور یہ دو چیزیں راسخ و مضبوط ہوں تو کوئی غم کی بات نہیں۔ پھر کبھی نہ کبھی نوازیں گے لیکن اگر خدانخواستہ ان دو چیزوں میں سے کسی ایک میں بھی خلل آیا چاہے ذوق و شوق میں کوئی کمی نہ آئے پھر بھی اس کو استدراج سمجھنا اور اپنی خرابی تصور کرنا چاہیے۔ طریق استقامت یہی ہے۔ (مکتوب ۲۸۰ دفتر اول بنام حافظ محمود)

جمہور علمائے حق کے فہمِ قرآن و سنت پر اعتقاد رکھنا، گمراہی سے

Marfat.com

بچنے کے لیے ضروری ہے

طریق سالک کی ضروریات میں سے ایک ضروری شے اعتقادِ صحیح ہے۔ اس طرح اعتقاد جسے علماء اہلسنت نے کتاب و سنت اور بزرگانِ دین کے اقوال سے اخذ کیا ہے۔ کتاب و سنت سے جمہور علماء اہلِ حق یعنی علماء اہلِ سنت و جماعت نے جو معانی و مطالب سمجھے ہیں وہی معانی و مطالب بر قرار رکھنا ضروری ہیں۔ اگر فرض کرو کشف و الہام سے ان معانی و مطالب کے خلاف کوئی معنیٰ ظاہر ہوں تو اس کا کوئی اعتبار نہیں، ایسی بات سے بچ کر پناہِ خداوندی کو ڈھونڈھنا چاہئے۔

...... حقانی علماء کے سمجھے ہوئے معانی و مطالب کو اپنے کشف و الہام کی کسوٹی قرار دینا اور اسی سے کشف و الہام کی سچائی معلوم کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ جو معانی علماء حق کے سمجھے ہوئے معانی کے خلاف ہیں وہ درجۂ اعتبار سے گرے ہوئے ہیں کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے اعتقادات کا پیشوا، کتاب و سنت ہی کو جانتا ہے مگر اپنی ناقص سمجھ کے مطابق کتاب و سنت سے غیر مطابق معنیٰ سمجھ لیتا ہے...... اور میں نے یہ جو کہا ہے کہ علماء حق کے سمجھے ہوئے معانی قابلِ اعتبار ہیں اور ان کے خلاف معتبر نہیں۔ اس وجہ سے کہا ہے کہ علماء حق نے ان معانی کو صحابۂ کرامؓ اور سلفِ صالحین کے اقوال کی تلاش و جستجو کر کے لیا ہے۔ اور ان ہدایت کے ستاروں (صحابۂ کرامؓ) اور صحابہ کرام کے انوار سے استفادہ کیا ہے۔ لہٰذا نجات اخروی اور فلاح سرمدی ان علماء حق کو نصیب ہوئی۔ "یہ اللہ والوں کا گروہ ہے اور اللہ والوں کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے"۔ اگر کچھ علماء اپنے اعتقاد کو صحیح رکھتے ہوئے فروعی مسائل میں کچھ سستی برتیں اور اعمال میں کوتاہی کا ثبوت دیں تو اس بات سے تمام علماء سے برگشتہ ہو جانا اور سب کو نشانۂ ملامت بنانا محض بے انصافی اور دھاندلی کی بات ہے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اس صورت میں بہت

Marfat.com

سی ضروریاتِ دین سے ایک قسم کا انکار پایا جاتا ہے۔ اس لیے کہ یہ علماء ہی تو ضرویاتِ دین کو ہم تک منتقل کرنے اور کھرے اور کھوٹے کو پہچاننے والے ہیں۔ اگر علماء حق کا نورِ ہدایت نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاسکتے۔ وہ حضرات صحیح و غلط کو جدا نہ کرتے تو ہم گمراہ ہو جاتے۔ علماءِ حق ہی نے دین مبین کا کلمہ بلند کرنے میں اپنی پوری طاقت صرف کی ہے۔ انہوں نے ہی کثیر التعداد لوگوں کو صراطِ مستقیم پر چلایا ہے۔ پس جس نے ان حقانی علماء کی پیروی کی وہ نجات پا گیا اور جس نے ان کی مخالفت کی وہ خود گمراہ ہوا اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا...... اور جس طرح اعتقاد بمطابقِ کتاب و سنت ضروری ہے، اسی طرح کتاب و سنت پر عمل بھی اس طریقہ پر کرنا ضروری ہے جس طرح ائمہ مجتہدین نے کتاب و سنت سے احکام اخذ کر کے بتایا ہے۔ انہوں نے حلال و حرام، فرض و واجب، سنت و مستحب اور مکروہ مشتبہ کو کتاب و سنت کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ ان باتوں کا علم بھی ضروری ہے۔
(مکتوب ۲۸۶ دفتر اول بنام مولانا امان اللہ فقہ)

ایک مقلد کو یہ حق نہیں کہ مجتہد کی رائے کے خلاف خود کتاب و سنت سے احکام اخذ کر کے اس کے مطابق عمل کرے۔ (اس کو چاہیے) جس امام کا وہ تابع ہے اسی کے مسلک کے مطابق پسندیدہ قول کو اختیار کرے اور رخصت سے پرہیز کر کے عزیمت پر عمل پیرا ہو۔ جہاں تک ہو سکے ائمہ کے اقوال کو جمع کرنے میں پوری کوشش کرے تاکہ ایسے قول پر عمل ہو جو سب کے نزدیک مسلم ہو۔ مثلاً امامِ شافعیؒ وضو میں نیت کو فرض قرار دیتے ہیں لہٰذا (حنفی) بے نیت وضو نہ کرے۔ اسی طرح وضو کے اندر اعضاء کے دھونے میں ترتیب کو اور پے در پے وضو کرنے کو امام شافعیؒ ضروری قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا ترتیب وار اور پے در پے یعنی مسلسل بڑے وقفہ کے بغیر وضو کرنا چاہیے۔ امام مالکؒ "اعضاء کے دھونے

Marfat.com

میں اعضاء "کا ملنا بھی فرض قرار دیتے ہیں، اس لیے بہتر ہے کہ وضو میں اعضا کو اچھی طرح مل لیا جائے۔ ایسے ہی عورت کو چھو لینے اور شرمگاہ کے چھو لینے کو وضو کا توڑنے والا بتاتے ہیں اس لئے اگر ایسا ہو جائے تو (احتیاطا) وضو از سر نو کر لیا جائے۔ اسی پر اور بہت سے مسئلوں کو قیاس کر لیا جائے (مثلا چوتھائی سر کا مسح امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک فرض ہے اور امام مالکؒ کے یہاں تمام سر کا مسح فرض ہے، للہذا بہتر یہ ہے کہ حنفی پورے سر کا مسح کرے۔ اس صورت میں اختلاف ائمہ سے بھی نکل جائے گا، اور سنت بھی ادا ہو گی، اس لئے پورے سر کا مسح نزد امامِ اعظمؒ سنت ہے)۔ ایضا

قرب خداوندی کے مراحل کامل شیخ کی توجہ سے وابستہ ہیں

اعتقادِ صحیح اور عمل صالح کے دوباب میسر آنے کے بعد قربِ خداوندی کے مدارج میں ترقی کی طرف متوجہ، اور اس راہ کے تمام منازل کو طے کرنے کا طالب ہو، لیکن یہ واضح رہے کہ قطعِ منازل اور ترقی مدارج ایسے شیخ کی توجہ سے وابستہ ہیں جو خود کامل ہو اور دوسروں کی تکمیل کر سکتا ہو۔ نیز جو واقفِ راہ ہونے کے ساتھ ساتھ رہنمائی بھی کر سکتا ہو۔ ایسے شیخ کامل کی نظر امراض قلبیہ کو دور کرتی اور اخلاقِ غیر پسندیدہ کو دفع کرتی ہے۔ پس پہلے شیخ کامل کی طلب کرے۔ اگر محض فضلِ خداوندی سے شیخ کامل کی پہچان ہو جائے تو اس پہچان کو نعمت عظمیٰ تصور کر کے اپنے کو اس شیخ کامل سے وابستہ کر دے اور کلیۃً اس کا مطیع ہو جائے۔ شیخ الاسلام ہرویؒ نے فرمایا ہے۔ اے اللہ تو نے اپنے دوستوں کے بارے میں یہ کیا عجیب معاملہ کیا ہے؟ کہ جو ان کو پہچان لیتا ہے تجھ کو پا لیتا ہے، اور جب تک تجھ کو نہیں پاتا ان کو نہیں پہچانتا"۔ ایضا

Marfat.com

اپنے اختیار کا شیخ کامل کے اختیار میں گم کرنا

اپنے اختیار کو شیخ کامل کے اختیار میں گم کردے اور خود کو تمام آرزوؤں سے خالی کر کے اس کی خدمت کے لئے کمر ہمت باندھ لے۔ شیخ کامل اگر ذکر اذکار کو اس کی استعداد کے مناسب دیکھے گا تو ذکر کا حکم کرے گا۔ اگر توجہ و مراقبے کو مناسب تصور کرے گا تو اس کے لئے ارشاد فرمائے گا اور اگر محض اپنی صحبت میں رہنے کو کافی سمجھے گا تو اس کا امر کرے گا...... نیز چاہئے کہ اس راہ کی شرائط کا خیال رکھے۔ یہ شرائط، کتب مشائخ میں تفصیل سے بیان ہوئی ہیں وہاں دیکھ کر ان کو ملحوظ رکھا جائے۔ اس راہ کی سب سے بڑی شرط، نفس امارہ کے ساتھ مخالفت کرنا ہے اور یہ مخالفت موقوف ہے اس بات پر کہ مقامِ تقویٰ کی رعایت وپاسداری کی جائے۔ ایضا۔

تقویٰ حرام چیزوں سے باز رہنے کا نام ہے

تقویٰ کہتے ہیں حرام چیزوں سے باز رہنے کو اور حرام چیزوں سے اس وقت تک باز نہیں رہ سکتا، جب تک قدر ضرورت سے زائد مباح کاموں سے پرہیز نہ کرے ایسے کاموں کے کرنے میں ڈھیل دے دینا مشکوک اشیاء تک پہونچاتا ہے اور مشکوک حرام سے قریب ہے مشکوک کے ارتکاب سے حرام میں داخل ہونے کا قوی احتمال ہے۔ ایضا۔

مخصوص شاہی چراگاہ کے قریب بکریاں چرانے کے نتائج

(حدیث میں آیا ہے) ”جو چرواہا مخصوص شاہی چراگاہ کے قریب اپنی بکریاں چراتا ہے بعید نہیں کہ ایسی صورت میں اس کی بکریاں اس چراگاہِ خاص میں داخل ہو جائیں“۔ پس تقویٰ کے سلسلے میں زیادتیِ مباح سے بچنا بھی (خاص طور

Marfat.com

پر) قابل لحاظ ہے۔ ترقی و عروج، تقویٰ ہی سے وابستہ ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اعمال کے دو جز ہیں، ایک اوامر کی تعمیل کرنا ہے، دوسرے مناہی (منع کئے ہوئے کاموں) سے باز رہنا۔ اوامر کی تعمیل میں تو فرشتے بھی شریک ہیں۔ اگر (فقط) اوامر کی تعمیل ہی سے ترقی وابستہ ہوتی تو فرشتوں کے درجات میں بھی ترقی ہوتی (لیکن ان کو اس سے ترقیِ درجات حاصل نہیں ہوتی) پس معلوم ہوا کہ انسان کو بھی صرف اوامر کی بجاآوری سے ترقی نہ ہوگی، جب تک وہ مناہی سے باز نہ رہے۔ مناہی سے باز رہنے کا سوال فرشتوں میں اس لئے نہیں پیدا ہوتا کہ وہ اپنی ذات کے لحاظ سے معصوم ہیں۔ وہ مخالفتِ حکم کی طاقت ہی نہیں رکھتے کہ ان کو اس مخالفت سے منع کیا جائے۔ پس لازم آیا کہ ترقیِ مدارج، مناہی سے باز رہنے ہی سے وابستہ ہے...... ایضا

احکام شرعی کی ادائیگی میں دشواری ظلماتِ نفسانیہ کی وجہ سے ہے

بعض کو جو احکام شرعیہ کی ادائیگی میں آسانی محسوس نہیں ہوتی، یہ بات "ظلماتِ نفسانیہ" اور "کدوراتِ طبعیہ" کی بنا پر ہے۔ یہ ظلماتِ نفسانیہ اور کدورات طبعیہ، نفسِ امارہ کی خواہش سے پیدا ہوتی ہیں، اور نفسِ امارہ ظاہر ہے کہ عداوتِ حق پر ڈٹا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :- "بے شک نماز دشوار ہے مگر ان پر دشوار نہیں جو عاجزی اور فروتنی کرنے والے بندے ہیں"۔ پس جس طرح ظاہری مرض ادائیگیِ احکام میں دشواری کا سبب ہو جاتا ہے، ایسی ہی باطنی مرض بھی دشواری کا باعث بن جاتا ہے۔ شریعتِ مطہرہ نفس امارہ کو کچلنے اور اس کے وسوسوں کو دور کرنے کے لئے وارد ہوئی ہے۔ خواہشِ نفس اور اتباعِ شریعت دونوں آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں، لہٰذا جب کوئی احکام شرعیہ میں دشواری محسوس کرے گا یہ بات اس کے اندر خواہشِ نفسانی کے موجود ہونے پر

Marfat.com

دلالت کرے گی۔ جس قدر دشواری محسوس ہو گی اسی قدر سمجھا جائے گا کہ خواہش نفس موجود ہے۔ اور جب نفس امارہ کی خواہش کلیۃً دفع ہو جائے گی۔ احکامِ شرعیہ میں احساس دشواری کا وجود بھی نہ رہے گا......۔
(مکتوب ۲۸۹ دفتر اول بنام مولانا بدرالدین)

مرید کے لیے ضروری آداب

اگر مرید ہیں تو ان کا کام پیر کامل و مکمل کے توسط کے بغیر دشوار ہے۔ ان کے لئے ایسا مرشد چاہئے جو "دولت جذبہ و سلوک" سے مشرف ہو اور "فنا و بقا" کی سعادت سے بہرہ یاب ہو چکا ہو، نیز سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ وغیرہ کی تکمیل کر چکا ہو۔ اگر اس مرشدِ کامل کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم تھا اور وہ "مرادوں" کی تربیت میں رہا ہے تو ایسا مرشد، اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ اس کا کلام دوا ہے، اس کی نظر شفا ہے، مردہ دلوں کو زندہ کرنا اس کی توجہ سے وابستہ ہے اور پژمردہ جانوں کی تازگی اس کے گوشۂ چشم التفات سے متعلق ہے۔ اگر ایسا صاحبِ دولت مرشد نہ ملے تو سالکِ مجذوب بھی غنیمت ہے اس سے بھی ناقصوں کی تربیت ہو جاتی ہے اور اس کے ذریعہ بھی دولتِ "فنا و بقا" تک پہونچ جاتے ہیں۔ ؎ آسماں نسبت بہ عرش آمد فرود

ورنہ بس عالیست پیش خاکِ تودہ

اگر عنایتِ خداوندی سے کسی طالب کو پیر کامل و مکمل کا پتہ چل جائے تو اس کے وجود شریف کو غنیمت جانے، اپنے آپ کو اس کے سپرد کردے اور اپنی سعادت اس کی مرضیات میں اور اپنی بدبختی اس کی خلافِ مرضیات میں سمجھے۔ غرض اپنی خواہش کو اس کی رضا کے تابع کردے۔ حدیث نبویؐ میں ہے:

"لن یؤمن احدکم حتیٰ یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ"

Marfat.com

(تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومنِ کامل نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائے)۔

یہ (اچھی طرح) سمجھ لینا چاہئے کہ آدابِ صحبتِ شیخ کی رعایت کرنا اور شرائطِ صحبت کو ملحوظ رکھنا اس راہ کی ضروریات میں سے ہے تاکہ فائدہ پہونچانے اور فائدہ حاصل کرنے کا راستہ کھل جائے۔ بغیر آداب کی رعایت کے صحبت شیخ کا کوئی فائدہ اور مجلسِ مرشد کا کوئی ثمرہ بر آمد نہیں ہوتا۔ کچھ آداب اور شرائطِ ضروریہ بیان کئے جاتے ہیں، چاہئے کہ ان کو گوش ہوش سے سنا جائے۔

طالب اپنے چہرۂ دل کو پورے طریقہ سے اپنے مرشد کی طرف متوجہ کرے...... اس کے حضور میں کسی کی طرف توجہ نہ کرے...... سلطانِ وقت (جہانگیر) کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کا ایک وزیر اس کے سامنے کھڑا تھا، اس اثناء میں اس وزیر نے اتفاقاً اپنے کرتے کی طرف توجہ کی اور اس کے بند درست کرنے لگا، اچانک سلطانِ کی نگاہ اس پر پڑ گئی اور یہ دیکھ کر کہ وزیر دوسری طرف متوجہ ہے، غصہ کے لہجے میں کہا کہ :

"میں اس حرکت کو برداشت نہیں کروں گا کہ میری موجودگی میں کرتے کے بند کی طرف توجہ کی جائے"۔

غور کرنا چاہئے کہ جب دنیائے دوں کے وسائل (مثلاً بادشاہ) کے لئے باریک باریک آداب درکار ہیں تو اللہ تک پہونچنے کے وسائل (مثلاً پیر و مرشد) کے لئے تو بہت کچھ آداب کی رعایت لازم ہوگی...... پورے طریقے سے شیخ کی اقتداء کرے خواہ کھانا پینا ہو یا سونا اور عبادت کرنا۔ نماز کو اسی کے طریقے پر ادا کرنا چاہئے، فقہ کو اسی کے عمل سے حاصل کرنا چاہئے۔

آنرا کہ در سرائے نگاریست فارغ است

Marfat.com

مرشد کی حرکات وسکنات پر کوئی اعتراض نہ کرے اگرچہ وہ اعتراض رائی کے دانے کے برابر ہو۔ اس لئے کہ اعتراض سے سوائے محرومی کے کوئی نتیجہ نہیں ہے۔ سب سے زیادہ بے سعادت وہ شخص ہے جو مشائخ پر نکتہ چینی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس بلائے عظیم سے نجات دے۔

اپنے مرشد سے کرامات طلب نہ کرے بلکہ طلبِ کرامت کے وسوسے کو بھی قلب میں جگہ نہ دے۔ کبھی سنا ہے کہ کسی مومن نے کسی پیغمبر سے معجزہ طلب کیا ہو۔ معجزہ طلب کرنے والے کفار اور منکر ہوا کرتے تھے۔ اگر دل میں کوئی شبہ پیدا ہو تو بغیر توقف کے مرشد سے عرض کرے، اگر وہ شبہ حل نہ ہو تو اپنے فہم کا قصور سمجھے......

جو خواب دیکھا ہو مرشد سے بیان کرے اور تعبیرِ خواب اس سے دریافت کرے اور جو تعبیر خود اس پر منکشف ہوئی ہو اس کو بھی عرض کر دے اور صحت و عدم صحت کو اس سے معلوم کرے، اپنے کشف پر ہرگز اعتماد نہ کرے، اس لئے کہ دنیا میں (کبھی) حق باطل کے ساتھ اور صواب خطا کے ساتھ ملے جلے ہوئے (غیر امتیازی شکل میں) ہوتے ہیں......

اپنی آواز کو اس کی آواز سے بلند نہ کرے اور (بلا ضرورت) بلند آواز سے اس سے گفتگو نہ کرے کیونکہ یہ بے ادبی کی بات ہے۔

(مکتوب ۲۹۲ دفتر اول بنام شیخ عبد الحمید بنگالی)

جنت میں داخل ہونے والے "اعمال صالح" سے مراد ارکانِ خمسہ ہیں

Marfat.com

مدت تک مجھے یہ تردد رہا کہ مراد، اعمالِ صالحہ سے کیا ہے؟ جن سے حضرت جل مجدہ نے قرآن کی اکثر آیات میں دخولِ بہشت کے وعدے کو متعلق کیا ہے۔ آیا جمیع اعمالِ صالحہ ہیں یا بعض؟ اگر تمام اعمال صالحہ مراد ہیں تو دشوار ہے۔ اس لئے کہ ایسا کم ہے کہ کوئی شخص تمام اعمال صالحہ کی توفیق دیا گیا ہو۔ اگر بعض اعمالِ صالحہ مراد ہیں تو وہ غیر معین ہیں۔ آخر محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ اعمالِ صالحہ سے مراد ارکانِ خمسۂ اسلام (شہادتِ توحید و رسالت، نماز، زکواۃ، وحج) ہیں۔ جن پر بنیاد اسلام ہے، اگر یہ اصولِ پنجگانۂ اسلام پورے طریقے سے ادا ہو جائیں تو نجات و فلاح نقد وقت ہے۔ اس لئے کہ یہ پانچوں اعمال حقیقی و ذاتی حیثیت سے اعمالِ صالحہ ہیں نہ کہ اضافی طور پر۔ اور یہی اعمال برائیوں اور مخالفِ شریعت باتوں سے بھی روکنے والے ہیں۔

(مثلاً نماز ہی کو دیکھو۔ اس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے) ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر۔ "بے شک نماز فحش باتوں اور بری باتوں سے منع کرتی ہے"۔ یہ آیت میرے قول کی گواہ ہے۔ جب ان اصولِ پنجگانہ کی ادائیگی میسر ہو گی تو امید ہے کہ شکرِ خداوندی بھی ادا ہو۔ اور جب "شکر" ادا ہوا تو عذاب سے نجات حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم و آمنتم۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم اس کا شکر ادا کرتے رہو اور اس پر ایمان لے آؤ۔ پس ان پانچوں اعمال کی ادائیگی میں جان و دل کے ساتھ کوشش کرنی چاہئے۔ (مکتوب ۳۰۴ دفتر اول بنام مولانا عبدالحی)

نماز کا مکمل ہونا اور اس کا کمال، فقیر کے نزدیک اس کے فرائض و واجبات

Marfat.com

اور سنن و مستحبات کا ادا کرنا ہے۔ جن کو کتبِ فقہ میں تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے۔ ان چار امور کے علاوہ اور کوئی امر ایسا نہیں ہے جس کو نماز کی تکمیل میں کوئی دخل ہو۔ خشوع ان ہی چاروں امور میں مندرج اور خضوع ان ہی امور سے وابستہ ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو ان امور چہار گانہ کے علم کو ہی کافی سمجھتے ہیں اور عمل میں سستی اور کوتاہی کرتے ہیں، یقیناً یہ لوگ کمالاتِ نماز سے قلیل النصیب ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو نماز میں حق تعالیٰ کے ساتھ حضور قلب کا اہتمام تو کرتے ہیں، لیکن اعضاء کے اعمال ادبیہ (مستحبات) کی طرف کم متوجہ ہوتے ہیں صرف فرائض (و واجبات) اور سنن پر اکتفا کر لیتے ہیں۔ یہ لوگ بھی حقیقتِ نماز سے آگاہ نہیں ہوئے ہیں اور کمال نماز کو غیر نماز سے تلاش کرتے ہیں۔ اس لئے کہ حضور قلب کو احکامِ نماز میں نہیں شمار کیا گیا ہے اور جو ایک حدیث نقل کی جاتی ہے لا صلوٰۃ الا بحضور القلب تو ہو سکتا ہے کہ اس میں حضور قلب سے مراد امورِ مذکورہ (امور چہار گانہ) میں حضورِ قلب ہو (یعنی دل کی توجہ اور خیال کے ساتھ نماز کے تمام فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات کا ادا کرنا تاکہ کوئی کوتاہی ان امور کی ادائیگی میں واقع نہ ہونے پائے) اس کے علاوہ اور کوئی حضور قلب فقیر کی سمجھ میں نہیں آتا۔ (مکتوب ۳۰۵ دفتر اول بنام میر محب اللہ)

مبتدی و منتہی کی نماز

اگر سوال کیا جائے کہ نماز کی تکمیل اور اس کا کمال امور چہار گانہ کے ساتھ وابستہ ہو اور کوئی دوسری بات ان امور کے علاوہ کمال نماز کے لئے ملحوظ نہ رہی تو پھر نمازِ منتہی اور نماز مبتدی و عامی کے درمیان جو (مبتدی و عامی) ان چاروں کو بجا لاتا ہے۔ کیا فرق ہوگا؟ (جواب یہ ہے کہ) فرق نمازی کے فرق سے ہے نہ کہ

Marfat.com

عمل کی راہ سے۔ ایک عمل کے اجر و ثواب میں عالموں اور کارکنوں کے فرق سے، فرق ہو جاتا ہے۔ جو عمل کہ عاملِ مقبول و محبوب سے وقوع میں آتا ہے اس کا اجر چند در چند ہوتا ہے اس اجر کے مقابلے میں جو اس کے غیر کے عمل پر مرتب ہوتا ہے۔ اس لئے کہ عامل جتنا عظیم الشان ہوگا اس کا عمل بھی اسی قدر کثیر الاجر ہوگا...... پس نماز منتہی سے نتائج و ثمراتِ دنیوی کے ساتھ ساتھ آخرت کا اجر کثیر بھی مرتب ہوگا، بخلاف نمازِ مبتدی و عامی کے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

نمازِ منتہی کی خصوصیات میں سے کچھ بیان کرتا ہوں اسی سے (اس کی حیثیت کو) قیاس کر لینا چاہئے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ منتہی نماز کے اندر بوقتِ قرأت و بوقتِ ادائیگی تسبیحات و تکبیرات اپنی زبان کو تجرۂ موسوی کی طرح پاتا ہے اور اپنے قویٰ اور اعضاء کو آلات و وسائط سے زیادہ نہیں جانتا اور کبھی یہ محسوس کرتا ہے کہ ادائیگیِ نماز کے وقت (اس کے) باطن و حقیقت نے (اس کے) ظاہر و صورت سے اپنا تعلق پوری طرح منقطع کر لیا ہے اور وہ عالم غیب سے ملحق ہو گیا ہے اور غیب سے مجہول الکیفیت نسبت پیدا کر لی ہے۔ جب نماز سے فارغ ہوا ہے تو پھر اس عالم کی طرف رجوع کرتا ہے۔ یا پھر اصل سوال کے جواب میں کہوں گا کہ امورِ چہار گانہ (فرض، واجب، سنت، مستحب) کا تمام و کمال ادا کرنا منتہی کو ہی حاصل ہے۔ مبتدی و عامی ان امورِ چہار گانہ کو پورے طریقے سے ادا کرنے کی توفیق پانے سے دور ہے۔ ہر چند کہ متبدی و عامی کے لئے (ان امور کا پوری طرح ادا کرنا) ممکن ہے (مگر ایسا ہوتا کم ہے) اس لئے کہ نماز خاشعین کے علاوہ دوسروں پر دشوار واقع ہوتی ہے (جیسا کہ قرآن مجید میں اشاد فرمایا گیا ہے)۔ ایضا

Marfat.com

حمد و شکر کی ادائیگی کی صورت

کلمۂ طیبہ۔ سبحان اللہ و بحمدہ۔ ان دونوں باتوں کو پورے طریقے پر بیان کررہا ہے۔ (اس کا جزوِ اول سبحان اللہ) اللہ تعالیٰ کی انتہائی تنزیہہ و تقدیس بیان کرتا ہے ان تمام باتوں سے جو اس کی شایانِ شان نہیں ہیں چاہے وہ شرور ہوں، چاہے وہ نقائص ہوں۔ (اور دوسرا جزو بحمدہ) ادائے شکر کرتا ہے عبارتِ حمد کے ساتھ۔ جو کہ ہر شکر کی اصل ہے اللہ تعالیٰ کے صفاتِ وافعالِ جمیلہ اور اس کے انعامات واحساناتِ جزیلہ پر اسی وجہ سے حدیث نبویؐ میں آیا ہے کہ جو کوئی اس کلمہ کو دن یا رات میں سو بار پڑھے گا کوئی شخص عمل میں اس دن رات کے اندر اس کی برابری نہیں کر سکتا مگر وہی شخص برابری کر سکتا ہے جو اس کلمہ کو پڑھتا ہو۔ بھلا کوئی اس کی برابری کیسے ڈھونڈ سکتا ہے جبکہ اس کا ہر عمل اور عبادت (کا ہر گوشہ) اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے کسی نہ کسی احسان کا شکر ادا کر رہا ہے یہ شکر اس کلمہ کے دوسرے جزو (بحمدہ) سے ادا ہوتا ہے۔ رہا پہلا جزو (سبحان اللہ) وہ اس کے علاوہ ہے۔ پس تم پر لازم ہے کہ اس کلمہ طیبہ کو سو مرتبہ ہر روز زبان سے ادا کر لیا کرو......۔ (مکتوب ۳۰۷ دفتر اول بنام عبد الواحد لاہوری)

روزانہ محاسبہ نفس ضروری ہے

مشائخ کرام کی ایک جماعت نے طریقۂ محاسبہ اختیار کیا ہے (وہ اس طرح کہ رات کو سونے سے کچھ دیر پہلے اپنے دن کے اقوال وافعال اور حرکات وسکنات کا جائزہ لیتے ہیں اور تفصیل کے ساتھ ہر ایک کی حقیقت تک پہونچتے ہیں اور اپنی تقصیرات وسیئات کی تلافی توبہ واستغفار اور التجا و تضرع سے کرتے ہیں۔ صاحبِ فتوحات مکیہ یعنی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ بھی محاسبہ کرنے والے

Marfat.com

مشائخ میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے محاسبہ میں دوسرے مشائخ کے مقابلے میں اضافہ کردیا ہے میں نے قلب کے خطرات اور نیت کا بھی محاسبہ کیا ہے۔ فقیر کے نزدیک سو ۱۰۰ مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر سونے سے کچھ پہلے پڑھ لینا۔ جیسا کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا ہے حکم محاسبہ رکھتا ہے اور محاسبے کا کام کرتا ہے۔ گویا کہ ان کلمات کا پڑھنے والا کلمۂ تسبیح (سبحان اللہ) کی تکرار سے وہ کلمۂ تسبیح جو مفتاح توبہ ہے۔ اپنی تمام تقصیرات وسیئات کا عذر پیش کرتا ہے اور ان سیئات کے کرنے سے جو کچھ عائد ہوا اس سے جناب قدس کی تنزیہہ و تقدیس کرتا ہے۔ مرتکبِ سیئات کے پیش نظر اگر (پہلے سے) حضرت حق جل مجدہ کی عظمت و کبریائی ہوتی تو وہ اس کے خلاف کبھی سبقت و پیش قدمی نہ کرتا۔ جب سبقت و پیش قدمی کی تو معلوم ہوا کہ (نعوذباللہ) مرتکب کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کا کوئی اعتبار نہیں تھا یہ بھی جاننا چاہئے کہ استغفار کرنے میں تو گناہ کے ڈھانپنے کی طلب ہے اور سبحان اللہ کی تکرار میں گناہ کے جڑ سے اکھاڑ دینے کی طلب ہے۔ پس دونوں (استغفار و سبحان اللہ) برابر کیسے ہو سکتے ہیں۔ سبحان اللہ عجیب کلمہ ہے، اس کے الفاظ بہت کم اور معانی و منافع بہت زیادہ۔ الحمد للہ کی تکرار سے توفیق خداوندی کا شکر بجا لاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے۔ اللہ اکبر کی تکرار اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ درگاہِ خداوندی اس سے بلند تر ہے، کہ یہ ہماری عذر خواہی اور یہ ہماری شکر گذاری اس کے شایانِ شان ہو، اس لئے کہ بندے کا اعتذار و استغفار، (بجائے خود) اعتذار و استغفار کا محتاج ہے۔ اور بندہ اللہ تعالیٰ کی جو حمد کرتا ہے، اس کا فائدہ خود اسی حمد کرنے والے کی طرف لوٹتا ہے۔ سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العلمین۔ (زیادہ تر) محاسبہ کرنے والے فقط استغفار و شکر پر

Marfat.com

اکتفا کرتے ہیں اور ان کلماتِ قدس (مذکورہ) سے استغفار کا کام بھی انجام پاتا ہے، شکر بھی ادا کرتا ہے، نیز استغفار و شکر میں جو نقصان رہ گیا ہو اس کا اظہار بھی میسر آتا ہے۔

قصداً سرکشی کے ساتھ خطبے میں خلفائے راشدین کا ذکر ترک کرنا

سامانہ کے ساداتِ عظام، قاضیانِ کرام اور تمام باشندوں کو لکھتا ہوں کہ سُنا گیا ہے کہ وہاں کے خطیب نے عید قرباں کے خطبے میں خلفاء راشدینؓ عنہم کے ذکر کو ترک کیا اور ان کے مبارک ناموں کو نہیں پڑھا۔ اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ جب ایک جماعت نے (بعد کو) اس خطیب کی اس حرکت پر اعتراض کیا تو اس نے یہ عذر پیش نہیں کیا کہ سہو نسیان سے ایسا ہو گیا بلکہ وہ (جواب میں) سرکشی کے ساتھ پیش آیا۔ اور کہا کہ اگر خلفائے راشدین کے نام ذکر نہیں کیے گئے تو کیا گناہ ہو گیا؟ یہ بھی سنا گیا ہے کہ سامانہ کے بڑے بڑے آدمیوں اور عام باشندوں نے اس بارے میں نرمی برتی اور اس بے انصاف خطیب کے ساتھ سختی سے پیش نہیں آئے۔ ع وائے نہ یکبار صد بار وائے

ذکر خلفاء راشدینؓ اگرچہ شرائط خطبہ میں سے نہیں ہے لیکن پھر بھی اہل سنت کے شعائر علامات میں سے ہے ان کا ذکر قصداً سرکشی کے ساتھ وہی شخص ترک کرے گا جس کا دل مریض اور جس کا باطن خبیث ہے اگر ہم فرض کر لیں کہ اس نے تعصب و دشمنی کی بناء پر ان کے ناموں کو ترک نہیں کیا لیکن وہ (حدیث) من تشبہ بقوم فھو منھم کا کیا جواب دے گا؟ (جس کا مطلب یہ ہے کہ جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے انہیں میں سے ہوتا ہے) اور آنحضرت ﷺ سے کیسے خلاصی پائے گا؟ اگر حضرات شیخین (حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ) کے مقدم کرنے اور فضیلت دینے میں وہ خطیب تامل کرتا ہے پھر تو وہ اہلِ سنت کے

Marfat.com

راستے کو چھوڑنے والا ہے۔ اور حضرات ختنین (حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ) کی محبت میں اس کو تردد ہے تو بھی وہ اہلِ حق سے خارج ہے، اس خطیب کو سمجھانا چاہیے کہ حضرات شیخینؓ کی فضیلت صحابہ و تابعین کے اجماع سے ثابت ہے چنانچہ اس اجماع کو اکابر ائمہ کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے ان ائمہ میں سے ایک امام شافعیؒ بھی ہیں۔ امام ابوالحسن اشعریؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروق اعظمؓ کی فضیلت باقی امت پر قطعی ہے۔ ذہبیؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت علیؓ سے تواتر کے ساتھ یہ روایت ہے کہ انہوں نے اپنی خلافت کے زمانے میں اپنے دارالخلافت میں اپنے متبعین کے مجمع کثیر کے سامنے اس حقیقت کا اظہار فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ عنہما تمام امت میں افضل ہیں۔ پھر ذہبیؒ نے کہا ہے کہ اسی ۸۰ سے اوپر راویوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ روایت کی ہے۔ اور بخاری نے روایت کیا ہے جن کی کتاب، کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد سب لوگوں میں بہتر ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ پھر ایک اور شخص۔ حضرت علیؓ کے صاحبزادے محمد بن حنیفہؒ نے عرض کیا پھر آپ ہیں تو فرمایا کہ میں مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں۔ حضرت علیؓ کے علاوہ بھی بہت سے اکابر صحابہؓ و تابعین سے بہت سی روایتیں ہیں جو مشہور ہیں اور جن کا انکار جاہل یا مخالف کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ اس بے انصاف خطیب سے کہنا چاہیے کہ ہم تمام اصحابِ پیغمبر ﷺ کے ساتھ محبت کرنے کا حکم دیے گئے ہیں اور ان سے بغض رکھنے سے منع کیے گئے ہیں۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بھی اکابر صحابہ میں سے ہیں اور آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا ان کو میرے بعد نشانۂ ملامت نہ بنانا جو ان سے محبت رکھے گا میری

Marfat.com

محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا۔ جس نے ان کو ایذادی اس نے مجھ کو ایذادی اور جس نے مجھے کو ایذادی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذادینی چاہی اور جو اللہ کو ایذادینے کا ارادہ کرے قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پکڑلے"۔

(مکتوب ۵ ادفتر بنام سادات سامانہ) ایضا

نہی عن المنکر سے غفلت کے نتائج

اللہ تعالیٰ اہلِ کتاب کی مذمت کرتے ہوئے قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ ان کو (یہود کو) جھوٹ بولنے اور حرام کھانے سے ان کے زاہد اور عالم کیوں نہیں منع کرتے ہیں بیشک یہ جو کچھ کر رہے ہیں بُرا کر رہے ہیں"۔ دوسری جگہ فرماتا ہے" وہ (علماء یہود) یہود کو برے کام کرنے سے نہیں روکتے ہیں یہ برا کرتے ہیں"۔ اس قسم کے واقعات میں تغافل کرنا بدعتیوں کو دلیر بنانا اور دین میں رخنہ ڈالنا ہے۔ یہ بات بھی (بڑوں کی) سستی سے ہو رہی ہے کہ مہدوی جماعت اس جگہ بر ملا اہلِ حق کو باطل کی طرف دعوت دے رہی ہے اور وہ تھوڑی سی مدت میں دو ایک آدمیوں کو اس طرح اچک لیتے ہیں جس طرح بھیڑیا گلے میں سے بھیڑ کو لے جاتا ہے۔ زیادہ کیا تکلیف دوں۔ چونکہ یہ (خطیب والی) خبر وحشت اثر مجھے شورش میں لے آئی اور اس نے میری رگِ فاروقی کو متحرک کر دیا اس لیے یہ چند کلمات لکھدیئے (امید کہ) مجھے معذور رکھیں گے۔ ایضا۔

بدعت میں کوئی حسن نہیں اور وہ سنت کی ناسخ ہے

ہماری نصیحت بس یہی ہے کہ احکام دین کی پابندی اپنے اوپر لازم قرار دے لی جائے اور سید المرسلین علیہ وسلم کی تابعداری اور پیروی ہوتی رہے۔ سنت سنیہ کو ادا

Marfat.com

کیا جائے، بدعت غیر مرضیہ سے پرہیز ہو اگرچہ بدعت، روشنی صبح کی طرح کیوں نہ دکھلائی دیتی ہو۔ اس لیے کہ بدعت میں درحقیقت کوئی بھی نور نہیں ہے۔ نہ بیمار کے لئے اس کے اندر کوئی شفا ہے۔ نہ مرض کے واسطے اس میں کوئی دوا ہے۔ (بدعت میں کیسے کوئی نور ہو جبکہ وہ) دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو وہ سنت کو اٹھا دینے والی اور سنت کی نقیض ہی ہو گی۔ پس بدعت میں کوئی بھلائی اور حسن نہیں ہے۔ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ دین کامل اور اسلام پسندیدہ کے اندر پیدا کی ہوئی بدعت میں حُسن کا حکم کہاں سے لگا دیا گیا جبکہ نعمتِ دین مکمل ہو چکی۔ ان لوگوں نے یہ نہ جانا کہ دین کے کامل، مکمل اور پسندیدہ ہونے کے بعد، بدعت کو تراشنا، حُسن و خوبی سے کوسوں دور ہے۔ حق کے بعد ضلالت و گمراہی کے علاوہ اور کون شے ہو سکتی ہے؟ اگر اہلِ بدعت یہ سمجھ لیں کہ دین کامل میں کوئی بدعت نکال کر اس بدعت کو حسنہ بتانا، عدم کمالِ دین اور عدمِ اتمام نعمت کی اطلاع دیتا ہے۔ تو وہ ہرگز بدعت کو حسنہ قرار دینے کی جرأت نہ کریں۔

(مکتوب ۹ ادفتر بنام میر محب اللہ)

نماز ضایع کرنے والوں کی نوعیت اور ان کے لیے وعیدیں

نماز، دین کا ستون اور معراج مومن ہے (اس لیے) نماز کی ادائیگی میں پورا اہتمام ملحوظ رکھا جائے اور احتیاط کرنی چاہیے کہ نماز کے ارکان و شرائط اور سنن و آداب، نماز کی شایانِ شان ادا ہوں۔ طمانیت و تعدیل ارکان کے متعلق بار بار تاکید کی جاتی ہے اس کی اچھی محافظت کریں۔ اکثر لوگوں کو دیکھا جا رہا ہے کہ وہ نماز کو ضائع کر رہے ہیں اور طمانیت و تعدیم ارکان کو برباد کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے حق میں وعیدیں اور تہدیدیں وارد ہوئی ہیں۔ نماز جب درست ہو گئی تو (سمجھو، نجات کے لیے امید عظیم تر آ گئی)۔ اس لیے کہ اس کے ذریعے دین قائم

Marfat.com

ہو اور عروج کا ذریعہ مکمل ہو گیا......

(مکتوب ۲۰ دفتر دوم بنام مولانا محمد طاہر بدخشی)

بدعت اور جھوٹ کی اشاعت کے دور میں سنت کی نصرت کرنا، بڑی سعادت مندی ہے

سعادت مند وہ ہے کہ اس ندرت و غربت کے زمانے میں متروکہ سنتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کردے یا چالو بدعتوں میں سے کسی بدعت کو ختم کردے۔ اس وقت آنحضرت ﷺ کی بعثت کو ہزار سال گذر چکے ہیں اور علامات قیامت ظاہر ہو رہی ہیں۔ سنت، زمانہ نبوی کی دوری کی وجہ سے مخفی ہو گئی ہے اور بدعت، جھوٹ کی اشاعت کی وجہ ہے، جلوہ گر ہے۔ ایسے وقت میں کوئی شاہباز چاہیئے جو سنت کی نصرت کرے اور بدعت کو شکست دے۔ بدعت کو رائج کرنا، دین کو خراب کرنے کا سبب ہے اور بدعتی کی تعظیم کرنا اسلام کو ڈھا دینے کا موجب ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے "جو شخص بدعتی کی تعظیم کرتا ہے وہ اسلام کو ویران کرنے میں مدد کرتا ہے"۔ یہ حدیث تو تم نے سنی ہو گی؟ پوری ہمت اس طرح متوجہ رہنی چاہیے کہ کسی نہ کسی سنت کی ترویج و اشاعت ہو اور بدعتوں میں سے کسی نہ کسی بدعت کا ازالہ کر دیا جائے۔ ہر زمانے میں خصوصاً اس ضعف اسلام کے زمانے میں، احکام اسلام کو قائم رکھنا، ترویج سنت اور تخریب بدعت کے ساتھ وابستہ ہے۔ (کچھ) گذرے ہوئے لوگوں نے (کسی) بدعت میں کوئی خوبی دیکھی ہو گی جس کی وجہ سے بدعت کے بعض افراد کو انہوں نے مستحسن قرار دیا ہے۔ لیکن یہ فقیر اس مسئلے میں ان کے ساتھ موافقت نہیں رکھتا اور بدعت کی کسی فرد کو حسنہ نہیں جانتا۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا

Marfat.com

ارشاد ہے کل بدعۃ ضلالۃ۔ ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور فقیر یہ بھی محسوس کرتا ہے کہ اس غربت وضعفِ اسلام کے زمانے میں سلامتی (صرف) سنت کی ادائیگی کے ساتھ وابستہ ہے اور خرابی، تحصیل بدعت سے جڑی ہوئی ہے کوئی سی بھی بدعت ہو۔ میں بدعت کو ایک کدال کی شکل میں دیکھتا ہوں جو اسلام کو ڈھارہی ہے۔ اور سنت کو ایک روشن ستارے کے مانند پاتا ہوں جو گمراہی کی اندھیری رات میں رہنمائی کررہا ہے۔ علماء زمانہ کو اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ وہ کسی بھی بدعت کو حسنہ نہ کہیں اور کسی بدعت کی ادائیگی کا فتویٰ نہ دیں۔ اگرچہ وہ ان کی نظر میں سپیدیٔ صبح کی مانند روشن کیوں نہ ہو اس لیے کہ شیطان کی آراستگی (اور فریب دہی) کو غیر سنت (بدعت) میں بڑا غلبہ اور دخل ہوتا ہے۔ پہلے زمانے مین جبکہ اسلام قوت رکھتا تھا (بعض) بدعتوں کی تاریکیوں کو (بھی) مجبورا برداشت کرلیا جاتا تھا یہ وہ ضعفِ اسلام کا وقت ہے اس وقت بدعتوں کی ظلمتوں کو برداشت کرنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے۔ اس وقت (بدعت کی گنجائش نکالنے کے لیے) متقدمین یا متاخرین کا فتویٰ (اگر بالفرض ہو بھی، جاری نہیں کرنا چاہیے اس لیے کہ ہر وقت کے احکام علاحدہ علاحدہ ہیں۔ اس وقت پورا عالم، ظہورِ بدعت کی کثرت کی وجہ سے ایک دریائے ظلمت کی شکل میں نظر آرہا ہے اور نورِ سنت اپنی ندرت وغربت کے باعث رات کو چمکتا ہوا جگنو معلوم ہوتا ہے۔ عمل بدعت اس اندھیرے میں اور اضافہ کررہا ہے اور نور سنت کو کم کرتا جاتا ہے (اس کے مقابلے میں) عمل سنت، اس ظلمت کی تقلیل اور روشنی کی تکثیر کا باعث ہے پس جس کا جی چاہے وہ ظلمتِ بدعت کو بڑھائے اور جس کا جی چاہے نور سنت کو کثیر کرے، جس کا جی چاہے وہ حزب الشیطان (شیطانی پارٹی) کو زیادہ کردے اور جس کا جی چاہے وہ حزب اللہ (اللہ والی جماعت) میں اضافہ کردے۔ ایضا۔

Marfat.com

صوفیائے وقت کو انصاف پر اترنا چاہیے

صوفیائے وقت بھی اگر انصاف پر اتر آئیں اور ضعف اسلام اور اشاعت دروغ کو ملاحظہ فرمائیں تو عملِ سنت کو ترک کر کے اپنی پیروں کی تقلید نہ کریں اور عمل شیوخ کا بہانہ بنا کر اپنی گھڑی ہوئی باتوں کو اپنی عادت نہ بنائیں۔ بیشک، اتباعِ سنت ہی نجات دینے والی اور خیر وبرکات کا ثمرہ بخشنے والی ہے، سنت کے علاوہ (بدعاتِ) کی پیروی میں خطرے ہی خطرے ہیں۔ ایضا۔

اس عالم رنگ وبو کی بہترین متاع رنج وغم ہے

مخدوما مکرما! مصائب کے آنے پر ہر چند کہ رنج وغم سہنا پڑتا ہے، لیکن بہت سی بھلائیوں اور ترقیوں کی بھی امید ہے۔ اس عالمِ رنگ وبو کی بہترین متاع، غم و اندوہ ہے، اور یہاں کے دستر خوان کی لذیذ ترین نعمت، الم ومصیبت ہے۔ (الم و مصیبت کے) شکر پاروں پر تلخ دوا کا باریک غلاف لپیٹ دیا گیا ہے اور اس طرح سے امتحان کا ایک راستہ کھول دیا ہے۔ جو سعادت مند ہیں وہ اس کی (باطنی) حلاوت وشیرینی پر نظر کر کے، اس (ظاہری) تلخی کو شکر کی طرح استعمال کرتے ہیں اور تلخی کو شیرینی محسوس کرتے ہیں۔ وہ لوگ تلخی کو کیوں نہ شیریں پائیں جب کہ افعالِ محبوبِ حقیقی تمام کے تمام (در حقیقت) شیریں ہیں۔ شاید وہی (باطنی) مریض ان کو تلخ محسوس کرے گا جو غیر اللہ کی محبت میں گرفتار ہے۔ لیکن جو دولتِ معنوی کے سرمایہ دار ہیں وہ محبوب کی الم رسانی میں جس قدر حلاوت و لذت پاتے ہیں اس قدر حلاوت ولذت اس کے انعام سے نہیں پاتے، ہر چند کہ دونوں محبوب ہی کی طرف سے ہیں، لیکن ایلام (الم رسانی) کی صورت میں محبّ کے نفس کو کچھ بھی حصہ نہیں ملتا (بس محبوب ہی کا منشا پورا ہوتا ہے) اور انعام میں

Marfat.com

نفس کی خواہش بھی پوری ہوتی ہے۔ ع

هنيّا لارباب النعيم نعيمها

(مکتوب ۲۹ دفتر اول بنام حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

ہزاروں ظلمتوں و کدورتوں کا علاج اتباع سنت اور شیخ سے محبت و اخلاص ہے

کوئی غم کی بات نہیں اگر ان دو چیزوں میں کوئی خلل واقع نہ ہوا ہو۔ (۱) آنحضرت ﷺ کا اتباع۔ (۲) اپنے شیخ سے محبت و اخلاص۔ ان دونوں چیزوں کی موجودگی میں اگر ہزاروں ظلمتیں اور کدورتیں دل پر طاری ہو جائیں تب بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ انجام کے لحاظ سے اس کو خراب و ضائع نہیں کریں گے۔ لیکن اگر خدانخواستہ ان دونوں باتوں میں سے ایک میں بھی نقصان پیدا ہو گیا تو خرابی در خرابی ہے، اگرچہ کتنی ہی حضور و جمعیت حاصل ہو اس لیے کہ وہ استدراج ہے اور اس کا انجام خرابی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ان دونوں باتوں میں ثابت قدم رہنے کو تضرع وزاری کے ساتھ مانگیں اور اس سے ان دونوں باتوں پر مستقیم رہنے کی التجا کریں۔ یہی دو چیزیں مدارِ کار اور مدارِ نجات ہیں۔

(مکتوب ۳۰ دفتر دوم بنام خواجہ محمد اشرف و مولانا حاجی محمد فرکتی)

ظاہری پریشانی باطنی تکدر کا ذریعہ ہے، اس کا علاج تم نے جمعیتِ باطن (میں فتور و نقصان پیدا ہو جانے) کے متعلق شکایت لکھی تھی۔ ہاں (بے شک) پریشانئ ظاہر کو تصرفِ باطن میں ظلمتیں نور اسلام کی درخشانی کی وجہ سے بعضِ اشخاص کے خیال میں نورانی بن گئی ہوں اور ان بدعتوں کے حسنہ ہونے کا حکم اسی وجہ سے لگا دیا گیا ہو۔ (مکتوب ۲۳ دفتر دوم خواجہ محمد عبداللہ)

تاثیر عظیم حاصل ہے۔ جب کبھی باطن میں کدورت پائیں، اس کا تدارک

Marfat.com

توبہ واستغفار سے کرلیا کریں۔ جب کوئی خطرناک صورت حال نمودار ہو لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، پڑھ کر اس کو دفع کیا کریں۔ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس (یہ دونوں سورتیں) باربار پڑھنا ایسے وقت میں بہتر ہے باقی حالات لائق حمد ہیں۔ ہمیشہ اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے لیے حمد و شکر ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں اہل دوزخ والے حالات سے پناہ مانگتا ہوں۔ فقیر پر چونکہ ضعف کا اثر ہے اس بنا پر تفصیل احوال میں مشغول نہ ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو شریعتِ مصطفویہ کی شاہراہ پر استقامت نصیب کرے۔

(مکتوب ۳۲ دفتر دوم بنام مرزا قلیج اللہ)

محبوب کی الم دہی زیادہ محبت بخش ہے

محبوب، نظرِ محبّ میں بلکہ حقیقت امر میں ہر وقت اور ہر حال میں محبوب ہی ہے۔ الم پہونچائے تب محبوب ہے، انعام فرمائے تب محبوب ہے۔ دولتِ محبت سے مشرف ہونے والے اکثر اہل اللہ کے نزدیک انعام کے وقت محبوب سے محبت زیادہ ہوتی ہے بمقابلہ وقتِ الم دہی کے یا زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ دونوں وقت محبت مساوی ہوتی لیکن اہل اللہ ایسے ہیں جن کے نزدیک معاملہ برعکس ہے یعنی محبوب کی الم دہی زیادہ محبت بخش ہے، بمقابلہ اس کے انعام کے۔ اس دولتِ عظمٰی کا مقدمۃ الجیش حُسن ظن ہے، محبوب کے ساتھ اس حد تک کہ اگر محبوب محبّ کے حلق پر چھری بھی چلادے اور اس کے ایک ایک عضو کو جدا کردے تو بھی محبّ اس میں اپنی بہتری اور بہبودی تصور کرے گا۔ جب اس حسنِ ظن کے حاصل ہوجانے کی وجہ سے محبوب کے فعل کی کراہت نظرِ محبّ سے اٹھ گئی تو محبتِ ذاتی کی دولت سے مشرف ہوگیا، اور (اب) محبوب کے ایلام (الم دہی) میں اس کے انعام سے زیادہ لذت محسوس ہوگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مقام مقام

Marfat.com

رضا سے بھی اونچا ہے۔ اس لیے کہ رضا نام ہے محبوب کی الم دہی سے کراہت دور کرنے کا، مگر اس مقام میں الم دہی سے لذت پاتا ہے۔ اس لیے کہ جتنی محبوب کی جانب سے سختی زیادہ ہوتی ہے محبّ کی خوشی و سرور میں اضافہ ہوتا ہے...... اور جبکہ محبوب نظرِ محب میں بلکہ حقیقت میں ہر وقت اور ہر حال میں محبوب ہے تو یقیناً محبوب ہر وقت اور ہر حال میں محب کی نظر میں بلکہ واقعی طور پر محمود و ممدوح بھی ہوگا۔ اور محب ایلام و انعام ہر دو حال میں اس کا مدح گو اور ثنا خواں ہوگا۔ (مکتوب ۳۳ دفتر دوم بنام محمد صالح کولہ محمد)

حمد کو شکر پر فضیلت کا سبب

شاید کہ حمد کو جو شکر پر فضیلت ہے وہ اسی وجہ سے ہے کہ شکر میں انعامِ منعم پیش نظر ہوتا ہے جو کہ صفت بلکہ فعل کی طرف راجع ہے۔ اور حمد میں حسن و جمالِ محمود ملحوظ ہوتا ہے خواہ وہ حسن و جمال، ذاتی ہو یا وصفی ہو یا فعلی۔ اور چاہے وہ انعام کی شکل میں ہو یا ایلام (یعنی تکلیف و مصیبت دہی) کی صورت میں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ایلام ہے وہ اس کے انعام ہی کی طرح حَسَن (یعنی خوب اور پسندیدہ) ہے۔ پس حمد زیادہ بلیغ ہوئی اور زیادہ جامع ہوئی تمام مراتبِ حُسن و جمال کو اور خوشی و غمی دونوں حالتوں میں زیادہ پائیدار۔ برخلاف شکر کے، اس لیے کہ وہ اپنے نقص و قصور کے ساتھ ساتھ جلد زائل ہو جانے والا اور انعام کے زائل ہو جانے پر ختم ہو جانے والا ہے۔ ایضاً۔

درویشوں سے محبت رکھنے والا بزمِ حق میں ان کے ساتھ

اللہ والوں سے محبت اور ان سے ربط و الفت، ان کی باتوں کو سننے کی رغبت اور ان کے طور و طریق کی طرف میلان، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی

Marfat.com

نعمت اور اس کی دی ہوئی بڑی دولت ہے۔ مخبر صادق علیہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ "المرء مع من احب" (انسان جس کے ساتھ محبت رکھتا ہے اس کے ساتھ ہے) پس درویشوں سے محبت رکھنے والا ان کے ہی ساتھ ہے اور بزمِ قربِ حق میں ان کا طفیلی ہے۔

اہل سنت کا مسلک اہل بیت کے ساتھ ساتھ صحابہ کی تعظیم و توقیر ہے

محبت اہل بیت تو سرمایۂ اہل سنت ہے، مخالفین اس حقیقت سے غافل اور ان کی اعتدالی محبت سے ناواقف ہیں (مخالفین نے) جانبِ افراط کو اختیار کر لیا اور افراط کے علاوہ کو تفریطِ جان بیٹھے اور اس پر خارجی پن کا حکم لگا دیا...... یہ نہ سوچا کہ افراط و تفریط کے درمیان ایک اور حد بھی ہے وسط (جس کو حدِ اعتدال کہتے ہیں) جو مرکزِ حق اور جائے صدق ہے اور جو اہل سنت کو نصیب ہے...... یہ کس قسم کی محبت ہے کہ اس کا حاصل ہونا جانشینانِ پیغمبر علیہ ﷺ اور اصحاب کرامؓ سے بیزاری اور ان پر لعن وطعن کرنے پر ہی موقوف ہے؟ اہل سنت کا گناہ اگر ہے تو یہ ہے کہ وہ محبت اہل بیت کے ساتھ ساتھ سرور عالم علیہ ﷺ کے تمام اصحابِ کرام کی تعظیم و توقیر بھی کرتے ہیں۔ ان میں سے کسی کو بھی باہمی تنازعات اور اختلافات کے باوجود بدی کے ساتھ یاد نہیں کرتے اور ان کی یہ تعظیم و توقیر بھی صحبت پیغمبر علیہ ﷺ ہی کی بنا پر کرتے ہیں......

قرآن و احادیث، اصحابِ کرامؓ ہی کی تبلیغ سے ہم تک پہونچے ہیں۔ اگر اصحابِ کرامؓ مجروح و مطعون ہوئے تو وہ دین بھی جو ان کے ذریعہ سے ہم تک پہونچا ہے مجروح و مطعون ہو جائے گا، نعوذ باللہ من ذلك...... محض اپنے گمان سے کسی بزرگِ دین کو (خواہ مخواہ) دشمنِ علیؓ سمجھ لینا اور پھر اس کے حق میں

Marfat.com

لعن طعن کو جائز رکھنا انصاف سے دور ہے، یہ افراطِ محبت کے شگوفے ہیں...... اگر فرض کرو کہ تقیہ حضرت علیؓ کے حق میں جائز بھی ہو جائے تو کیا کہیں گے حضرت علیؓ کے ان اقوال کے بارے میں جو بطریق تواتر افضلیت شیخینؓ کے بارے میں ان سے منقول ہیں۔ اور اسی طرح حضرت علیؓ کے وہ کلماتِ قدسیہ جو ان کی خلافت کے زمانہ میں خلفاء ثلاثہ کی حقانیت کے اظہار میں ان کی زبانِ مبارک سے صادر ہوئے ہیں۔ تقیہ تو اتنا ہی کافی ہوتا کہ اپنی خلافت کے استحقاق کو چھپا لیتے اور خلفا ثلثہ کی خلافت کا (نعوذ باللہ) باطل ہونا ظاہر نہ کرتے۔ لیکن حقانیتِ خلفاء ثلثہ کا اظہار اور بیانِ افضلیت شیخینؓ یہ تو ایک علاحدہ بات ہے جو ماروائے تقیہ ہے اور جس کو سچائی پر ہی محمول کیا جاسکتا ہے...... حضرت عائشہ صدیقہؓ جو کہ حبیبۂ حبیب رب العالمینؐ ہیں اور جو آخر وقت تک آپ کی مقبولہ اور منظور نظر رہیں اور حضرت پیغمبر علیہ السلام نے کل مدتِ مرض الموت ان کے حجرے میں گذاری اور ان کی آغوشِ مبارک ہی میں آپؐ نے اپنی جانِ پاک، جان آفریں کے سپرد کی اور پھر ان ہی کے حجرے میں مدفون ہوئے۔ باوجود ان فضائل کے حضرتِ صدیقہؓ عالمہ اور مجتہدہ بھی تھیں اور حضرت پیغمبر علیہ السلام نے نصف دین (جو کہ عورتوں سے متعلق ہے) کا بیان ان کے حوالے سے کیا تھا، اصحابِ کرام، مشکلات احکام میں ان سے رجوع کرتے تھے اور مسائل مشکلہ کا حل ان سے پاتے تھے۔ ایسی صدیقہ مجتہدہ کو حضرت علیؓ سے ایک (اجتہادی) اختلاف کی بنا پر مطعون کرنا اور امور ناشائستہ ان کی طرف منسوب کرنا نہایت بیہودہ بات ہے اور پیغمبر علیہ السلام پر ایمان لانے والے سے بعید ہے۔ حضرت علیؓ اگر دامادِ حضرت پیغمبر اور آپ کے چچازاد بھائی تھے تو حضرت صدیقہؓ آپ کی زوجہ مطہرہ نیز آپؐ کی حبیبہ اور مقبولہ تھیں...... اگر کوئی محبتِ علی کو مستقلاً اختیار کرتا ہے اور حبِّ

Marfat.com

پیغمبر کو اس محبت میں کوئی دخل نہیں ہے تو ایسا شخص بحث سے خارج ہے اور قابلِ مخاطبت نہیں ہے۔ ایسے شخص کی غرض تو دین کو باطل کرنا اور شریعت کو ویران کرنا ہے۔ وہ تو یہ چاہتا ہے کہ بغیر توسط حضرت پیغمبر ﷺ ایک راستہ اختیار کرے اور حضرت محمد ﷺ سے بے تعلق ہو کر حضرت علیؓ کی طرف مائل و متوجہ ہو...... حضرت علیؓ (یقیناً) ایسے شخص سے بیزار ہیں اور اس کے کردار سے ان کو (روحانی) صدمہ ہے۔ (دراصل) اصحاب پیغمبر اور خُسرانِ و دامادانِ پیغمبرؐ سے دوستی و محبت رکھنا دوستی و محبت پیغمبر ہی کی وجہ سے ہے اور ان کی تعظیم و تکریم، حضرت پیغمبر کی تعظیم و تکریم ہی کی بنا پر ہے۔ خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جس شخص نے ان سے (صحابہؓ سے) محبت رکھی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھی۔" ایسے ہی جو شخص ان حضرات کا دشمن ہے وہ بھی اپنے اندر دشمنیٔ پیغمبر رکھنے کی وجہ سے ان کا دشمن ہے۔ جیسا کہ آنحضرت کا ارشاد ہے :- "جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھا"۔ مطلب یہ ہے کہ جو محبت میرے اصحاب سے متعلق ہے، وہ وہی محبت ہے جو مجھ سے متعلق ہے، ایسے ہی ان سے جو بغض متعلق ہے وہ وہی بغض ہے جو مجھ سے متعلق ہے...... اے مخاطب! بہت زیادہ پرہیز کر، اکابر دین پر طعن کرنے سے اور مقتدایانِ اسلام کی برائی کرنے سے۔ وہ اکابرِ دین جنہوں نے اپنی پوری طاقت کو صرف کیا ہے کلمۂ اسلام کو بلند کرنے اور سید الانام ﷺ کی شریعت کی نصرت و حمایت میں اور جنہوں نے اپنے مالوں کو خرچ کیا ہے تائید دین میں رات دن، خفیہ اور علانیہ اور جنہوں نے حبِّ رسولؐ کی خاطر اپنے کنبے، برادری کو چھوڑا، اپنے وطنوں کو چھوڑا۔ جنہوں نے اپنے گھر، اپنے بہتے چشمے اپنی کھیتیاں اپنے باغات اور نہریں یہ سب چیزیں چھوڑیں جنہوں نے ذاتِ رسول

Marfat.com

علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنی ذاتوں پر ترجیح دی، جنہوں نے محبتِ رسول ﷺ کو اپنی ذات کی محبت اور اپنے اموال واولاد کی محبت کے مقابلے میں اختیار کیا یہ وہ ہیں جو شرفِ صحبتِ آنحضرت سے مشرف ہیں اور صحبتِ رسول اقدس ﷺ میں رہ کر برکاتِ نبوت سے بہرہ مند ہوئے۔ وحی ان کے سامنے آئی، جبرئیل علیہ السلام کی حاضری ان کی موجودگی میں ہوتی تھی اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے خوارق و معجزاتِ رسول ﷺ کو دیکھا ہے، یہاں تک کہ ان کا غیب، شہادت اور ان کا علم، عینی ہو گیا۔ اور ان کو یقین کی وہ دولت عطا ہوئی جو ان کے بعد کسی کو نہیں ملی، یہاں تک کہ دوسروں کا کوہِ احد کے برابر سونا خیرات کرنا ان کے ایک مُد یا نصف مُد جو کے اجر کے برابر بھی نہیں ہے۔ یہ وہ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک میں فرمایا ہے۔

"رضی اللّٰه عنهم و رضوا عنه" (ترجمہ) اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے خوش۔

دوسری جگہ انجیل کے حوالے سے فرمایا گیا ہے

ومثلهم فی الانجیل کزرع اخرج شطئه فازره فاستغلظ فاستویٰ علیٰ سوقه یعجب الزراع لیغیظ بهم الکفار۔

(ترجمہ) اور انجیل میں ان اصحابِ محمد (علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام) کی مثال یوں بیان ہوئی ہے کہ ایک کھیتی کی طرح جس نے (کمزور اور نرم اور نازک) اکھوا زمین سے بر آمد کیا پھر اس کو طاقت دی پھر وہ موٹا ہوا پھر وہ اپنی ساق پر سیدھا قائم ہو گیا۔ کاشتکار اسے دیکھ کے خوش ہوتے ہیں۔ تاکہ جلیں ان سے دل کافروں کے۔

(مکتوب ۳۶ دفتر دوم بنام خواجہ محمد تقی)

Marfat.com

کلمۂ طیبہ کی برکات سارے عالم کو سیراب کرنے کے لیے کافی ہیں

...... ظلماتِ کفر اور کدوراتِ شرک کو دور کرنے کے لیے اس کلمۂ طیبہ سے زیادہ کوئی سفارشی نہیں ہے۔ جس کسی نے اس کلمے کی تصدیق کر کے ذرۂ ایمان بھی حاصل کر لیا ہو گا وہ اگرچہ (بعض) رسومِ کفر اور بعض رذائل شرک میں (اپنی بدبختی کی وجہ سے) کبھی مبتلا ہو گیا ہو مگر امید ہے کہ اس کلمۂ کی سفارش سے بالآخر عذاب سے باہر آئے گا اور دروزخ میں ہمیشہ رہنے سے نجات پا جائے گا...... اس کلمہ کے کچھ فضائل سنو! آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے :- جس شخص نے صدق دل سے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ کوتاہ نظر لوگ تعجب کرتے ہیں کہ محض لا الٰہ الا اللہ کہہ لینے سے کس طرح جنت کا داخلہ میسر ہو جائے گا! درحقیقت وہ لوگ اس کلمہ کی برکات سے واقف نہیں ہیں۔ اس فقیر کو محسوس ہوتا ہے کہ اگر تمام عالم کو بھی اس کلمہ طیبہ کے (صرف) ایک بار کہنے کی وجہ سے بخش دیں اور بہشت میں داخل کر دیں تو گنجائش ہے۔ فقیر کو یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس کلمۂ مقدسہ کی برکات اگر تمام عالم میں تقسیم کر دیں تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سب کو کافی ہوں اور سب کو سیراب کر دیں۔ پھر جب کہ اس کے ساتھ (اس کا دوسرا جزو) "محمد رسول اللہ" بھی جمع ہو جائے تو اس وقت اس کی برکات کا کیا ٹھکانہ ہے...... ان دونوں کلمہ کا مجموعہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ جامع کمالاتِ ولایت و نبوت اور ان دونوں کمالات کی سعادتوں کا پیشوائے راہ ہے...... اے اللہ! ہمیں اس کلمۂ طیبہ کی برکات سے محروم نہ رکھنا۔ ہم کو اس بات پر ثابت قدم رکھنا۔ اس کی تـ[illegible]ـق پر ہی ہم کو موت دینا۔ اس کی تصدیق کرنے والوں کے ساتھ ہی ہمیں اٹھانا اور اس کلمے کی اور اس کلمے کے مبلغین علیہم الصلوٰت والتسلیمات کی عزت و حرمت کے طفیل ہم کو جنت میں

Marfat.com

داخل کرنا...... اس کلمۂ مقدسہ کی عظمت کا ظہور پڑھنے والے کے درجات کے اعتبار سے ہوتا ہے جس قدر پڑھنے والے کا درجہ زیادہ ہوگا اس کلمے کی عظمت کا ظہور بھی زیادہ ہوگا۔ یزیدک وجھہ حسنا اذا مازدتہ نظرا (جس قدر تو اس کے چہرے پر نظر زیادہ ڈالے گا اسی قدر اس کا چہرہ تیزیٔ نظر میں اپنا حسن زیادہ کرے گا۔ دنیا کے اندر رہ کر معلوم نہیں کہ کوئی آرزو اس آرزو سے زیادہ ہوگی کہ ایک گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر اس کلمۂ طیبہ کی تکرار سے محظوظ ہوا جائے لیکن کیا کیا جائے تمام آرزوئیں میسر نہیں ہوتیں۔ غفلت بھی ہوتی ہی ہے اور (حقوق کی ادائیگی کے لیے) مخلوق سے اختلاط کے بغیر بھی کوئی چارہ نہیں۔ ایضا۔

صحبت کی ایک ساعت ریاضت کے بہت سی چلہ کشی سے بہتر ہے

صحبت کی ایک ساعت ریاضت کی بہت سی چلہ کشی سے بہتر ہے اس کے باوجود تم (یہاں کی) صحبت سے گریزاں ہو اور بہانے بنا کر اپنے آپ کو یہاں سے دور رکھتے ہو۔ تمہارا جوہر استعداد، نفیس ہے لیکن کیا فائدہ؟ جب کہ قوت سے فعل میں نہیں آیا۔ تمہاری استعداد بلند ہے لیکن تمہاری ہمت پست ہے۔ بچوں کی طرح سے جوہر ہائے نفیس کو چھوڑ کر حقیر ٹھیکریوں سے مانوس ہو گئے ہو۔

بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت　　که با که باختۂ عشق در شبِ دیجور

اب بھی کچھ نہیں گیا ہے۔ اصل کی طرف توجہ لگائی جائے۔ بہترین بات تو صحبتِ اربابِ جمعیت ہے اگر یہ دولت میسر نہ ہو تو اپنے اوقات کو ذکرِ الٰہی میں جس کو تم نے ایک صاحبِ دولت سے حاصل کیا ہے۔ مشغول رکھا جائے اور جو چیزیں ذکر کے منافی ہیں ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(مکتوب ۷۴ دفتر دوم خواجہ محمد قاسم بدخشی)

Marfat.com

عاشق کو محبوب کے فعل سے لذت یاب ہونا چاہیے

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ مومنوں کے نزدیک تمام چیزوں سے زیادہ عزیز و محبوب ہیں چاہے وہ اموال ہوں چاہے وہ جانیں ہو۔ زندہ کرنا اور مارنا اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہے، دوسرے کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ پس ناچار اللہ تعالیٰ کا فعل بھی عزیز تر اور محبوب تر ہوگا۔ (بلکہ مناسبِ مقام تو یہ ہے کہ عاشق، محبوب کے فعل سے لذت یاب اور خوش ہو۔ صبر کی میں تم کو کیا تلقین کروں کیوں کہ اس تلقین صبر سے کراہت کی طرف اشارہ ہوتا ہے (کہ تم اس فعل کو ناگوار سمجھتے ہو گے) مقامِ رضا ہر چند رغبت و سرور کی خبر دیتا ہے۔ لیکن (فعل محبوب سے) لذت پانا اور مزہ محسوس کرنا یہ ایک بات ہی دوسری ہے۔

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت
ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

عشق وہ شعلہ ہے کہ جب وہ بھڑکا تو معشوق کے علاوہ جو کچھ بھی ہے سب کو جلا ڈالا۔
(مکتوب ۴۸ دفتر دوم بنام خواجہ محمد طالب بدخشی)

ذکر کا اس قدر غلبہ ہو کہ باطن میں غیر اللہ باقی نہ رہے

چاہیے کہ ذکر اس قدر غالب آجائے کہ غیر اللہ کو باطن میں باقی نہ چھوڑے اور غیر اللہ سے ہر قسم کا تعلق، قلب سے زائل کر دے۔ اس وقت قلب کو ماسویٰ سے فراموشی حاصل ہوگی اور وہ غیر اللہ کے دیکھنے اور جاننے سے فارغ ہو جائے گا۔ پھر تو بہ تکلیف بھی اشیاء کو (ماسویٰ کو) یاد دلائیں گے تب بھی قلب ان کو یاد اور شناخت نہ کرے گا۔ ہمیشہ مطلوب حقیقی میں غرق رہے گا۔ جب معاملہ یہاں تک پہنچے گا تو اس راہ کا ایک قدم اس نے (سالک نے) طے کیا ہوگا۔

Marfat.com

کوشش کریں کہ کم از کم اس ایک قدم میں ہی کوتاہی نہ ہو اور غیر اللہ کی "دید و دانش" میں گرفتار نہ رہیں۔

گوئے توفیق و سعادت در میان انگندہ اند
کس بمیدان در نمی آید سواراں راچہ شد

(توفیق وسعادت کی گیند میدان میں ڈال دی گئی ہے بازی لے جانے کے لیے میدان میں کوئی شہسوار بھی نکل کر نہیں آتا، شہسواروں کو کیا ہو گیا ہے؟
(مکتوب ۴۹ دفتر دوم بنام خواجہ گدا)

جب نفس کفر وانکار پر ڈٹا ہوا ہو تو ایمان واعمال صالحہ کی حقیقت کہاں؟

شریعت کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت۔ صورتِ شریعت یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر اور رسولِ خدا جو اللہ کی طرف سے شریعت لائے ہیں اس پر ایمان لانے کے بعد، احکامِ شرعیہ بجالائے جائیں باوجود نفسِ امارہ کی سرکشی کے جو اس کے آفرینش میں رکھی ہوئی ہے۔ اس مقام پر ایمان، صورتِ ایمان ہے' نماز، صورت نماز ہے اور روزہ، صورت روزہ ہے علیٰ ہذاالقیاس تمام احکام شرعیہ۔ اس لیے کہ جب نفس کفر وانکار پر ڈٹا ہوا ہے تو پھر حقیقتِ ایمان اور حقیقت اعمال صالحہ کیسے متصور ہو سکتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بات ہے کہ محض صورتِ ایمان واعمال کو قبول فرما کر اس جنت میں داخل ہونے کی بشارت دے دی جو اس کا محل رضا ہے۔ (مکتوب ۵۰ دفتر دوم بنام مرزا شمس الدین)

ولایت عامہ سے ولایت خاصہ کی منزلوں کو طے کرنا اعمال شریعت سے وابستہ ہے

اصحاب صورت، صورتِ جنت سے بہرہ ور ہوں گے اور اربابِ حقیقت،

Marfat.com

حقیقتِ جنت سے۔ اصحابِ صورت اور ارباب حقیقت ایک ہی قسم کے میوے کو استعمال کریں گے مگر صاحبِ صورت اس میں ایک قسم کی لذت پائے گا اور صاحبِ حقیقت دوسری قسم کی...... یہ صورتِ شریعت (بھی) بشرطِ استقامت، فلاح ونجات اخروی کا سبب اور داخلۂ جنت کا باعث ہے۔ جب صورت شریعت کو درست کرلیا ولایتِ عامہ حاصل ہوگئی (جیسا کہ قرآن شریف میں ہے) واللّٰہ ولی الذین آمنوا (خدا ان کا دوست ہے جو ایمان لائے) اس وقت اللہ کی عنایت سے سالک اس لائق ہوگیا کہ طریقت کے میدان میں قدم رکھے اور ولایت خاصہ میں داخل ہو، نیز نفس کو سرکشی سے آہستہ آہستہ اطمینان کی طرف کھینچے، (نفسِ مطمئنہ بنائے) لیکن یہ ملحوظ رہے کہ ولایتِ خاصہ تک کی منزلوں کا طے کرنا بھی اعمالِ شریعت سے وابستہ ہے۔ ذکر الٰہی جو اس راہِ طریقت کا اعلیٰ توشہ ہے وہ خود ماموراتِ شرعیہ سے ہے۔ مناہی شرعیہ سے بچنا بھی ضروریاتِ دین سے ہے۔ خود ادائے فرائض بھی قرب خداوندی کا باعث ہے ہی اور راہ بین و راہ نما پیرومرشد (جو کہ وسیلہ ہے) کی تلاش بھی مامورِ شرعی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وابتغوا الیه الوسیلة۔ حاصل کلام یہ کہ شریعت کے بغیر چارۂ کار نہیں ہے چاہے صورتِ شریعت ہو چاہے حقیقتِ شریعت اس لیے کہ تمام کمالاتِ ولایت، صورتِ شریعت کے نتائج ہیں اور کمالاتِ نبوت، حقیقتِ شریعت کے ثمرات ہیں...... ایضاً۔

گناہ ہو جانے کے بعد ذلت وخواری کا احساس نعمت الٰہی ہے

آپ نے اپنی اس حالت کا علاج دریافت کیا ہے کہ جب میں عبادت و ریاضت میں مشغول ہوتا ہوں تو نفس میں یہ احساس اور غرور پیدا ہوتا ہے کہ میں بہت ہی نیک اور بڑا عبادت گذار ہوں اور جب مجھ سے کوئی حرکت خلاف شرع

Marfat.com

سرزد ہو جاتی ہے تو مجھ میں خاکساری ولاچاری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

مکرما! دوسری صورت میں خاکساری ولاچاری کا جو احساس پیدا ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اور اس ندامت کا نتیجہ ہے جو توبہ کا ایک شعبہ ہے، اگر معاذ اللہ خلافِ شرع کام کے بعد ندامت بھی پیدا نہ ہو اور گناہ کے بعد بھی نفس خوش اور مگن رہے تو یہ گناہ پر اصرار ہے۔ اور صغیرہ پر اصرار کبیرہ تک پہونچا دیتا ہے اور کبیرہ پر اصرار تو کفر کی دہلیز ہے۔ بہر حال گناہ ہو جانے کے بعد ذلت و خواری کا جو احساس پیدا ہوتا ہے یہ نعمتِ الٰہی ہے اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ تاکہ اس کیفیت میں اور ترقی واضافہ ہو اور وہ گناہ کے ارتکاب سے باز رکھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "لئن شکرتم لازیدنکم" (اگر تم میری نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تو میں اور زیادہ نعمتوں سے تم کو نوازوں گا) (مکتوب ۵۳ بنام مشائخ عصر میں)

عبادت پر غرور اعمالِ صالحہ کو نیست و نابود کر دیتا ہے

پہلی حالت جو آپ نے لکھی ہے (کہ عبادت وریاضت کرنے سے غرور اور بالاتری کا احساس پیدا ہوتا ہے) یہ دراصل عُجب کی کیفیت ہے اور یہ سَم قاتل اور مہلک مرض ہے جو اعمالِ صالحہ کو اس طرح نیست و نابود کر دیتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ اور اس بیماری کا بنیادی سبب یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنی عبادت وغیرہ اعمالِ صالحہ کو بہت اچھا اور قیمتی سمجھتا ہے اور اس کا علاج اس کے برخلاف رویہ اختیار کرنا ہے اور وہ یہ کہ آدمی اپنی حسنات کو بدگمانی کی نظر سے دیکھے اور ان کے اندر جو خرابیاں اور برائیاں چھپی ہوئی ہیں ان پر نظر جمائے، پھر وہ محسوس کرے گا کہ اس کے وہ اعمال قابل قبول ہی نہیں ہیں اور وہ خود بھی مقبولوں میں نہیں ہے، بلکہ مردودوں میں سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ "بہت سے لوگ ہیں کہ وہ قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن ان پر لعنت

Marfat.com

کرتا ہے"۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے

"کتنے ہی روزہ رکھنے والے ہیں جن کا حال یہ ہے کہ ان کے روزہ کا حاصل بھوک پیاس کے سوا کچھ بھی نہیں اور کتنے ہی تہجد گذار ہیں جن کے تہجد کی حقیقت اور اس کا انجام بے خوابی اور بیداری کے علاوہ کچھ بھی نہیں"۔

کسی کو اس فریب میں مبتلا نہ ہونا چاہیے کہ اس کے اعمالِ حسنہ خرابی سے خالی ہیں، ذرا بھی غور و توجہ سے اگر وہ دیکھے گا تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے اعمالِ حسنہ میں ساری خرابیاں دیکھ لے گا۔ اور حسن و خوبی کی بو بھی ان میں محسوس نہ کرے گا۔ کیسا عُجب اور کہاں کا احساس بالاتری! بلکہ اپنے ان اعمال کی چھپی ہوئی خرابیوں اور کوتاہیوں کے احساس سے وہ شرمندہ اور دل شکستہ ہوگا اور یہی چیز اس کے اعمال کی قیمت عنداللہ بڑھادے گی اور ان کو قابل قبول بنادے گی، بس اس کی کوشش کریں کہ اپنے اعمال کی چھپی ہوئی خرابیوں اور کوتاہیوں کو دیکھنے اور محسوس کرنے کی عادت ہو جائے۔ اس کے بغیر کچھ حاصل نہیں۔ اللہ کے جن بندوں کو یہ بات پوری طرح نصیب ہو جاتی ہے وہ ایسا محسوس کرنے لگتے ہیں کہ ان کی نیکیوں کا لکھنے والا داہنی طرف کا فرشتہ بالکل معطل اور بے کار بیٹھا ہے اور ان کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی بھی نہیں لکھی جا رہی ہے اور گناہوں کا لکھنے والا بائیں جانب کا فرشتہ برابر لکھنے میں مشغول ہے اور ہر عمل سراسر قصور اور گناہ ہے اور وہ فرشتہ ہر عمل کو گناہوں کے خانہ میں لکھ رہا ہے جب عارف اس سرحد پر پہونچ جاتا ہے تو کیا بتایا جائے کہ رب کریم کی طرف سے اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے۔ ع قلم اینجا رسید و سر بشکست (یہاں پہونچ کے قلم ٹوٹ گیا آگے کچھ لکھنے کے قابل نہیں رہا) ایضا۔

Marfat.com

قرآن مجید کے احکام کی نوعیت

قرآن مجید تمام احکام شرعیہ کو جامع اور ان پر حاوی ہے...... البتہ شریعت کے بعض احکام وہ ہیں جو قرآن مجید کے عبارۃ النص یا اشارۃ النص یا اقتضاء النص سے سمجھے جاتے ہیں اور اس وجہ سے تمام عربی داں کسی حد تک ان کو سمجھ سکتے ہیں، اور بعض احکام وہ ہیں جو اجتہاد اور استنباط کی راہ سے سمجھ میں آتے ہیں، قرآن مجید سے ان احکام کا فہم و استنباط صرف ائمہ مجتہدین کا حصہ ہے......

اور ایک تیسری قسم احکام کی اور بھی ہے اور وہ وہ احکام ہیں جن کو (قرآن مجید سے) کوئی انسان اپنی زباں دانی یا اجتہادی صلاحیت سے خود نہیں سمجھ سکتا جب تک کہ قرآن مجید نازل کرنے والا حق تعالیٰ خود نہ بتلائے اور یہ صرف پیغمبر کا حصہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے شریعت کے جو احکام تعلیم فرمائے ہیں ان کی نوعیت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص تفہیم سے آپ نے ان کو خود قرآن مجید سے سمجھا ہے اور اپنی طرف سے بیان فرمایا ہے۔ اسی لیے ان احکام کو حدیث اور سنت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ امت کو بظاہر آنحضرت ﷺ کی حدیث اور سنت ہی سے معلوم ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان کا اصل ماخذ بھی قرآن مجید ہی ہے، اور رسول ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی مخصوص تعلیم اور تفہیم سے ان احکام کو قرآن ہی سے سمجھا ہے۔ (مکتوب ۵۵ جلد بنام خواجہ محمد سعید خواجہ محمد معصوم)

"صاحب رائے" کہنے والے امام کی مجتہدانہ حیثیت اور اس کی عظمت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اخیر زمانہ میں جب نزول فرما ہوں گے تو رسول اللہ ﷺ کی شریعت و سنت ہی کا اتباع کریں گے اور اجتہادی مسائل میں مجتہدین

Marfat.com

کی طرز اجتہاد سے بھی کام لیں گے، اور بعید نہیں ہے کہ بہت سے ظاہر بیں علماء ان کے اجتہاد کی بنیاد اور ماخذ کے دقیق ہونے کی وجہ سے ان سے اتفاق نہ کریں، جیسا کہ امامِ اعظم ابو حنیفہؒ کے ساتھ ہوا ہے کہ ورع و تقویٰ اور سنتِ نبوی کے کامل اتباع کی برکت سے وہ اجتہاد و استنباط کے اس مقام عالی پر فائز ہوئے جہاں دوسرے نہیں پہونچ سکے، بلکہ دوسروں کو اس کا سمجھنا بھی مشکل ہو گیا اور اسی وجہ سے بہت سے لوگوں نے ان کو کتاب و سنت کا مخالف جانا اور ان کا اور ان کے خاص تلامذہ کا نام ہی "اصحاب رائے" رکھ دیا۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ ان کی بالغ نظری اور ان کی فقیہانہ فراست و درایت کے مقام کو نہیں سمجھا جاسکا۔ حضرت امامِ شافعیؒ نے ان کے اجتہاد و تفقہ کی گہرائی اور باریکی کو کسی درجہ میں سمجھا تو اعتراف کیا اور کہا "الفقہاء کلھم عیال ابی حنیفہ" (سارے فقہاء اور مجتہدین امامِ ابو حنیفہ کے آل و عیال ہیں)۔ افسوس ہے ان لوگوں کی جسارت بے جا پر جو اپنے قصورِ نظر کی وجہ سے دوسروں میں قصور دیکھتے ہیں...... بلا شائبہ تعصب اور بغیر کسی بناوٹ کے کہا جاتا ہے کہ اس مذہب حنفی کی نورانیت نظر کشفی میں ایک عظیم دریا کی طرح نظر آتی ہے اور دوسرے مجتہدین کے مذہب تالابوں اور چھوٹی نہروں کی شکل میں دکھائی دیتے ہیں۔ ساری دنیا کے مسلمانوں کا سوادِ اعظم فقہ حنفی کی پیروی کرتا ہے۔ علاوہ ازیں مسلکِ اصول و فروع میں دوسرے تمام مسلکوں کے مقابلہ میں ایک خاص امتیاز رکھتا ہے...... عجیب معاملہ ہے امام ابو حنیفہ کا قدم حدیث و سنت کی پیروی میں سب سے آگے ہے۔ یہاں تک کہ وہ مرسل حدیثوں کو مسند حدیثوں کی طرح واجب الاتباع سمجھتے ہیں، اور اپنی رائے اور قیاس کے مقابلہ میں مقدم رکھتے ہیں۔ اسی طرح صحابۂ کرام کے اقوال اور فتاویٰ کو اپنی رائے کے مقابلہ مین مقدم اور واجب الاتباع مانتے ہیں۔ دوسرے

Marfat.com

حضرات کا طریقہ یہ نہیں ہے، اس کے باوجود مخالفین ان کو "صاحبِ رائے" کہتے ہیں اور ایسے الفاظ سے ان کو یاد کرتے ہیں جو حد ادب سے نکل جاتے ہیں...... حق سبحانہ وتعالیٰ ان کو توفیق دے کہ دین کے اس امام اور پیشوا کے ساتھ وہ اپنے رویہ کو صحیح کریں۔ اور اپنی تیز کلامیوں سے اسلام کے سوادِ اعظم کو ایذا نہ پہونچائیں...... افسوس! کچھ لوگ جو خود کمالِ علمی سے محروم ہیں چند حدیثیں یاد کر کے اور شریعت کے احکام کو انہیں میں منحصر سمجھ کر اپنے کو ہمہ داں سمجھنے لگے ہیں۔ اور جو کچھ خود نہیں جانتے ہیں اپنے کو اس کی نفی اور انکار کا حقدار سمجھتے ہیں۔

چو آں کرمے کہ در سنگے نہان است   زمین و آسمانِ او ہمان است

افسوس ہے ان کے بے جا تعصب پر اور ان کی حقیقت ناشناس نگاہ پر......
لیکن مذہبِ حنفی کے بارے میں اپنے اس یقین واطمینان اور عملاً اس کے التزام کے باوجود مجھے حضرت امامِ شافعیؒ سے ذاتی محبت ہے اور میرے دل میں ان کی بڑی عظمت ہے اور اسی لیے بعض نفلی اعمال میں ان کے مسلک کی پیروی کرتا ہوں۔ ایضا۔

صوفیائے کرام فقہی مسائل میں عام مسلمانوں کی طرح مجتہدین کی تقلید کے پابند ہیں

اس طویل تمہید کے بعد اب ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں...... یہ بات تو معلوم اور ثابت ہو چکی کہ احکام شرعیہ کے ثبوت میں اعتبار بس کتاب و سنت اور مجتہدین کے قیاس و اجماع امت کا ہے۔ ان چار دلائل شرعیہ کے بعد کوئی پانچویں دلیل نہیں ہے جس سے کوئی حکم شرعی ثابت کیا جا سکے۔ مقربین بارگاہِ خداوندی کا الہام اور اہلِ قلوب کا کشف ایسی چیز نہیں ہے جس سے کسی چیز کی

Marfat.com

حلت و حرمت یا اس کا فرض و سنت ہونا ثابت کیا جاسکے۔ خواص اولیاء اللہ کو مجتہدین کی تقلید اس طرح ضروری ہے جس طرح عام مسلمانوں کو، کشف والہام کی وجہ سے وہ مجتہدینِ کی تقلید کے دائرہ سے باہر نہیں جاسکتے۔ ذوالنون مصریؒ، بایزید بسطامیؒ اور جنیدؒ و شبلیؒ، اجتہادی اور فقہی احکام میں زید، عمر، بکر، خالد وغیرہ عام مسلمانوں کی طرح مجتہدین کی تقلید کے پابند ہیں۔ ایضا۔

اولیائے عارفین علوم و معارف کے خاص دائرے میں مجتہد ہیں

عام مسلمانوں کے مقابلہ میں ان اکابر کی فضیلت دوسری باتوں میں ہے۔ یہ اصحابِ کشف و مشاہدہ ہیں۔ تجلیات اور ظہورات ان کا خاص حصہ ہیں۔ ان کا حال یہ ہے کہ محبوب حقیقی جل جلالہ کی محبت سے سرشار ہو کر یہ اس کے ماسوا سے کٹ گئے ہیں اور غیر کی دیدہ و دانش سے آزاد ہو گئے ہیں، اسی سے واصلِ ہیں اور وہی اور صرف وہی ان کو حاصل ہے۔ دنیا میں رہ کر دنیا سے بے تعلق ہیں اور خود اپنے کو بھی بھلا دیا ہے۔ جیتے ہیں تو بس اس کے لیے جیتے ہیں اور مرتے ہیں تو بس اس کے لیے مرتے ہیں...... ان کا الہام صحیح ہوتا ہے اور ان کو ایک طرح کا شرفِ ہم کلامی حاصل ہوتا ہے، ان کے خواص اور اکابر کے قلوب میں اللہ تعالیٰ خاص معارف و اسرار براہِ راست القا فرماتا ہے اور معارف اور اسرار کے اس خاص دائرہ میں یہ اپنے الہام کی اسی طرح پیروی کرتے ہیں جس طرح مُجتہد اپنے اجتہاد کی پیروی کرتا ہے...... بہر حال اولیاءِ عارفین کے یہ علوم و معارف اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہیں۔ جن سے حق تعالیٰ اپنے ان خاص بندوں کو نوازتا ہے، اگرچہ یہ بھی احکامِ شرعیہ کی پیروی کے ثمرات ہوتے ہیں۔ اور جس طرح درخت کے بغیر پھل کی توقع کرنا بے وقوفی کی بات ہے، اسی طرح شریعت کی پیروی کے بغیر معارف اور اسرارِ الٰہی کی تمنا کرنا بھی سراسر بے عقلی اور حقیقت ناشناسی ہے،

Marfat.com

بہر حال جو شریعت کی پیروی نہیں کرتا وہ معرفت سے بے نصیب ہے، اور اگر کوئی چیز معرفت کے قبیل کی محسوس کرتا ہے تو وہ معرفت نہیں استدراج ہے جو جوگیوں اور سادھوؤں کو بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ "کل حقیقة ردته الشریعة فھو زندقة و الحاد"...... بہر حال یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور افعال کے بارہ میں خاصانِ خدا کے قلوب پر کچھ ایسے معارف اور اسرار و حقائق وارد ہوں جن سے شریعت ساکت ہو، یا اپنے ذاتی حرکات و سکنات کے بارہ میں وہ اللہ تعالیٰ کا اذن یا غیر اذن، مرضی یا نا مرضی محسوس کریں، (ان باتوں کا چونکہ احکامِ شرعیہ سے تصادم نہیں ہوتا اس لئے) یہ حضرات اپنے ذاتی رویہ میں اپنے ان الہامی معارف اور وجدان کی پیروی کرتے ہیں اور اس طرح ان حضرات کی عام حرکات و سکنات بجائے خواہش نفس کے اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کے اذن و حکم سے وابستہ ہو جاتی ہیں...... اسی سے ان بزرگوں کی بلند مقامی کو سمجھا جا سکتا ہے...... ایضاً۔

ذکر درود سے بہتر ہے اس کے اسباب پر گفتگو

اللہ تعالیٰ کی عنایت سے معلوم ہوا کہ اس وقت ذکر کرنا درود پڑھنے سے بہتر ہے، درود بھیجنے والے کے لیے بھی اور جس ذاتِ گرامی پر درود بھیجا جاتا ہے اس کے لیے بھی۔ دو وجہ سے ایک وجہ تو یہ ہے کہ حدیثِ قدسی میں آیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جس شخص کو میرا ذکر سوال و درخواست سے باز رکھے میں اس کو ان لوگوں سے بہتر اور زیادہ تر دیتا ہوں جو مجھ سے سوال کرتے ہیں"۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ذکر، حضرت پیغمبر ﷺ ہی سے ماخوذ ہے۔ ذکر کا ثواب جس طرح ذاکر کو ملتا ہے آں سرور ﷺ کو بھی اس ثواب کے مثل ملتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "جس شخص نے کسی طریقہ نیک کی بنیاد رکھی پس اس

Marfat.com

کواس کا ثواب ملتا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ جو شخص بھی اس نیک طریقے پر عمل کرے گا اس کا ثواب بھی"۔ اسی طرح ہر عمل نیک جو کسی امتی سے وجود میں آتا ہے اس کا اجر جس عامل کو ملتا ہے پیغمبر ﷺ کو بھی جو اس عمل کے مقرر کرنے والے ہیں۔ اسی قدر اجر ملتا ہے بغیر اس کے کہ عمل کرنے والے کے اجر میں کوئی کمی واقع ہو۔ اور اس کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ عمل نیک کرنے والا پیغمبر (کو ثواب پہونچانے) کی نیت سے عمل کرے۔ اس لیے کہ یہ اجر کا دینا محض عطائے حق ہے۔ عمل کرنے والے کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ البتہ اگر عمل کرنے والا پیغمبر کی نیت بھی کرلے گا تو یہ امر خود عامل کے اجر و ثواب کی زیادتی کا باعث ہوگا اور یہ زیادتی اجر و ثواب بھی پیغمبر ﷺ کی طرف رجوع کرے گی۔

(مکتوب ۷ ۵ دفتر دوم بنام ملا غازی)

متبدی کے لیے فرائض وواجب اور سنن کے بعد ذکر ہی سب کچھ ہے

اس میں شک نہیں کہ ذکر سے مقصود اصلی یاد حق ہے اور اجر کا طلب کرنا اس کے ضمن میں ہے اور درود شریف میں مقصود اصلی طلب اجر و حاجت ہے اور ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ پس وہ فیوض و برکات جو راہِ ذکر سے پیغمبر ﷺ کو پہونچتے ہیں ان فیوض و برکات کے مقابلے میں کئی درجے زیادہ ہوں گے جو ازراہِ درود ان کو پہونچتے ہیں۔ یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ہر ذکر یہ رتبہ نہیں رکھتا۔ جو ذکر، لائق قبول ہے وہی اس خصوصیت کے ساتھ مخصوص ہے۔ اگر ایسا ذکر جس کو طالب کسی شیخ کامل سے حاصل کرے اور شرائط کے ساتھ اس پر مداومت کرے وہ درود سے افضل ہے...... اسی لیے مشائخ طریقت نے متبدی کے لیے سوائے ذکر کرنے کے کچھ تجویز نہیں کیا ہے اور اس کے حق میں فرائض، (واجب) اور سنن کو کافی سمجھا ہے اور امور نافلہ سے منع کیا ہے۔ ایضاً۔

Marfat.com

کوئی کمال دعوت و تبلیغ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا

یہ بات بھی اچھی طرح روشن ہے کہ کوئی کمال، دعوت و تبلیغ کے مرتبے کو نہیں پہونچتا۔ اس لیے کہ اللہ کے بندوں میں وہ بندہ اللہ کو زیادہ محبوب ہے جو بندوں کی دوستی اللہ سے اور اللہ کی دوستی بندوں سے کرادے ظاہر ہے کہ یہ کام داعی و مبلغ ہی کا ہے۔ تم نے سنا ہوگا کہ حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن علماء کی روشنائی، شہداء فی سبیل اللہ کے خون کے ساتھ وزن کریں گے اور علماء کی سیاہی وروشنائی کا پلہ، شہداء کے خون کے پلہ سے بھاری ہوگا۔ امت کو یہ دولتِ دعوت و تبلیغ بالاصالۃ میسر نہیں ہے، جو کچھ بھی دعوت و تبلیغ ان کے پاس ہے وہ پیغمبرؐ کے طفیل ضمنی طور پر ہے۔ اصل اصل ہوتا ہے اور فرع اصل سے نکلتی ہے۔ اس مقام سے اس امت کے اندر دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والوں کی فضیلت سمجھنی چاہیے۔ دعوت و تبلیغ کے مختلف درجات ہیں اور "داعیان ومبلغان" کے درجات میں بھی فرق ہے۔ علماء کا وظیفہ خاص احکامِ ظاہر کی تبلیغ ہے۔ صوفیہ احکامِ باطن کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور جو عالم بھی ہو اور صوفی بھی وہ تو اکسیر کا حکم رکھتا ہے اور وہی ظاہر و باطن کی تبلیغ کے شایانِ شان ہے اور (درحقیقت) وہی نائب ووارث پیغمبر ﷺ ہے۔ ایضا۔

بندے کا لایعنی کاموں میں مشغول ہونا اللہ سے اس کے اعراض کی علامت ہے

مخدوما! بحثِ امامت فروعِ دین سے ہے، اصولِ شریعت میں سے نہیں ہے۔ ضروریات دوسرے ہیں کہ جو اعتقاد و عمل کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ علم

Marfat.com

کلام اور علم فقہ، اعتقاد و عمل کے متکفل ہیں۔ ضروریاتِ دین کو چھوڑ کر فضولیات وزوائد میں مشغول ہونا اپنی عمر کو لایعنی و غیر ضروری کاموں میں صرف کرنا ہے۔ حدیث میں آیا ہے: "بندے کا لایعنی وغیر ضروری میں مشغول ہونا اللہ تعالیٰ سے اس کے اعراض کی علامت ہے"۔ اگر بحثِ امامت ضروریاتِ دین اور اصولِ شریعت سے ہوتی جیسا کہ شیعہ گمان کرتے ہیں تو ضروری تھا کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کتاب مجید میں خلیفہ کا تعین و تقرر فرما دیتا اور حضرت پیغمبر علیہ السلام بھی خلافت کا حکم کسی ایک کے متعلق صراحۃً فرماتے اور کسی کو تصریح کے ساتھ خلیفہ بنا دیتے۔ چونکہ کتاب و سنت میں اس امر کا اہتمام، مفہوم نہیں ہوتا اس لیے معلوم ہوا کہ بحث امامت غیر ضروری وزائد بحث ہے جو اصولِ دین سے نہیں ہے۔ کوئی فضولی ہی ہوگا جو فضولیات وزوائد میں مشغول رہے۔ دین کی اتنی ضروریات سامنے ہیں کہ غیر ضروری باتوں کی نوبت ہی نہیں آسکتی۔ (مکتوب ۶۰ دفتر دوم بنام محمد تقی)

ضروریات دین کا علم ہونا ضروری ہے

سب سے پہلے تصحیح عقائد کے بغیر چارۂ کار نہیں ہے جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ذات و صفات اور اس کے افعال واجبی سے ہے۔ اور یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ پیغمبر علیہ السلام جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس سے لائے ہیں اور دین کی جو باتیں یقین و تواتر سے معلوم ہوئی ہیں، مثلاً حشر و نشر، عذاب و ثواب اخروی دائمی اور وہ تمام باتیں جو شارع علیہ السلام سے سنی گئی ہیں۔ سب حق ہیں ان میں عدمِ وجود اور تخلف کا کوئی احتمال نہیں ہے۔ اگر یہ اعتقاد نہ ہوگا نجات نہ ہوگی۔ علاوہ ازیں احکام فقیہ کی ادائیگی کے بغیر چارہ نہیں اور ادائے فرائض وواجبات بلکہ ادائے سنن و مستحبات کے بغیر کوئی راستہ نہیں۔ شریعت کی حلال اور حرام کی ہوئی چیزوں کو ملحوظ رکھنا

Marfat.com

چاہیئے اور حدودِ شریعت میں احتیاط برتنی چاہیئے، تاکہ عذابِ آخرت سے چھٹکارا نصیب ہو۔ جب اعتقاد و عمل درست کرے گا تب کہیں طریقِ صوفیہ کی نوبت آئے گی اور کمالاتِ ولایت کا امیدوار بن سکے گا۔ بحثِ امامت، ضروریاتِ دین کے مقابلے میں بالکل معمولی چیز ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ چونکہ مخالفین اہل سنت نے اس بحث میں حد سے تجاوز کیا ہے اور اصحاب خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن و تشنیع کرتے ہیں لہٰذا ضرورت کی بنا پر ان مخالفین کے رد میں طویل طویل تحریرات لکھی گئی ہیں۔ اس لئے کہ دین متین سے فساد کو دور کرنا یہ بھی ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ ایضاً۔

انسان کی خوبی ہی احتیاج میں ہے اور اس میں "ذل و بندگی" اسی راہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر فرض کیجئے انسان سے احتیاج زائل ہو جائے اور وہ استغنا پیدا کرلے۔ "بیشک انسان اس وقت گردن کشی کرتا ہے جبکہ وہ اپنے آپ کو مستغنی دیکھتا ہے"۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو فقراء گرفتاریٔ ماسوا سے آزاد ہیں وہ اسباب کی جو احتیاج رکھتے ہیں اسے مسبب الاسباب کے سامنے پیش کرتے ہیں اور فراخیٔ دولت کو اللہ تعالیٰ کے خوانِ نعمت ہی سے سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی کو معطی و مانع تصور کرتے ہیں اور چونکہ اسباب کو کارکنانِ قضاو قدر نے حکمتوں اور مصلحتوں کی بنا پر درمیان میں رکھا ہے اور حُسن و قبح کو اسباب سے منسوب کیا ہے اس لیے یہ درویش بھی شکر و شکایت کو اسباب کی طرح راجع کرتے ہیں اور نیک و بد کو ظاہری اسباب سے ہی جانتے ہیں۔ اگر اسباب کو دخل نہ دیں تو ایک کارخانۂ عظیم (یعنی کارخانۂ شریعت و احکامِ شریعت اور ثواب و عذاب وغیرہ) کو باطل قرار دے دیں گے۔ "اے پروردگار تو نے وجودِ اسباب کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا"، (بلکہ ان اسباب کی پیدائش میں بڑی بڑی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں جو حد بیان میں

Marfat.com

نہیں آسکتیں)۔

(مکتوب ۶۲ دفتر دوم بنام مولانا احمد برکی)

اکثر پیرانِ وقت اپنی خبر نہیں رکھتے وہ خداوند کریم سے کیا خبر دار ہوں گے

دریافت کیا تھا کہ پیر کے زندہ اور موجود ہونے کے باوجود اگر کوئی طالب کسی دوسرے شیخ کے پاس جائے اور اس سے طلبِ حق کرے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ جاننا چاہیئے کہ مقصودِ اصلی، حق تعالیٰ ہے اور پیر (محض) ایک وسیلہ ہے جناب قدس تک پہونچنے کا اگر کوئی طالب اپنی راہ یابی دوسرے شخص کے پاس دیکھتا ہے اور اس کی صحبت میں رہ کر حق تعالیٰ کی طرف اپنے دل کو متوجہ پاتا ہے تو جائز ہے کہ اپنے پیر کی حیات ہی میں بغیر اس کی اجازت کے اس دوسرے شخص کے پاس جائے اور اس سے طلبِ ہدایت کرے لیکن یہ ضرور چاہیئے کہ پیر اول سے انکار نہ کرے اور اچھائی کے ساتھ اس کو یاد کرے (غرضکہ دوسرے شیخ سے ہدایت حاصل کرنا جائز ہے) علی الخصوص اس زمانے میں کہ پیری و مریدی ایک رسم و عادت سے زیادہ نہیں رہی ہے اور اکثر پیران وقت جو خود اپنی خبر نہیں رکھتے اور ایمان و کفر کی امتیازی حدود قائم نہیں کر سکتے وہ خداوند کریم سے کیا خبر دار ہوں گے اور مرید کو کیا راہ راست دکھائیں گے؟۔

آگہ از خویشتن چو نیست جنیں　　کے خبر دار داز چناں و چنیں

اس مرید پر افسوس ہے کہ ایسے (ناقص) پیر پر اعتماد کر کے بیٹھا رہے اور دوسرے کی طرف رجوع کر کے راہِ خدا معلوم نہ کرے۔ یہ شیطانی وسواس ہیں جو پیر ناقص کے زندہ ہونے کے باعث، طالب کو راہِ حق سے باز رکھتے ہیں۔ جس

Marfat.com

جگہ بھی رشد و جمعیتِ دل میسر ہو بے تامل وہاں رجوع کرنا چاہیئے اور وسواس شیطانی سے پناہ ڈھونڈھنی چاہیئے۔ (مکتوب ۶۳ دفتر دوم بنام نور محمد ابنالوی)

دل کے بدلتے ہوئے احوال سے پریشان نہ ہونا چاہیئے

(حدیث شریف میں ہے) الدنیا سجن المومن دنیا مومن کا قید خانہ ہے۔ قید خانہ کے مناسبِ حال تو درد والم اور اندوہ و مصیبت ہی ہیں۔ احوالِ دل کی رنگ برنگی سے دل تنگ اور امیدوں کے حاصل نہ ہونے کے باعث ملول نہ ہوں۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے فان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا۔ (بے شک دشواری سے متصل آسانی ہے البتہ دشواری سے متصل آسانی ہے)۔ دیکھو اس جگہ ایک تنگی و دشواری کے ساتھ دو آسانیاں ملادی گئی ہیں شاید ان سے فراخئ دنیا اور فراخئ آخرت مراد ہو۔ ع باکریماں کارہا دشوار نیست۔ (مکتوب ۲۴ دفتر دوم بنام محمد مومن خاں)

احوالِ باطن کی اہمیت ہے

بہر حال احوال باطن کی جانب (خاص طور پر) متوجہ رہیں اور ضمنی و ثانوی درجے کی چیزوں کو ان کے درجے پر رکھیں...... اللہ کا شکر ہے کہ یہاں کے فقراء ہر چند کہ رزقِ معین نہیں رکھتے لیکن بے سعی و کوشش، بفراغت و وسعت گذار رہے ہیں۔ قدر کافی سے زیادہ پہونچ رہا ہے۔ نیا روز اور نئی روزی ہمارے لیے نقد وقت ہے۔ (مکتوب ۶۵ دفتر دوم بنام مولانا محمد قاسم)

توبہ رجوع الی اللہ اور تقویٰ

توبہ کی صورت یہ ہوگی کہ ان حقوق کو واپس کیا جائے یا ان کو معاف کرایا

Marfat.com

جائے اور ان لوگوں کے ساتھ احسان کیا جائے اور ان کے لیے دعائے خیر کی جائے۔ اگر صاحبِ مال اور وہ شخص جس کی ہتک عزت کی ہے مر گیا ہے پس اس کے لیے استغفار و صدقہ کیا جائے (اور اگر اس کے وارث موجود ہوں) تو مال اس کی اولاد اور اس کے وارثہ کو واپس کیا جائے۔ اور اگر اس کے وارثوں کا پتہ نہیں ہے تو مال اور ارتکابِ قصور کے بقدر فقراء و مساکین پر صدقہ کر دے اور نیت صاحب مال کی اور اس شخص کی کر لے جس کو بلاوجہ تکلیف پہونچائی تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے سنا ہے اور وہ اپنے قول میں یقیناً سچے ہیں۔ وہ فرماتے تھے کہ فرمایا سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ جس بندے نے کوئی گناہ کیا ہو پھر وہ کھڑا ہو پس وضو کرے اور نماز پڑھے اور اللہ سے اپنے گناہوں کی طلبِ معافی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما ہی دیتا ہے اس لیے کہ، اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ ”جس شخص نے کوئی گناہ کیا یا کوئی برا کام کر کے اپنے اوپر ظلم کیا پھر استغفار کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کو غفور رحیم پائے گا“ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ”جس کسی نے کوئی گناہ کیا پھر اس گناہ پر نادم ہوا پس یہ ندامت اس گناہ کا کفارہ ہے“۔ ایک حدیث میں ہے۔ ”جس کسی نے کوئی گناہ کیا پھر اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی اور توبہ کی اس کے بعد پھر گناہ کا اعادہ کیا اور استغفار کیا، پھر تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی کیا تو چوتھی بار وہ شخص کذابین میں لکھا جائے گا (کہ بار بار جھوٹی توبہ کر کے توڑ دیتا ہے) حدیث شریف میں ہے کہ ہلاک ہو گئے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ عنقریب توبہ کر لیں گے (اور وہ خواہ مخواہ توبہ میں تاخیر کرتے ہیں) لقمان حکیمؒ نے اپنے بیٹے کو وصیت کی تھی۔ ”اے پیارے بیٹے توبہ میں کل کی تاخیر نہ کرنا اس لیے کہ موت تجھ کو اچانک آ کر گھیر لے گی“۔ (تھوڑی سی مہلت بھی نہ دے گی) حضرت مجاہد

Marfat.com

تابعیؒ نے فرمایا ہے "جس کسی نے ہر صبح و شام توبہ نہ کی وہ ظالموں میں سے ہے۔"

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا ہے کہ "ایک کوڑی جو حرام طریقے پر حاصل کی تھی اس کا واپس کرنا اس سے سو گنا صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک درہم کا چھٹا حصہ (جو غلط طریقے سے حاصل ہوا ہے) واپس کر دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھ سو مقبول حجوں سے بہتر ہے۔" اے اللہ ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے اگر تو ہم کو نہ بخشے گا اور ہم پر رحم نہ فرمائے گا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے"۔

نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے بندے تو ان فرائض کو ادا کر جن کو میں نے فرض کیا ہے ایسی صورت میں تو تمام لوگوں میں زیادہ عابد ہو جائے گا اور جن باتوں سے میں نے منع کیا ہے ان سے باز رہ تمام لوگوں میں تو زیادہ متقی ہو جائے گا اور جو میں نے تجھے عطا کیا ہے اس پر قناعت کر تمام لوگوں میں تو زیادہ غنی ہو جائے گا"۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوہریرہؓ سے ارشاد فرمایا: "اے ابوہریرہ تو پرہیزگار ہو جا ایسی صورت میں تو تمام لوگوں میں بہترین عبادت گذار ہو جائے گا"۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ہے: "ایک ذرہ برابر تقویٰ، ہزار مثقال وزن روزے اور نماز سے بہتر ہے"۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا ہے: "کل بروز قیامت اللہ تعالیٰ کے ہم نشین زہد و تقویٰ والے ہوں گے"۔

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ "مجھ سے نہیں نزدیک ہوتے نزدیک ہونے والے (کسی عمل کے ذریعے) جو پرہیزگاری و تقویٰ کی مانند ہو"۔ (یعنی تقویٰ قرب خداوندی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے)۔ (مکتوب ٦٦ دفتر دوم بنام خانخانان)

Marfat.com

افعال کا خالق بھی اللہ ہے لیکن شر کی نسبت اللہ کی طرف کرنا بے ادبی ہے

اللہ تعالیٰ جس طرح اپنے بندوں کا خالق ہے۔ ان کے افعال کا بھی خالق ہے۔ خیر ہو یا شر سب اسی کی قدرت و مشیت سے ہے۔ لیکن وہ خیر سے راضی ہے اور شر سے راضی نہیں، اگرچہ خیر و شر دونوں اسی کی مشیت کے ماتحت ہیں۔ مگر اتنی بات ملحوظ رہے کہ تنہا شر کی نسبت، حق تعالیٰ کی طرف نہ کی جائے اس میں بے ادبی ہے۔ اس کو فقط خالق الشر کہنا نہ چاہیے بلکہ خالق الخیر والشر کہا جائے...... معتزلہ، دوئی کے درپے ہو کر خالقِ افعال، بندے کو جانتے ہیں اور خیر و شر کی نسبت (از روئے خلق و پیدائش) بندے کی طرف کرتے ہیں۔ شرع اور عقل دونوں معتزلہ کو اس عقیدے میں کاذب قرار دیتے ہیں۔ البتہ حقانی علماء بندے کی قدرت کو اس کے فعل میں دخیل مانتے ہیں اور بندے میں کسب ثابت کرتے ہیں۔ اس لیے کہ رعشہ دار آدمی کی حرکت میں اور ایک با اختیار کی حرکت میں واضح فرق ہے۔ یہی فرق گرفت اور مواخذہ کا سبب بنتا ہے اور ثواب و عقاب کا اثبات کرتا ہے۔ اکثر لوگ بندے کے قدرت و اختیار میں تردد رکھتے ہیں اور بندے کو محض مضطر و عاجز جانتے ہیں۔ انہوں نے مرادِ علماء کو نہیں سمجھا ہے۔ بندے میں قدرت و اختیار کا ثابت کرنا یہ معنیٰ نہیں رکھتا کہ بندہ جو چاہے وہ کرلے اور جو چاہے نہ کرے۔ یہ تو بندگی کی حقیقت سے دور ہے بلکہ بندے میں قدرت و اختیار کے یہ معنیٰ ہیں کہ وہ جن امور کا مکلّف ہے اس سے عہدہ برا ہو سکے۔ مثلاً نمازِ پنجوقتہ ادا کر سکے، چالیسواں حصہ زکوٰۃ دے سکے، بارہ مہینے میں، بیان موجود ہونے کے ایک گروہ گمراہی میں پڑ گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو سیدھا راستہ نصیب فرمائے۔

حضرت پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے "بنی اسرائیل میں اکہتر فرقے

Marfat.com

ہو گئے تھے وہ سب ناری ہیں سوائے ایک فرقے کے۔ قریب ہے کہ میری امت تہتر فرقوں میں متفرق ہو جائے ان میں سوائے ایک فرقۂ ناجیہ کے باقی سب ناری ہوں گے۔ صحابہ نے دریافت کیا کہ وہ فرقۂ ناجیہ کون سا ہو گا؟ فرمایا وہ لوگ جو میرے اور میرے اصحابؓ کے طریقے پر ہوں اور وہ فرقۂ ناجیہ گروہ اہلسنت و جماعت ہے اس لیے کہ وہی آنسرور ﷺ اور آپ کے اصحاب کی متابعت کا التزام کرنے والے ہیں۔ اے اللہ ہمیں اہلت سنت و جماعت کے عقائد پر ثابت قدم رکھنا اوران کے زمرے میں موت دینا اوران کے ہی گروہ میں محشور کرنا، اے اللہ ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے قلوب کو ٹیڑھا نہ کر دینا اور ہمیں اپنی رحمت سے نوازنا تو بڑا ہی بخشش کرنے والا ہے۔ ایضا۔

اسلام کی حقانیت کا اظہار اور کفرو باطل کی بیخ کنی کی کوشش ہونا ضروری ہے

بعض طلبائے علوم نے لالچ کی بنا پر جو کہ خبثِ باطن کا نتیجہ ہوتی ہے۔ امراء و سلاطین سے تقرب ڈھونڈ کر ان کی خوشامد کرنا شروع کر دی۔ دینِ متین میں طرح طرح کے شکوک و شبہات ڈال دیے اور بے وقوفوں کو راہِ مستقیم سے ہٹا دیا۔ یہ بادشاہِ عظیم الشان جب کہ آپ کی بات اچھی طرح سنتا اور اس کو قبول کرتا ہے تو کتنی اعلیٰ درجہ کی بات ہو گی کہ صراحۃً یا اشارۃً کلمۂ حق یعنی کلمۂ اسلام کو موافق معتقداتِ اہل سنت و جماعت، بادشاہِ وقت کے کانوں میں ڈال دیں اور جتنی گنجائش بھی نکلے اہلِ حق کی باتوں کو بادشاہ کے سامنے پیش کریں بلکہ اس بات کے منتظر رہیں کہ کوئی نہ کوئی صورت ایسی نکلے جس کی بنا پر، سخن مذہب درمیان میں آجائے۔ تاکہ اسلام کی حقانیت کا اظہار اور کفرو کافری کے باطل ہونے کا بیان

Marfat.com

ہو سکے۔ کفر خود ایک کھلا ہوا باطل ہے، کوئی عاقل اس کو پسند نہیں کرتا، اس کے باطل ہونے کو بلا تامل ظاہر کرنا اور کفار کے معبودانِ باطل کی بے توقف نفی کرنا چاہیے۔ ایضا۔

اصلاح حکومت کی کوشش کرنا بنی آدم کی اصلاح کی کاوش کے برابر ہے

سلطان کی حیثیت روح کی ہے اور تمام لوگ مانند جسم کے ہوتے ہیں، اگر روح صالح ہے جسم وبدن بھی صالح ہے، اگر روح فاسد ہے تو بدن بھی فاسد ہے۔ پس اصلاحِ سلطان کی کوشش کرنا تمام بنی آدم کی اصلاح کی کوشش کرنا ہے، اور اصلاح کلمۂ اسلام کے اظہار میں مضمر ہے، جس طرح بھی اور جس وقت بھی مناسب ہو اور اس کے ساتھ ساتھ معتقداتِ اہل سنت و جماعت بھی کبھی کبھی سلطان کے گوش گذار کرنا ضروری ہیں اور مخالفین کا رد کرنا بھی چاہیے۔ اگر یہ دولت میسر ہوئی تو سمجھو کہ انبیاء علیہم السلام کی وراثتِ عظمیٰ حاصل ہو گئی۔ آپ کو یہ دولت مفت میں حاصل ہے۔ اس دولت کی قدر پہچاننی چاہئے۔ ایضا۔

زمانہ فتنہ میں عبادت کرنا میری طرف ہجرت کرنا ہے

(آنخضرت ﷺ کا فرمان)

یہ وہ زمانہ ہے کہ آنسرور ﷺ نے (ایسے وقت میں) غربائے اہلِ اسلام کو بشارت دی ہے۔ نیز فرمایا ہے کہ "زمانہ فتنہ میں عبادت کرنا ایسا ہے جیسا کہ میری طرف ہجرت کرنا" تم کو معلوم ہے کہ غلبۂ فتنہ و فساد کے وقت سپاہی اگر تھوڑی سی بھی جرأت کرتے ہیں تو (بادشاہ کے دل میں) بہت کچھ وقعت پیدا کر لیتے ہیں۔ امن و امان کے وقت اگر ہزار دوڑ دھوپ کریں بے اعتبار ہے۔ پس کام

Marfat.com

کرنے کا اور کام کے قبول ہونے کا وقت یہی ہے جو فتنوں کا وقت ہے۔ اگر چاہتے ہو کہ (قیامت میں) مقبولان خدا میں محشور ہو تو مرضیاتِ حق تعالیٰ کے لیے اپنی تمام مرضیات سے دست بردار ہو جاؤ اور سنتِ سنیہ کی متابعت کے علاوہ کسی چیز کو اختیار نہ کرو۔ (دیکھو) اصحابِ کہف، غلبۂ فتنہ کے وقت ایک عمل ہجرت سے اتنے اونچے درجے کو پہونچ گئے تم تو محمدی ہو اور داخلِ خیر الامم ہو تم اپنے وقت کو لہو ولعب میں ضائع نہ کرو اور بچوں کی طرح معمولی چیزوں کی طرف متوجہ نہ ہو۔

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں　　　گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

(مکتوب ۶۸ دفتر دوم بنام خواجہ اشرف الدین حسین)

نماز میں ہونے والی خرابیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی اور اصلاح کی صورت

تم نے لکھا تھا کہ جس کام پر مامور ہوں اس پر ان دوستوں کے ساتھ جو داخلِ طریقہ ہوئے ہیں مداومت کرتا ہوں اور نماز پنجگانہ باجماعت پچاس ساٹھ نمازیوں کے ہمراہ ادا کرتا ہوں اللہ کا شکر ہے۔ یہ عجیب نعمت ہے کہ باطن، ذکر الٰہی سے معمور آباد ہے اور ظاہر، احکام شرعی سے آراستہ ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں اکثر آدمی ادائیگی نماز میں سستی برتتے ہیں اور اطمینان و تعدیلِ ارکان کا خیال نہیں رکھتے ہیں۔ اس وجہ سے اس بارے میں تاکید کے ساتھ لکھتا ہوں اچھی طرح سن لیں۔ مخبر صادق ﷺ نے فرمایا ہے کہ "سب سے بڑا چور وہ ہے جو اپنی نماز سے چراتا ہے"۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اپنی نماز سے کوئی کس طرح چراتا ہے؟ ارشاد فرمایا (اس طرح) کہ "وہ نماز کے رکوع و سجود میں اپنی پشت کو ثابت و برقرار نہ رکھے"۔ نیز آنحضرت ﷺ نے جب ایک شخص کو دیکھا

Marfat.com

کہ نماز پڑھ رہا ہے اور رکوع و سجود کو پورا نہیں کر رہا تو "فرمایا کہ کیا تو اس بات سے نہیں ڈرتا ہے کہ اگر ایسی نمازیں پڑھتے پڑھتے تو مرا تو غیر دین محمدؐ پر مرے گا" نیز آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "کامل و مکمل نہ ہو گی کسی کی نماز تاوقتیکہ وہ بعد از رکوع اچھی طرح نہ کھڑا ہو اور اپنی پشت کو ثابت و برقرار نہ کر لے اور اس کا ہر عضو اپنی جگہ پر قرار نہ پکڑ لے۔" اور ایسے ہی فرمایا کہ "جب تک نمازی دونوں سجدوں کے درمیان نہ بیٹھے اور اپنی پشت کو سیدھا نہ کرے اور ثابت نہ رکھے اس کی نماز پوری نہ ہو گی"...... حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا ہے کہ ایک شخص ساٹھ سال تک نماز پڑھتا رہتا ہے مگر اس کی ایک نماز بھی قبول نہیں کی جاتی یہ وہ شخص ہے جو کہ رکوع و سجود کو پوری طرح ادا نہیں کرتا"۔ کہتے ہیں کہ زید بن وہب نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہا ہے اور کوع و سجود اچھی طرح ادا نہیں کر رہا انہوں نے (بعد فراغت نماز) اس شخص کو بلایا اور فرمایا کہ اس طریقے سے نماز پڑھتے ہوئے تجھے کتنا عرصہ ہو گیا؟ اس نے کہا چالیس سال، فرمایا تو نے اس چالیس سال کے عرصہ میں نماز ادا ہی نہیں کی، اگر تو اسی حال میں مر گیا تو سنتِ محمد رسول اللہ پر نہیں مرے گا"۔ منقول ہے کہ جب بندۂ مومن نماز اچھی طرح پڑھتا ہے اور رکوع و سجود ٹھیک ٹھیک ادا کرتا ہے تو اس کے لیے وہ نماز بشاشت والی اور نورانی ہوتی ہے۔ فرشتے اس نماز کو آسمان پر لے جاتے ہیں اور نماز نمازی کے لئے دعائے خیر کرتی ہے۔ اور کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری اسی طرح حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی"۔ اگر نماز اچھی طرح نہ پڑھے گا تو وہ نماز، ظلمانی ہو گی اور فرشتوں کو اس سے کراہت پیدا ہو گی وہ اس نماز کو آسمان پر نہیں لے جائیں گے۔ وہ نماز نمازی کو بد دعا کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو اس طرح ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا"۔ پس نماز

Marfat.com

کامل طریقے پر ادا کرنا چاہیے اور تعدیل ارکان اچھی طرح ملحوظ رہے۔ رکوع، سجود، قومہ اور جلسہ عمدہ طریقے پر ادا کیے جائیں اور دوسروں کو بھی اچھی طرح نماز پڑھنے کی ہدایت کی جائے نیز طمانیت و تعدیل ارکان کا راستہ بتایا جائے اس لیے کہ اکثر آدمی اس دولت سے محروم ہیں اور یہ عمل متروک سا ہو گیا ہے۔ اس عمل کو زندہ کرنا اسلام کی اہم ترین باتوں میں سے ہے۔ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری کسی سنت کو زندہ کرتا ہے جب کہ وہ مردہ ہو گئی ہو تو اس شخص کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے"۔ یہ بھی جاننا چاہیے کہ جماعت کی صفیں درست کرنا بھی ضروری ہے تاکہ کوئی نمازی (صف سے) آگے یا پیچھے نہ کھڑا ہو۔ کوشش کی جائے کہ سب ایک دوسرے کے برابر رہیں۔ آنحضرت ﷺ اول صفوں کو درست فرماتے تھے اس کے بعد تکبیر تحریمہ پڑھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ صفوں کو سیدھا کرنا اقامت صلوٰۃ ہی سے ہے"۔ اے اللہ اپنی جانب سے ہمیں رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں درستی کا سامان مہیا فرما دے۔ (مکتوب ۲۹ دفتر دوم بنام محمد مراد بدخشی)

جو چیز مقصود ہوتی ہے وہی معبود ہوتی ہے

مشائخ طریقت قدس اللہ اسرارہم کے یہاں جو یہ مقولہ ہے "ہر چہ مقصودِ تست معبود تست" یعنی جو تیرا مقصود ہے وہی تیرا معبود ہے، اس کے کیا معنیٰ ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی شخص کا مقصود وہ شے ہوتی ہے جس کی طرف وہ (ہمہ تن) متوجہ ہوتا ہے اور جب تک جان میں جان رہتی ہے اس مقصود کے حاصل کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا۔ ہر قسم کی ذلت و انکساری جو اس مقصود کے حاصل کرنے میں پیش آئے اس کو برداشت کرتا ہے، سستی نہیں برتتا ہے اور عبادت کا ماحصل بھی یہی ہے، کیونکہ عبادت انتہائی ذلت کا اظہار کرتی ہے، لہٰذا

Marfat.com

کسی چیز کا مقصود ہونا اس شے کے معبود ہونے کو مستلزم ہوا۔ پس غیر اللہ کی معبودیت کی نفی اس وقت مستحق ہو گی جبکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی مقصود باقی نہ رہے اور اس کی مراد، سوائے حق تعالیٰ کے اور کوئی چیز نہ ہو۔ (مکتوب ۳۳ دسمبر بنام میر محبّ اللہ)

کلمہ طیبہ کی اتنی تکرار ہو کہ مقصودیت غیر کا نام و نشان نہ رہے

اس دولت کو حاصل کرنے کے لیے لا الٰہ الا اللہ کے معنیٰ لا مقصود الا اللہ قرار دینا مناسب حالِ سالک ہے۔ اس کلمۂ طیبہ کی اتنی تکرار کی جائے کہ مقصودیت غیر کا نام و نشان نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی مراد نہ ہو، جب ایسا ہو گا تو معبودیت غیر کی نفی میں صادق ہو گا اور بے شمار معبودانِ باطل کے ازالہ میں سچا سمجھا جائے گا۔ اس طرح سے کثیر التعداد معبودانِ باطل کی نفی کرنا اور مقصودیتِ غیر کی نفی کر کے معبودیت غیر کی نفی میں داخل ہونا کمالِ ایمان کی شرط ہے۔ کمالِ ایمان، ولایت سے وابستہ اور خواہشاتِ نفس کے بتوں کی نفی سے متعلق ہے۔ جب تک نفس مطمئنہ نہ بنے اس کمال کی توقع نہیں۔ اور اطمینانِ نفس، کمال فنا و بقا کے بعد متصور ہے۔ ایضا۔

تکمیل ایمان کے لیے مقصودیت غیر کی مطلق نفی ضروری ہے

ظاہر شریعت تو آسانی و سہولت کی خبر دینے والی ہے۔ اور بندوں کی حرج کو رفع کرنے والی ہے، اس لیے کہ بندے ضعف پر مخلوق ہوئے ہیں۔ ایسا ہے کہ کسی مقصود کے حاصل کرنے میں اگر شریعت کی مخالفتِ حدودِ شرعیہ سے تجاوز کرے تو البتہ وہ مقصود اس کا معبود ہو گا، لیکن اگر وہ مقصود اس طرح کا نہیں ہے اور اس کے حاصل کرنے میں ممنوعاتِ شرعیہ کا ارتکاب نہیں کرتا ہے تو وہ

Marfat.com

مقصود، شرعاً ممنوع نہ ہوگا گویا کہ وہ مقصود در حقیقت اس کا مقصود و مطلوب نہیں ہے دراصل اس کا مقصود حق تعالیٰ ہی ہے اور اوامر و نواہی شرعیہ اس کے مطلوب ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اس کو مقصود کی طرف طبعی میلان ہو گیا ہے اور وہ میلان بھی احکامِ شرعیہ میں دیا ہوا ہے۔ مگر حقیقت شریعت میں جو کہ کمالِ ایمان کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ مقصودیتِ غیر کے مادے کا قلع قمع کر دینا ہی مدنظر ہے۔ اس لیے کہ مقصودیتِ غیر حق کی تجویز کی صورت میں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ غلبۂ ہوا و ہوس کے ہاتھوں مقصودیتِ غیر، مقصودیتِ حق سے مقابلے کی ٹھان لیتی ہے، بلکہ اس مقصود کو حاصل کرنے کو مرضئ حق تعالیٰ کے حصول پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اور اس طرح خسارت ابدی تک نوبت پہونچتی ہے۔ پس مقصودیت غیر کی مطلق نفی تکمیل ایمان کے لئے ضروری ہوئی تاکہ زوالِ ایمان سے محفوظ رہ سکے...... ۔ ایضاً۔

جفائے محبوب وفائے محبوب سے زیادہ لذت بخش ہے

جفا و ملامتِ خلق کی شکایت تم نے لکھی تھی۔ (برادرم) یہ ملامتِ خلق تو اس طائفہ صوفیاء کا جمال ہے اور ان کے زنگار کا صیقل ہے، پھر باعثِ رنجیدگی کیوں ہو؟ فقیر جب اُس قلعۂ گوالیار میں (بحکمِ جہانگیر) پہونچا تو شروع شروع میں محسوس ہوتا تھا کہ ملامتِ خلق کے انوار مختلف شہروں اور بستیوں سے نکل کر سحابہائے نورانی کی طرح پے در پے پہنچ رہے ہیں اور کام کو پستی سے اٹھا کر بلندی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ تم سالہا سال تربیت جمالی کے ساتھ منازل طے کرتے رہے ہو اب تربیتِ جلالی کے ساتھ بھی قطع مسافت کرو اور مقامِ صبر بلکہ مقامِ رضا میں رہو۔ جمال و جلال کو مساوی جانو۔ تم نے لکھا تھا کہ ظہورِ فتنہ کے وقت سے (آپ کے قید میں جانے کے وقت سے) نہ ذوق باقی رہا نہ حال،

Marfat.com

(ارے بھائی) چاہیے تو یہ تھا کہ اب ذوق و حال دو چند ہو جاتا اس لیے کہ جفائے محبّ وفائے محبوب سے زیادہ لذت بخش ہوتی ہے۔ تعجب ہے کہ تم بالکل عوام الناس کی سی باتیں کرتے ہو اور محبت ذاتیہ سے دور ہو گئے ہو (ایسی باتیں نہ کرو بلکہ) اس کے بر خلاف، جلال کو جمال سے بڑھ کر سمجھو۔ ایلام کو انعام سے زیادہ تصور کرو، اس لیے کہ جمال و انعام میں تو مرادِ محبوب ہماری اپنی مراد سے ملی جلی ہوئی ہے، اور جلال و ایلام میں خالص، مرادِ محبوب ہوتی ہے ہماری مراد کے خلاف۔ ابتلا و ایلام کا وقت جمال و انعام کے وقت سے اونچا ہوتا ہے۔ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ (مکتوب ۶ دفتری سوم بنام شیخ بدیع الدین)

تقویٰ دین کی اصل بنیاد ہے پرہیز گاری خالص مخالفت نفس ہے،

اس میں حظ نفس نہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنه فانتھوا واتقوا اللہ۔ (رسول جو کچھ تمہیں (حکم) دیں اس کو قبول کر لو اور جس سے منع کریں تم کو پس باز رہو اس سے اور اللہ سے ڈرتے رہو)۔

اس آیت میں تقویٰ کا ذکر بجا آوریِ اوامر اور پرہیز گاری مناہی کے بعد کیا گیا ہے۔ اس میں اشارہ ہے پرہیز گاری و تقویٰ کے اہتمام کی طرف۔ ممنوعات سے پرہیز کرنا اور باز رہنا ہی حقیقتِ تقویٰ ہے اور دین کی اصل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "تقویٰ تمہارے دین کی اصل بنیاد ہے"۔ دوسرے موقع پر آپؐ نے فرمایا ہے کہ "تقویٰ کے برابر کسی چیز کو مت شمار کرو"...... (میرے نزدیک پرہیز گاری و تقویٰ کے اہتمام کی۔ واللہ اعلم بالصواب...... وجہ یہ ہے کہ پرہیز گاری و تقویٰ وجود کے لحاظ سے بہت عام اور نفع کے لحاظ سے بہت

Marfat.com

زیادہ ہے۔ اس لئے کہ پرہیز کرنا، اور باز رہنا بجا آوریٔ احکام کے ضمن میں بھی پایا جاتا ہے"۔ کسی امر کا بجا لانا اس کی ضد سے بچنا اور رکنا ہے۔ یہ بات بالکل ظاہر ہے۔ عوام والی بات کے علاوہ بھی پرہیز گاری کا نفع بہت ہے، اس لیے کہ پرہیزگاری، خالص مخالفتِ نفس ہے۔ نفس کے لیے اس میں کوئی حظ نہیں۔ مخلاف بجا آوری کے کہ اس سے نفس کبھی لذت یاب بھی ہوتا ہے اور جس چیز میں نفس کی مخالفت زیادہ ہے اس میں شک نہیں کہ اس میں نفع بھی زیادہ ہے اور یہ نجات کا قریب ترین راستہ ہے اس لیے تکلیفاتِ شرعیہ سے مقصودِ اصلی، نفس کو مقہور کرنا ہے۔ کیونکہ نفس، دشمنیٔ حق تعالیٰ پر ڈٹا ہوا ہے۔

(مکتوب ۹ دسمبر سوم بنام میر محمد نعمان)

وصول کا مدار ذکر ہے مرض کی موجودگی مین کھائی جانے والی غذا فاسد و مفسد ہے

تم نے لکھا تھا کہ دعا و تضرع و زاری اور دوام التجا بحضرتِ حق سبحانہ بہتر ہے یا ذکر کرنا۔ یا ذکر کے ساتھ امور مذکورہ کا ملا دینا بہتر ہے؟ (جواب میں لکھا جاتا ہے کہ) ذکر کے بغیر چارۂ کار نہیں ہے اس کے ساتھ جو (اچھی) باتیں جمع ہو جائیں نعمت ہے۔ (مشائخ نے) "وصول" کا مدار ذکر پر رکھا ہے دوسری چیزیں ذکر کے ثمرات و نتائج ہیں تم نے یہ بھی سوال کیا تھا کہ۔

ذکر نفی و اثبات (ذکر لاالٰہ الا اللہ) تلاوت قرآن اور طولِ قیام کے ساتھ نماز، ان تین چیزوں میں سے کون بہتر ہے؟ (اس کا جواب یہ ہے کہ (ذکرِ نفی و اثبات کی حیثیت وضو جیسی ہے کہ وضو نماز کے لیے شرط ہے جب تک صحیح طریقہ پر طہارت نہ ہو نماز کا شروع کرنا منع ہے۔ اسی طرح جب تک معاملۂ نفی

Marfat.com

انجام تک نہ پہونچے اس وقت تک فرائض وواجبات اور سنن کے علاوہ اور جو کچھ بھی عباداتِ نافلہ ادا کریں گے داخلِ وبال ہوں گی اول اپنے مرض کا ازالہ کرنا چاہیے اور ازالۂ مرض، ذکر نفی و اثبات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اس کے بعد دیگر عبادات وحسنات میں مشغول ہونا چاہیے۔ یہ نفلی عبادات وحسنات ایسی ہیں جیسی کہ بدن کے لیے غذائے صالح ہوتی ہے۔ مرض کی موجودگی میں جو غذا بھی کھائی جائے گی وہ فاسد و مفسد ثابت ہوگی ع ہرچہ گیرد علتی علت شود...... آگرہ میں تمہاری اقامت کی وجہ معلوم نہیں ہوئی۔ ہر چند کہ ہم سے قریب ہو لیکن جبکہ ملاقات نہیں ہوتی تو یہ نزدیکی قابل اعتبار نہیں۔ فقیر سے قریب ہونے کی خاطر آگرے میں اقامت اختیار نہ کریں مجھ کو خدائے ارحم الراحمین کے سپرد کر کے متوجہ وطن ہو جائیں اور وہاں کے مشتاقوں کو مسرور کریں۔ اگر کوئی اور وجہ وہاں قیام کرنے کی ہو تو امر دیگر ہے (خدا کرے کہ) والدہ محمد امین (تمہاری زوجہ) کو توفیق نیک حاصل ہو اور وہ پاک دامنی و آبرو کے ساتھ رہیں۔ ان کے تفصیلی واقعات جو لکھے تھے مطالعے میں آئے ہر چند کہ وہ غمگین کرنے والے اور تکدر میں لانے والے تھے لیکن جبکہ ان کا اختتام خیر کے ساتھ ہوا تو (اس لحاظ سے وہ) ٹھیک تھے ان سے کہدیں کہ تمتعاتِ دنیوی اور زینت ہائے فانی، محض لاشے ہیں۔ عاقل کو چاہیے کہ ان پر فریفتہ نہ ہو اور نہ ان میں گرفتار ہو۔ احوال آخرت کو پیش نظر رکھنا چاہیے اور برابر ذکر میں مشغول رہیں۔ (مکتوب ۱۲ دفتر سوم بنام میر محمد نعمان)

ذکر نفی واثبات سے تمام مرادات نفس کو صحن سینہ سے باہر کردو

اپنے اوقات، ذکر الٰہی سے آباد رکھو اور کسی سے (بلا ضرورت) کوئی تعلق نہ رکھو۔ بس ذکرِ نفی و اثبات کا التزام رکھو اور اس کلمۂ طیبہ کی تکرار سے تمام

Marfat.com

مرادات نفس کو صحنِ سینہ سے باہر کردو یہاں تک کہ سوائے ایک ذات کے کوئی مقصود و مطلوب اور محبوب نہ ہو۔ تم نے روش واوضاع طریق کو (پہلے ہی اچھی طرح) معلوم کرلیا ہے جہاں تک ہو سکے راہ تقلید کو ہاتھ سے نہ دو۔ تقلیدِ شیخِ طریقت، ثمرات رکھتی ہے اور شیخ طریقت کے خلاف کرنے میں خطرات کا سامنا ہے۔ (مکتوب ۳ ادفتر سوم بنام میر محبّ اللہ)

محبّ جس طرح محبوب کے انعام سے لذت یاب ہوتا ہے اسی طرح اس کی الم دہی سے لذت یاب ہوتا ہے

یہ بات معلوم ہوئی کہ خیر اندیش دوستوں نے ہر چند میری رہائی کے اسباب اختیار کرنے کی کوشش کی مگر سود مند نہ ہوئی خیر جو اللہ کرتا ہے اسی میں بہتری ہے۔ اس بات سے اگرچہ بمقتضائے بشریت کچھ ملال ہوا اور سینے میں کچھ تنگی ظاہر ہوئی لیکن کچھ دیر بعد اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ تمام رنجیدگی اور دل تنگی خوشی اور شرحِ صدر سے بدل گئی۔ اور یقین خاص سے سمجھ لیا کہ اس جماعت کی مراد جو کہ درپۓ آزار ہے، موافق مرادِ حق ہے، پس رنج و دل تنگی بیجا اور منافئ دعوائے محبت ہے اس لیے کہ ایلام محبوب بھی اس کے انعام کی طرح مُحِب کی نظر میں محبوب و مرغوب ہے۔ محبّ جیسا کہ انعام محبوب سے لذت اندوز ہوتا ہے اسی طرح اس کی الم دہی سے بھی لذت یاب ہوتا ہے بلکہ اس کی الم دہی میں زیادہ لذت پاتا ہے۔ اس لیے کہ اس کے اندر حظِّ نفس کا کوئی شائبہ نہیں ہوتا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ جو کہ جمیل مطلق ہے کسی کو تکلیف میں مبتلا کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ اس شخص کی نظر میں جمیل بلکہ سبب لذت ہوتا ہے۔ چوں کہ اس جماعتِ آزار دہندہ کی مراد، موافقِ مراد حق ہے نیز ان کی مراد، اس مرادِ

Marfat.com

حق کے ظہور کا ایک دریچہ ہے اس لیے یقیناً ان لوگوں کی مراد بھی اپنی نظر میں مستحسن اور موجبِ لذت ہے۔ جو شخص مظہرِ فعل محبوب ہو اس کا فعل بھی، فعلِ محبوب کی طرح محبوب ہے۔ اور وہ شخص بھی اس حیثیت سے نظرِ محبّ میں پسندیدہ ہی ہوتا ہے۔ عجیب معاملہ ہے کہ جتنی جفا اس شخصِ مخالف سے زیادہ متصور ہوتی ہے اتنا ہی وہ مخالف، نظر محبّ میں اچھا معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ شخص صورتِ غضبِ محبوب کی نمائندگی کرتا ہے اور راہِ طریقت کے دیوانوں کا معاملہ ہے بھی کچھ الٹا ہی سا:- پس اس شخص مخالف کی برائی چاہنا اور اس سے ناراض ہونا محبتِ محبوب کے منافی ہے کیونکہ یہ شخص فعلِ محبوب کا آئینہ ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ جو لوگ درپۓ آزار ہو رہے ہیں وہ تمام مخلوق کے مقابلہ میں اچھے معلوم ہوتے ہیں دوستوں سے کہدو کہ تنگہائے سینہ کو دور کردیں اور ان لوگوں سے جو آزار کی فکر میں ہیں بد دل نہ ہوں بلکہ ان لوگوں کے عمل سے لذت یاب ہونا چاہیے ہاں چوں کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعا کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کو دعا، التجا اور تضرع و زاری اچھی معلوم ہوتی ہے اس لیے مصیبت کو دور کرنے کی دعا اور سوالِ عفو و عافیت ضرور کریں۔ (مکتوب ۱۵ دفتر سوم بنام میر محمد نعمان)

دوستوں پر غضب کی ظاہری صورت دراصل عین رحمت ہے

اور میں نے جو (مخالف کو) صورتِ غضب کا آئینہ کہا ہے وہ اس لیے کہ حقیقتِ غضب تو دشمنان حق ہی کے حصے میں آتی ہے۔ دوستوں کے لیے بس غضب کی صورت ہی صورت ہے، حقیقت میں وہ ان کے لیے عین رحمت ہے۔ اس صورتِ غضب میں جو کہ دوستوں کو عطا فرمائی جاتی ہے، در حقیقت جماعتِ منکرین کی خرابی مضمر ہے اور یہ صورت غضب ان کے ابتلاء و امتحان کا باعث

Marfat.com

ہوتی ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے جو فرمایا ہے کہ "عارف کے لیے ہمت نہیں"۔ اس کا مطلب تم نے دریافت کیا تھا (اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمت جو دفع بلا کا قصد کرے، عارف سے مسلوب ہے اس لیے کہ عارف جب بلا کو محبوب کی طرف سے سمجھتا اور مراد محبوب تصور کرتا ہے تو اس کے دفع کرنے کی کس طرح ہمت کرے اور اس کو دور کرنا کیسے چاہے؟ اگرچہ ظاہر میں تعمیل حکم کی غرض سے دعاء دفع زبان پر لاتا ہے مگر فی الحقیقت وہ کچھ نہیں چاہتا اور جو کچھ اسے پہونچتا ہے اس سے خوش ہے۔ ایضا

مشرکین کی نجاست سے مراد ان کی جسمانی نہیں، ایک اہم عملی مسئلہ میں رہنمائی

"مخدوما! شفقت آثارا! یہ معلوم نہ ہو سکا کہ تفسیر حسینی کے بھیجنے سے تمہارا مقصود کیا تھا۔ صاحب تفسیرِ حسینی (کمال الدین حسین واعظ کاشفی) نے تو یہ آیت کریمہ "انما المشرکون نجس" کی تفسیر، موافق ائمہ حنفیہ کی ہے اور نجاست مشرک سے ان کی خباثت باطنی اور بد اعتقادی مراد لی ہے اور اس کے بعد یہ لکھا ہے کہ "مشرکین نجاست ظاہری سے پرہیز نہیں کرتے"۔ اور یہ بات تو بہت سے اہلِ اسلام میں بھی آج کل موجود ہے (کہ وہ نجاسات ظاہری سے پرہیز نہیں کرتے) اس لحاظ سے بہت سے عوامِ اہل ایمان اور کفار کے درمیان کوئی خاص فرق نہیں ہے پس اگر کسی کا نجاست سے پرہیز نہ کرنا اس کی نجاست کا سبب بن جائے تو پھر معاملہ بہت تنگ ہو جائے گا اور اسلام میں تنگی ہے نہیں۔ اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو ایک قول نقل کیا گیا ہے کہ "مشرکین مانندِ سگ نجس العین ہیں"۔ اس قسم کے اقوال شاذ ہیں اور اکابر دین سے بہت منقول

Marfat.com

ہیں ان کی تاویل و توجیہ کی جاتی ہے۔ بھلا وہ نجس العین کیسے ہو جائیں گے جب کہ سرورِ دین ﷺ نے ایک یہودی کے یہاں کھانا تناول فرمایا ہے اور ایک مشرکہ کے برتن سے وضو فرمایا ہے اور حضرت فاروق اعظمؓ نے بھی ایک نصرانیہ کے برتن سے وضو کیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ آیت کریمہ انما المشرکون نجس۔ ہو سکتا ہے کہ بعد کو نازل ہوئی ہو اور (پہلے عملدر آمد کی) ناسخ ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ ہو سکتا ہے بعد کو نازل ہوئی ہو" بلکہ بعدیت کا ثبوت مہیا کرنا ہوگا تا کہ دعویٰ نسخ صحیح ہو جائے۔ اس لیے کہ مد مقابل کو گنجائش ہے کہ وہ تاخر کو (بلا ثبوت) تسلیم نہ کرے اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ آیت، بعد میں اتری ہے۔ تب بھی حُرمت کو ثابت کرنے والی نہ ہو گی۔ اور نجاست سے مراد خبث باطن ہی ہو گا اس لیے کہ یہ بات منقول ہے کہ کوئی پیغمبر کبھی کسی ایسے امر کا مرتکب نہیں ہوا جو آخر کار اس کی شریعت میں یا کسی نبی کی شریعت میں درجۂ حرمت تک پہونچا ہو (یعنی) آخر میں وہ حرام ہو گیا ہو اگر چہ ارتکاب و عمل کے وقت مباح ہو۔ شراب کو دیکھو جو کہ اول مباح تھی اور آخر میں حرام ہوئی۔ کسی پیغمبر نے اس کو نہیں پیا۔ اگر مشرکوں کا مال کار نجاست ظاہری قرار پاتا اور وہ نجس العین ہوتے تو سرورِ دین محبوب رب العالمین ﷺ ان کے برتنوں کو ہاتھ تک نہ لگاتے چہ جائیکہ ان کے آب و طعام کو استعمال فرمائیں۔ علاوہ ازیں نجس العین ہر وقت نجس العین ہے اس میں اباحت سابق و لاحق کی گنجائش ہی نہیں اگر مشرک، نجس العین ہوتے تو چاہیے تھا کہ ابتدا ہی سے ایسے ہوں اور آنحضرت ﷺ (شروع ہی سے) اس کے مطابق ان سے معاملہ فرماتے (ان کے برتنوں سے بھی پرہیز فرماتے) جب ایسا نہیں ہوا تو وہ نجس العین بھی نہیں۔ پھر یہ بھی تو ہے کہ دین میں تنگی و دشواری نہیں رکھی گئی۔ تم اس بات کو سمجھ سکتے ہو کہ ان کی

Marfat.com

نجاست کا حکم لگانا اور ان کو نجس العین قرار دینا مسلمانوں کے حق میں کس قدر تنگی و دشواری پیدا کرتا ہے۔ ائمہ حنفیہ کا ممونِ احسان ہونا چاہیے کہ انہوں نے مسلمانوں کے لیے چھٹکارے کی ایک راہ نکال دی ہے اور ارتکابِ حرام سے بچا لیا ہے۔ نہ کہ الٹا ان پر طعنہ کسا جائے اور ان کے ہنر کو عیب شمار کیا جائے۔ مجتہد پر اعتراض کا کیا موقع ہے اس کی خطائے اجتہادی بھی ایک درجہ ثواب رکھتی ہے اور اس کی تقلید، بصورت خطائے اجتہادی بھی موجبِ نجات ہے' جو لوگ کفار کی اشیاء خوردنی و نوشیدنی کی حرمت کے قائل ہیں از روئے عادت محال ہے کہ وہ اپنے آپ کو ان کی چیزوں سے محفوظ رکھ سکیں۔ خصوصاً ملک ہندوستان میں کہ یہاں یہ مجبوری بہت زیادہ ہے۔ یہ مسئلہ عموم بلویٰ کا حکم رکھتا ہے ایسے مسئلوں میں احتیاط یہی ہے کہ کسی نہ کسی مجتہد کے قول پر سہل و آسان بات کا فتویٰ دیا جائے۔ چاہے وہ اپنے مسلک فقہی کے مطابق نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (اللہ تعالیٰ تمہاری آسانی چاہتا ہے دشواری نہیں چاہتا)۔ دوسری جگہ فرمایا ہے یرید اللہ ان یخفف عنکم و خلق الانسان ضعیفا (اللہ تعالیٰ تمہارا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہے اور انسان تو پیدائشی طور پر ضعیف واقع ہوا ہے)۔ (خواہ مخواہ سخت فتویٰ دے کر) مخلوق خدا کو تنگی میں ڈالنا اور پریشان کرنا حرام ہے اور حضرت حق جل مجدہ کے نزدیک غیر پسندیدہ فعل ہے۔

شافعیہ بعض ایسے مسائل میں جن میں حضرت امام شافعیؒ کے یہاں (کچھ) سختی ہے۔ مذہب حنفیہ کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور اللہ کے بندوں کے لیے آسانی کرتے ہیں۔ مثلاً مصارف زکوٰۃ کے بارے میں امام شافعیؒ کے نزدیک یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقم تمام اقسام مصارف زکوٰۃ میں تقسیم کرنا چاہیے ان مصارف میں

Marfat.com

سے ایک مولفۃ القلوب (جن کی تالیفِ قلب مد نظر ہوتی ہے) بھی ہیں اور یہ قسم اس وقت مفقود ہے لہٰذا علماء شافعیہ نے مذہب حنفیہ کے مطابق فتویٰ دیا ہے اور یہ کافی سمجھا ہے کہ ان مستحقینِ زکوٰۃ کی اقسام میں سے کسی ایک قسم کو زکوٰۃ دیدی جائے۔ مشرکین اگر نجس العین ہوں تو اس سے لازم آتا ہے کہ ایمان لانے کے بعد بھی پاک نہ ہوں (حالانکہ ایسا نہیں ہے) پس معلوم ہوا کہ ان کی نجاست خباثتِ اعتقاد کی بنا پر ہے اور یہ نجاست (ایمان لانے سے) زائل ہو سکتی ہے اور یہ نجاست، باطن تک ہی محدود ہے اور محل اعتقاد (صرف) باطن ہے۔ نجاست اندرونی کا طہارت بیرونی سے کوئی تضاد نہیں (نجاستِ باطنی، طہارت ظاہری کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے) اور یہ ایک ایسی موٹی بات ہے کہ ہر خاص و عام جانتا ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ آیۂ کریمہ انما المشرکون نجس حالِ مشرکین کی خبر دیتی ہے خبر میں ناسخیت و منسوخیت کا کوئی دخل نہیں ہے نسخ تو انشاءِ حکم شرعی (اوامر و نواہی) میں ہوتا ہے نہ کہ کسی شے کی خبر دینے میں۔ پس ایسا مطلب لینا چاہیے کہ مشرکین ہمہ وقت نجس قرار پائیں۔ اور (یہ جب ہوگا کہ) نجاست سے مراد، خبث و نجاستِ اعتقاد ہو (نہ کہ نجاست ظاہری) تاکہ دلائل میں تعارض نہ ہونے پائے اور مشرکین کا کسی شے کا چھو دینا ممنوع نہ ہو۔

ایک روز اس فقیر نے یہ آیت، طعام الذین اوتو الکتب حل لکم (اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لیے حلال ہے) (تمہاری موجودگی میں) اس بحث کے سلسلے میں پڑھی تھی تم نے اس وقت کہدیا تھا کہ یہاں طعام سے مراد گیہوں، چنا، مسور (وغیرہ غلہ) ہے اگر اس توجیہ کو اہل عرف (ماہرین عرف) پسند کریں تو کیا مضائقہ ہے لیکن انصاف کی ضرورت ہے۔ اس تکلیف دہی اور اس طولِ کلام سے مقصودِ اصلی یہ ہے کہ مخلوق پر رحم کرو، مشرکین کے حق میں عموم نجاست کا حکم

Marfat.com

نہ لگاؤ اہل اسلام کو، اختلاطِ کفار کی وجہ سے جس کے بغیر چارہ کار نہیں نجس نہ جانو مسلمانوں کے کھانے پینے کی چیزوں سے وہمی نجاست کی بنا پر اجتناب نہ کرو اور اس (بیجا) اجتناب واحتیاط کو احتیاط نہ سمجھو بلکہ اس مسئلے میں احتیاط تو ترکِ احتیاط ہی میں ہے۔

اثبات معرفت حق کے لیے عقل کی حیثیت

جو شخص، اثبات معرفت حق کے لیے راہِ عقل کے اوپر اور کوئی راستہ نہیں مانتا وہ در حقیقت، طریقۂ نبوت کا منکر ہے اور ایک کھلی ہوئی حقیقت کی مخالفت کرتا ہے۔ پس وجودِ انبیاء کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں تاکہ وہ شکرِ منعم حقیقی کی طرف جواز روئے عقل واجب ہے۔ ہماری رہنمائی کریں اور تعظیم منعم حقیقی کا طریقہ جو کہ علم و عمل سے تعلق رکھتا ہے، ہم پر ظاہر فرمائیں۔ اس لیے کہ جو طریقۂ تعظیم، خود اللہ تعالیٰ کے پاس سے حاصل نہ ہوا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں مقبول ہونے کے لائق نہیں ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ عقلِ انسانی اس طریقۂ تعظیم کو براہِ راست خود معلوم کرنے سے عاجز ہے، بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان غیر تعظیم کو تعظیم سمجھ بیٹھتا ہے اور حمد سے ہجو کی طرف چل پڑتا ہے۔ حق جل مجدہ کی تعظیم کا طریقہ حاصل کرنے کا راستہ طریقۂ نبوت پر موقوف اور تبلیغ انبیاء، پر منحصر رہا اولیاء کا الہام یہ بھی انوارِ نبوت سے حاصل ہوتا ہے اور یہ الہام، متابعتِ انبیاء کے فیوض و برکات میں سے ہے۔

فلاسفہ کے عقلِ فعال پر تنقید

اگر عقل اس معاملہ میں افادیت کرتی تو فلاسفۂ یونان، جنھوں نے عقل کو اپنا مقتداء و پیشوا قرار دیا ہے۔ ضلالت و گمراہی کے میدان میں سرگرداں نہ ہوتے

Marfat.com

اور حق تعالیٰ کو سب لوگوں سے زیادہ ہی پہچانتے، لیکن حال یہ ہے کہ ذات و صفات واجبی کے بارے میں سب انسانوں سے زیادہ جاہل یہی فلاسفۂ یونان ہیں کیونکہ انہوں نے سبحانہ تعالیٰ کو بے کار و معطل جانا ہے اور صرف ایک چیز (یعنی عقل فعال) کے علاوہ اور کسی چیز کو اللہ تعالیٰ سے منسوب نہیں کرتے اور عقلِ فعال بھی ان کے نزدیک اختیاری طور پر نہیں، بس یوں ہی اضطراری طریقہ سے اللہ تعالیٰ سے بن گئی ہے۔ یہ عقلِ فعال انہوں نے اپنی طرف سے تراشی ہے اور وہ تمام حوادث و واقعات کو خالقِ ارض و سما سے بے تعلق رکھ کر۔ عقلِ فعال کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اثر کی نسبت بجائے موثرِ حقیقی (جل مجدہ) کے عقلِ فعال کی طرف کرتے ہیں۔ ان فلاسفہ کے نزدیک، معلوم، علتِ قریبہ کے اثر کا نتیجہ ہوتا ہے۔ وہ علتِ بعیدہ کو معلوم کے حاصل ہونے میں مؤثر ہی نہیں جانتے اور اپنی جہالت کے سبب اللہ تعالیٰ کی طرف اشیاء کی نسبت نہ کرنا ہی اللہ تعالیٰ کا کمال تصور کیے ہوئے ہیں۔ اور اس کی تعطیل (بیکاری) کو ہی تعظیم سمجھ رکھا ہے، حالانکہ حضرت حق جل مجدہ (قرآن میں) اپنے کو خالقِ سموات و ارض کہہ کر سراہتے ہیں اور اپنی مدح ربُ المشرق والمغرب کہہ کر فرمارہے ہیں۔ ان نادانوں کو اپنے زعمِ فاسد میں حق تعالیٰ کی کوئی احتیاج نہیں ہے اور اس ذات اقدس سے نیاز مندی کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کو چاہیے کہ اضطرار و احتیاج کے وقت عقلِ فعال ہی کی طرف رجوع کریں اور اسی سے اپنی حاجت پوری کرایا کریں کیونکہ وہ تمام معاملات کو اسی کی طرف منسوب کیا کرتے ہیں۔ (مگر عجیب بات ہے کہ) عقلِ فعال بھی ان فلاسفہ کے گمان میں اضطراری طور پر حوادث یومیہ صادر کرتی ہے خود مختار نہیں، لہٰذا اس بے چاری سے حاجت چاہنا بھی غیر معقول بات ہوگی (اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے) ”منکرین کا کوئی بھی ناصر و مددگار نہیں“ یہ عقلِ فعال

Marfat.com

آخر ہوتی کون ہے؟ جو اشیاء کا انتظام کرے اور حوادث اس کی طرف منسوب ہوں اس عقلِ فعال کے نفسِ وجود اور ثبوت ہی میں ہزاروں شبہات موجود ہیں اس لیے کہ عقلِ فعال کا تعلق و حصول ایسے غلط مقدمات پر موقوف ہے جو فلاسفہ کی ملمع کاری کا بہترین نمونہ ہیں اور جو اصولِ حقۂ اسلامیہ کے قواعد کی رو سے (قطعی) ناتمام و ناقص ہیں۔ کوئی بیوقوف ہی ہوگا جو اشیاء کو قادرِ مختار جل مجدہ سے بے تعلق قرار دے کر اس طرح کے ایک امرِ موہوم (عقلِ فعال) کی طرف منسوب کر دے۔ بلکہ اشیاء کو بھی اس بات سے انتہائی شرم محسوس ہوتی ہے کہ وہ فلسفی کی من گھڑت عقلِ فعال کی طرف منسوب ہوں۔ اشیاء نابود ہونے کو پسند کریں گی اور ہر گز اپنے وجود کو نہ چاہیں گی اس بات کے مقابلے میں کہ وجود نسبت، سوفسطائی اور فلسفی کی من گھڑت عقلِ فعال سے کی جائے اور اس طرح وہ قدرتِ قادر مختار کی طرف منسوب ہونے کی سعادت سے محروم رہیں۔ ایضاً۔

فلاسفہ کی نادانی

کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا۔ (ان منکرین کی زبانوں سے جو بات نکل رہی ہے بڑی سخت ہے۔ یہ محض جھوٹ بول رہے ہیں)۔ کفارِ دار الحرب، باوجود بت پرستی، ان فلاسفہ سے اچھے ہیں کہ وہ تنگی و پریشانی میں حضرت حق کے سامنے ہی التجا کرتے ہیں اور بتوں کو اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں ایک وسیلۂ شفاعت قرار دیتے ہیں (اگرچہ ان کی بھی بت پرستی اور بتوں کے ساتھ یہ عقیدہ سراسر لغو و باطل اور شرک ہے)۔ یہ بات عجیب تر ہے کہ (ان نادانیوں کے باوجود) ایک جماعت ان نادانوں کو حکماء قرار دیتی ہے اور حکمت کے ساتھ منسوب کرتی ہے حالانکہ ان کے اکثر احکام جھوٹے اور مخالفِ کتاب و سنت ہیں، خصوصاً الٰہیات کے اندر جو کہ بہت ہی اعلیٰ اور روشن تر مقصد ہے۔ ایضاً۔

Marfat.com

فلاسفہ کے مجاہدے گمراہ کن ہیں

ان نادانوں پر جن کے حصے میں سراسر جہل مرکب آیا ہے، حکماء کا اطلاق آخر کس اعتبار سے کیا جاتا ہے؟ شاید استہزاء اور مذاق کے طور پر ان کو حکماء کہا جاتا ہو، یا جس طرح نابینا کو بینا (اور بیوقوف کو عقلمند) کہہ دیتے ہیں ان بے حکمتوں کو بھی حکماء کہہ دیا جاتا ہو۔ (ان بیوقوفوں (حکماء) میں ایک جماعت ایسی ہے جس نے طریقِ انبیاء علیہم السلام کو لازم قرار دیے بغیر ان ''صوفیہ الہیہ'' کی تقلید میں جو کہ ہر زمانے میں انبیاء علیہم السلام کے متبع رہے ہیں طریق ریاضت و مجاہدہ کو اختیار کیا ہے اور وہ اپنے ''صفائے وقت'' پر فریفتہ ہو گئے ہیں، نیز اپنے خواب و خیال پر اعتماد کیے ہوئے ہیں اور اپنے ''کشوفِ خیالی'' کو اپنا مقتدا بنائے بیٹھے ہیں (اس طرح) خود بھی گمراہ ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا ہے۔ ان کو پتہ نہیں کہ یہ صفائی جو ان کو حاصل ہے محض صفائے نفس ہے جو گمراہی کی طرف راستہ کھولتی ہے۔ صفائے قلب ان کو حاصل نہیں ہے جو کہ دریچۂ ہدایت ہے۔ اس لیے کہ صفائے قلب متابعتِ انبیاءؑ پر موقوف ہے اور تزکیۂ نفس مربوط ہے صفائے قلب سے اور نفس پر حکومتِ قلب سے۔ قلب جو کہ انوارِ الٰہیہ کے ظہور کا محل ہے اس قلب کی ظلمت کے موجود رہتے ہوئے جب نفس، صفائی پیدا کر لیتا ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے (اندھیرے میں) ایک چراغ جلائیں تاکہ چھپا ہوا دشمن جو گھات لگائے ہوئے ہے (یعنی ابلیس لعین) اس چراغ کی روشنی میں چھاپا مارے اور خوب تاراج و برباد کر دے۔ الغرض طریق ریاضت و مجاہدہ نظر و استدلال کی طرح اس وقت اعتبار و اعتماد پیدا کرتا ہے جب کہ وہ طریق انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کے ساتھ ملا ہوا ہو۔ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی جانب سے تبلیغ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تائید ان کو حاصل ہے۔ ان

Marfat.com

بزرگوں (انبیاء علیہم السلام) کا کارخانہ ملائکہ معصومین کے نزول کی وجہ سے دشمن لعین (ابلیس) کے کید و مکر سے محفوظ ہوتا ہے۔ آیت قرآنی ان عبادی لیس لک علیہم سلطان (بیشک میرے (خاص) بندوں پر اے ابلیس تیرا غلبہ نہیں ہوگا) ان انبیاء کے لیے نقد وقت ہے۔ دوسروں کو یہ دولت نصیب نہیں ہوئی ہے اور شیطان لعین کے جال سے رہائی اس وقت تک متصور نہیں جب تک ان بزرگوں کی اتباع نہ کی جائے اور ان کے نقش قدم پر نہ چلا جائے۔

محال است سعدی کہ راہِ صفا — تواں رفت جز در پئے مصطفٰے

اے سعدی، حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کے نقش قدم پر چلے بغیر راہِ صدق و صفا پر چلنا محال ہے۔

تعجب ہے کہ افلاطون جو کہ فلاسفہ کا سردار ہے، حضرت عیسٰی علیہ السلام کا عہد نبوت پاوے

عقل اور علوم کے حوالے سے انبیاء کے علوم کی تکذیب اور اس پر تنقید

اس جماعتِ فلاسفہ نے اپنی عمر کو علمِ منطق کی تعلیم و تعلم میں صرف کیا ہے وہ علمِ منطق جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ایک ایسا آلہ ہے جو خطائے فکری سے محفوظ رکھتا ہے اور اس فن میں بڑی باریکیاں نکالی ہیں، مگر حال یہ ہے کہ جب یہ لوگ ذات و صفاتِ خداوندی پر پہونچے جو کہ مقصدِ اعلیٰ ہے۔ تو اپنے حواس کھو بیٹھے اور اس آلے کو اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیا جس کو خطا سے بچانے والا کہتے تھے اور ٹامک ٹوئیاں مارتے ہوئے گمراہی کے بیابان میں رہ گئے۔ بالکل اس طرح کہ جیسے کوئی سپاہی سالہا سال آلاتِ حرب کو تیار کرے اور جب جنگ کا وقت آجائے تو اس کے چھکے چھوٹ جائیں اور وہ ان ہتھیاروں کو استعمال نہ کر سکے۔ لوگ علومِ فلسفی کو مکمل و صحیح اور غلطی و خطا سے محفوظ جانتے ہیں۔ ہم اس کو تسلیم بھی کرلیں

Marfat.com

تو یہ بات صرف ان علوم میں صادق آئے گی جن میں عقل کو استقلال و دخل حاصل ہو، اور ایسے علوم ہماری بحث سے خارج ہیں اوز لایعنی و بے فائدہ کے دائرے میں داخل ہیں۔ یہ علوم، آخرت میں جو کہ دائمی ہے۔ کار آمد نہیں اور نجاتِ اخروی ان سے متعلق نہیں ہے۔ کلام تو ان علوم میں ہو رہا ہے جن کو عقل سمجھنے سے عاجز ہوتی ہے اور جو طریقۂ نبوت سے وابستہ ہیں اور نجات اخروی ان سے مربوط ہے...... الٰہیات میں اور ذات و صفات و افعالِ واجب جل سلطانہ میں جو نادانیاں انہوں نے بگھاری ہیں، اور ایمان باللہ اور ایمان بیوم آخر میں جو جو مخالفتیں نصوصِ قرآنیہ کی انہوں نے کی ہیں، ان کا تھوڑا سا بیان اوپر گذر چکا ہے۔ رہ گیا علمِ ہندسہ وغیرہ جو ان فلاسفہ سے یک گونہ مخصوص ہے اگر یہ علم تام و مکمل بھی ہو تو (آخرت میں) کیا کام آئے گا اور کون سا عذاب اور وبالِ آخرت یہ دور کر دے گا...... اور جو علم، آخرت میں کام نہ آئے لایعنی ہے۔ علمِ منطق جو کہ فکرِ صحیح اور فکرِ سقیم میں امتیاز کرنے کا ایک آلہ ہے اور جس کو خطا سے محفوظ رکھنے والا کہتے ہیں وہ علم منطق جب ان فلاسفہ کے ہی کام نہ آیا اور اس نے مقصد اعلیٰ میں ان کو غلطی و خطا سے نہ نکالا تو پھر دوسروں کے کام کیسے آجائے گا اور دوسروں کو خطا سے رہائی کیسے دے گا؟ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا و هب لنا من لدنك رحمةً انك انت الوهاب (اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد ٹیڑھا نہ کرنا اور اپنے پاس سے ہمیں رحمت عطا فرمانا، بیشک تو بڑا عطا کرنے والا ہے) بعض لوگ جو کہ علوم فلسفیہ کو اپنا نصب العین بنائے ہوئے ہیں اور فلسفے کی ملمع کاری پر فریفتہ ہیں وہ اس جماعتِ فلاسفہ کو حکماء جانتے ہیں اور (نعوذ باللہ) انبیاء علیہم السلام کی مانند سمجھتے ہیں۔ بلکہ اندیشہ یہ ہے کہ وہ ان کے علومِ کاذبہ کو سچا جان کر کہیں شرائع انبیاء پر ان علومِ کاذبہ کو ترجیح نہ دے دیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ہمیں عقیدۂ بد سے پناہ دے۔ ہاں ہاں جب ان کو حکماء جانیں گے اور ان کے علم کو حکمت کہیں گے تو ضرور اس (مذکورۂ بالا) بلا میں گرفتار ہوں گے۔ اس لیے کہ حکمت نام ہے کسی چیز کے علم کا جو مطابقِ نفس الامر ہو۔ اب جو علوم بھی ان حکماء کے علوم کے مخالف ہوں گے وہ لامحالہ (ان کے گمان میں) نفس الامر سے مطابقت نہ رکھیں گے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ حکماء اور ان کے علوم کی تصدیق کرنا انبیاء علیہم السلام اور ان کے علوم کی تکذیب کرنے کے مرادف ہے اس لیے کہ دونوں علوم ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک کی تصدیق سے دوسرے کی تکذیب لازم آتی ہے۔ اب جس کا جی چاہے وہ فلسفی بن جائے اور گروہِ شیطان میں داخل ہو کر خائب و خاسر ہو جائے، اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں فمن شاء فلیومن و من شاء فلیکفر انا اعتدنا للظالمین نارا احاط بہم سرادقہا و ان یستغیثوا یغاثو بماءٍ کالمہل یشوی الوجوہ بئس الشراب وسائت مرتفقا (پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کرے، بیشک ہم نے کافروں کے لیے آگ تیار کر رکھی ہے جس کے پردے کافروں کو احاطہ کر لیں گے، اگر وہاں وہ کافر فریاد کریں گے تو ایسا پانی پلایا جائے گا جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو گا اور جو ان کا منہ جھلس دے گا۔ یہ بُرا پینا ہے اور دوزخ بُری آرام گاہ ہے) ایضا۔

متبدی کی ترقی ذکر سے وابستہ ہے، جبکہ منتہی کی تلاوت قرآن

ادائے نماز بطور قرات سے

متبدی طالب کے لیے بغیر ذکر کے چارہ نہیں، اس لیے کہ اس کی ترقی ذکر ہی سے متعلق ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ ذکر کو کسی شیخ کامل و مکمل سے حاصل کیا

Marfat.com

ہو، اگر یہ شرط ملحوظ نہ رہی تو بسا اوقات وہ ذکر، "اورادِ ابرار" کے قبیل سے ہوگا، جس کا ثواب تو ملے گا مگر وہ ذریعۂ قرب نہ بن سکے گا۔ اور اس مقام تک نہ پہنچا سکے گا جہاں اس کے ذریعہ، مقربین پہنچ جاتے ہیں۔ ویسے (شاذ و نادر طور پر) یہ ہو سکتا ہے کہ فضل خداوندی کسی شیخ کے توسط کے بغیر بھی کسی طالب کی تربیت فرمادے اور تکرارِ ذکر اس کو مقرب بنادے بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ بغیر تکرارِ ذکر کے اس کو مراتب قرب سے مشرف فرمادے اور اپنے اولیا میں شامل کرلے۔ لیکن یہ شرط (شیخ کامل کی) اکثر کے لحاظ سے ہے اور حکمت و عادت خداوندی کے موافق ہے۔ جب فضل خداوندی سے وہ معاملہ جو ذکر سے وابستہ ہے مکمل ہو جاتا ہے اور ہوائے نفسانی کے جھوٹے معبودوں سے رہائی میسر آجاتی ہے نیز نفس امارہ نفس مطمئنہ بن جاتا ہے اس وقت ذکر سے ترقی حاصل نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ ذکر، "اورادِ ابرار" کا حکم رکھتا ہے۔ اس وقت تو مراتبِ قرب، تلاوتِ قرآن اور ادائے نماز بطول قرأت سے حاصل ہوتے ہیں، پہلے جو ذکر کرنے سے حاصل ہوتا تھا، اب وہ تلاوتِ قرآن سے حاصل ہوتا ہے خصوصاً جبکہ تلاوتِ قرآن، نماز کے اندر ہو۔ حاصل کلام یہ ہے کہ انتہا میں ذکر اس تلاوتِ قرآن کا حکم پیدا کرلیتا ہے جو ابتداء میں کی جاتی تھی اور جو (زیادہ سے زیادہ) از قبیل "اورادِ ابرار" تھی۔ اور تلاوت اس ذکر کا حکم پیدا کرلیتی ہے جو کہ ابتداء و توسط میں مقربات میں سے تھا۔ عجیب معاملہ ہے کہ اس وقت (انتہاء میں) اگر ذکر کی تکرار بعنوان قرات قرآن ہو اور "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" سے ذکر شروع ہو تو اس سی وہی فائدہ حاصل ہوتا ہے جو تلاوت قرآن سے میسر ہوتا ہے...... ہر عمل کا ایک موقع اور ایک موسم ہے اگر اس موقع و موسم میں اس کو کیا جائے تو حسن و ملاحت پیدا کرتا ہے اور اس موقع و موسم میں ادا نہ کیا جائے تو بسا اوقات وہ خطا بن جاتا ہے

Marfat.com

اگرچہ نیک عمل ہو قرأت فاتحہ کو دیکھو۔ تشہد کے موقع پر سورۂ فاتحہ پڑھنی خطا ہے، اگرچہ سورۂ فاتحہ ام الکتاب ہے۔ پس راہنما مرشد اس راہ میں ضروریات سے ہوا اور اس کی تعلیم وہدایت بھی اہم مہمات سے ہوئی......

طبعی خواہشیں عبدیت کے منافی نہیں

جب تک طبیعت باقی ہے خواہشیں قائم ہیں۔ گرمی کے وقت طبیعت بے اختیار، سردی کی طرف مائل ہوتی ہے اور سردی کے وقت گرمی کی رغبت ہوتی ہے۔ اس قسم کی خواہشیں منافیٔ عبودیت اور ہوائے نفس کی گرفتاری کا سبب نہیں ہیں اس لیے کہ ضروریاتِ طبیعت دائرۂ تکلیف سے خارج اور ہوائے نفسِ امارہ سے باہر ہیں۔ خواہشاتِ نفس (کا تعلق) یا فضولِ مباح (زائد از ضرورت) سے ہے یا مشتبہ یا حرام سے، اور جو ضروری ہے اس سے نفس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ پس گرفتاری وبدکرداری پیدا ہوتی ہے۔ فضولیاتِ افعال سے اگرچہ از قسم مباح ہو اس لیے کہ فضولِ مباح (زائد از ضرورت) کا حرام سے پڑوس کا تعلق ہے۔ اگر بندہ اپنے لعین دشمن، شیطان کے بھکانے سے فضولِ مباح سے آگے قدم رکھے گا تو بے اختیار محرمات میں گرے گا۔ پس مباح ضروری پر اقتصار ضروری ہوا کہ اگر اس مقام سے لغزش ہوئی تو (زیادہ سے زیادہ) فضولِ مُباح میں آگرے گا اور اگر فضول مباحات میں مقام ومسکن ہے تو لغزشِ قدم واقع ہونے پر ناچار محرمات میں گر پڑے گا۔ (مکتوبات ۷ ۲ دفتر سوم ملا علی کشمی)

مومن کے قلب میں اللہ کی طرف سے واعظ کا تقرر ہونا

بعض خواہشات ایسی ہیں کہ ان کا حصول خارج سے ہوتا ہے...... اور خارج یا واعظِ حضرت رحمٰن ہے جو کہ القائے خیرات کرتا ہے اس لیے کہ (حدیث کی رو

Marfat.com

سے) ہر مومن کے قلب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک واعظ موجود ہے۔ یا وہ خارج شیطان ہے کہ اس کا القاء، شر اور عداوت ہے۔ (قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے) "شیطان وعدہ کرتا ہے ان سے (اپنے متبعین سے) اور ان کو آرزوؤں میں مبتلا کرتا ہے اور شیطان ان سے نہیں وعدہ کرتا ہے مگر دھوکے کا"۔ ایضاً۔

نفسِ امارہ طاعتِ شیطان چاہتا ہے

بالجملہ ہر وہ فساد جس کا منشاء اور مولد نفسِ امارہ ہے۔ مرضِ ذاتی، سم قاتل اور منافی مقام بندگی ہے اور ہر وہ فساد جو باہر سے آئے اگرچہ القائے شیطانی ہو عارضی امراض سے ہے جو معمولی علاج سے زائل ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کید الشیطان کان ضعیفا (بیشک شیطان کا مکر کمزور ہے) ہمارا نفس ہمارے لیے بڑی بلا ہے اور ہمارا دشمنِ جانی ہمارا ایہی بُرا ساتھی ہے۔ باہر کا دشمن اسی کی مدد سے ہم پر غلبہ پاتا ہے۔ وہ اسی نفس کی اعانت سے ہم کو ہمارے مقام سے ہٹاتا ہے۔ جاہل ترین شے نفسِ امارہ ہے جو اپنا ہی بد خواہ ہے، اس کا نصب العین خود ہلاک کرنا ہے اور اس کی بڑی تمنا حضرتِ رحمٰن کی معصیت کرنا ہے جو کہ اس کا اور اس کی نعمتوں کا مالک ہے۔ نیز طاعتِ شیطان، نفسِ امارہ کو مطلوب ہے۔ وہ شیطان جو کہ اس کا دشمن جانی ہے۔ جاننا چاہئے کہ مرض ذاتی اور مرض عارضی نیز فساد داخلی اور فساد خارجی کے درمیان تمیز کرنا بہت دشوار ہے۔ اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی ناقص اپنے زعم باطل کی بنا پر خود کو کامل سمجھ کر اپنے مرضِ ذاتی کو مرضِ عارضی سمجھ بیٹھے۔ میں اس راز کے لکھنے کی جرأت نہیں کر رہا تھا اور اس حقیقت کا اظہار مناسب نہیں سمجھتا تھا۔ سترہ سال کے قریب ہو گئے ہیں خود اشتباہ میں تھا اور فساد ذاتی کو فساد عارضی سے مختلط کیے ہوئے تھا۔ اب حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے حق کو باطل سے جدا کر کے دکھا دیا اور مرض ذاتی کو

Marfat.com

مرض عارضی سے متمیز کرادیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اس نعمت پر اور اس کی تمام نعمتوں پر۔ ایضاً۔

عالم ارواح، عالم مثال اور عالم اجساد کے بارے میں حقائق و معارف

تم نے لکھا تھا کہ روح، بدن کے تعلق سے پہلے عالم مثال میں تھی اور مفارقتِ بدن کے بعد پھر عالم مثال میں جائیں گے پس عذاب قبر عالم مثال میں ہو گا۔ جیسا کہ عالمِ مثال کے اندر خواب میں درد و تکلیف کا احساس کیا جاتا ہے۔ یہ بھی لکھا تھا کہ یہ بات بہت سی شاخیں رکھتی ہے اگر اس کو قبول کر لیا جائے تو اس سے بہت سے مسائل فروعیہ بر آمد ہوں گے۔ جاننا چاہئے کہ اس قسم کے خیالات سچائی سے کم حصہ پائے ہوئے ہیں ایسا نہ ہو کہ یہ خیالات تم کو غلط راستہ پر ڈال دیں۔ چند کلمات، ضرورت کی بنا پر باوجود موانع کے اس بحث کی تحقیق میں لکھے جاتے ہیں۔ واللہ سبحانہ الھادی الیٰ سبیل الرشاد (اللہ تعالیٰ ہی سیدھے راستے کا ہدایت کرنے والا ہے)۔

برادرم، عالم ممکنات کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں (۱) عالمِ ارواح (۲) عالم مثال (۳) عالمِ اجساد۔ عالمِ مثال کو برزخ بھی کہتے ہیں۔ یہ عالمِ مثال یا برزخ، عالمِ ارواح اور عالم اجساد کے درمیان ہے، نیز کہا گیا ہے کہ عالم مثال باقی دونوں عالم کے معانی و حقائق کے لیے ایک آئینے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اجساد و ارواح کے معانی و حقائق عالم مثال میں لطیف شکلوں کے اندر ظاہر ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ اس عالم مثال میں ہر معنی و حقیقت کے مناسب ایک جداگانہ صورت و ہیئت ہے۔ عالمِ مثال فی حد ذاتہ صورتوں، ہیئتوں اور شکلوں کو اپنے اندر نہیں رکھتا صورتیں شکلیں دوسرے عالم سے منعکس ہو کر اس میں ظہور پذیر ہوتی ہیں جیسے آئینہ ہوتا ہے کہ اپنی ذات سے وہ کوئی صورت اپنے اندر لیے ہوئے نہیں ہے اس

Marfat.com

میں جو صورت موجود ہے وہ باہر سے آئی ہوئی ہے۔ جب یہ بات معلوم ہو گئی تو جاننا چاہیے کہ روح، بدن کے تعلق سے پہلے اپنے عالم (عالم ارواح میں تھی) جو کہ عالمِ مثال کے اوپر ہے اور تعلق بدن کے بعد اگر روح نیچے اتری ہے تو عالم اجساد میں علاقۂ حُبّی کی وجہ سے اتری ہے۔ (غرضکہ) اس کو عالمِ مثال سے کوئی واسطہ نہیں ہے نہ تعلق بدن سے پہلے نہ تعلق بدن کے بعد۔ اس سے زیادہ نہیں کہ بعض اوقات بتوفیق خداوندی وہ اپنے بعض حالات کو عالم مثال کے آئینے میں مطالعہ کر لیتی ہے اور اس کو اپنے احوال کا حُسن و قبح، عالمِ مثال سے معلوم ہو جاتا ہے، چنانچہ کشف و خواب میں یہ حقیقت واضح ہے...... بعد از مفارقت بدن اگر روح، علوی ہے تو اوپر کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور سفلی ہے تو پستی میں گرفتار ہو جاتی ہے۔ الغرض عالمِ مثال سے اس کو کوئی سروکار نہیں۔ عالمِ مثال تو "ازبرائے دیدن" (دیکھنے کے لیے) ہے نہ کہ "ازبرائے بودن" (رہنے کے لیے) روح کے رہنے کی جگہ یا تو عالمِ ارواح ہے یا عالمِ اجساد۔ عالمِ مثال کی حیثیت ان ہر دو عالم کے لیے آئینے کی ہے۔ اس سے زیادہ نہیں جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اور خواب کے اندر جو تکلیف عالم مثال میں محسوس ہوتی ہے وہ اس عقوبت و سزا کی ایک صورت و شکل ہے جس کا مستحق دیکھنے والا ہوتا ہے۔ تنبیہ کے لیے یہ بات اس پر ظاہر کر دی جاتی ہے۔ عذاب قبر اس قبیل سے نہیں ہے وہ تو حقیقتِ عقوبت ہے صورت عقوبت نہیں ہے۔ نیز وہ تکلیف جو خواب میں محسوس ہوتی ہے اگر بالفرض اپنے اندر حقیقت بھی رکھتی ہو تو وہ دنیوی تکلیفوں کی قسم سے ہو گی اور عذاب قبر، عالم عذابِ اخروی سے ہے۔ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ کیونکہ عذابِ دنیوی کی عذاب اخروی کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں پناہ بخدا۔ آتش دوزخ کی اگر ایک چنگاری دنیا میں آجائے تو ساری دنیا کو بالکلیہ سوختہ اور نابود

Marfat.com

کر دے۔ عذابِ قبر کو خواب کی طرح ماننا صورتِ عذاب اور حقیقت عذاب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ہے۔ اور یہ اشتباہ یوں بھی پیدا ہوتا ہے کہ عذابِ دنیا اور عذاب آخرت کی مجانست و مماثلت کا توہم ہو جاتا ہے حالانکہ یہ بات باطل ہے اور کیسی کچھ باطل بالکل کھلی ہوئی باطل۔ اگر یہ سوال ہو کہ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا و التی لم تمت فی منامھا سے معلوم ہوتا ہے کہ ارواح کا قبض کرنا جس طرح موت میں ہوتا ہے خواب میں بھی ہوتا ہے پھر ایک کی (یعنی خواب کی) تکلیف کو دنیا کی تکلیفوں میں شمار کرنا اور دوسرے کی (یعنی موت کی) تکلیف کو عذاب ہائے آخرت سے کہنا کس وجہ سے ہے؟ جواب یہ ہے کہ توفی نوم، اس طرح کی ہے جیسے کوئی اپنے وطنِ مالوف سے شوق و رغبت کے ساتھ سیر و تماشا کے لیے کہیں باہر جائے تاکہ فرحت و سرور حاصل کرے اور پھر شاداں و فرحاں اپنے وطن کی طرف واپسی ہو جائے۔ اس کی (توفئ نوم کی) سیر گاہ، عالمِ مثال ہے جس میں عجائب ملک و ملکوت ہیں۔ لیکن توفئ موت ایسی نہیں ہے وہاں تو وطنِ مالوف کا انہدام اور بنائے معمور کی تخریب ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ توفئ نوم میں محنت و کلفت حاصل نہیں ہوتی بلکہ وہ فرح و سرور کو متضمن ہوتی ہے، بر خلاف توفئ موت کے اس میں شدت و کلفت ہے پس متوفائے نومی کا وطن دنیا ہوتا ہے اس سے جو معاملہ ہوگا معاملات دنیا میں سے ہوگا اور متوفائے موتی اپنے وطنِ مالوف کی تخریب کے بعد آخرت کی طرف انتقال کرتا ہے اس کا معاملہ معاملاتِ اخروی سے ہو گیا۔ "من مات فقد قامت قیامتہ" (رواہ الدیلمی...... عن انس) جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی اس حدیث کو تم نے سنا ہوگا۔ خبردار کشوفِ خیالی اور ظہور مثالی کی وجہ سے اہل سنت و جماعت کے اعتقادات کو ہاتھ سے نہ دینا اور اپنے خواب و خیال پر مغرور نہ ہو جانا۔ نجات اس فرقۂ ناجیہ کی

Marfat.com

متابعت کے بغیر متصور نہیں۔ اگر آرزوئے نجات رکھتے ہو تو خوش طبعی کی باتیں چھوڑ کر جان و دل سے بزرگانِ اہل سنت و جماعت کے اتباع کی کوشش کرو خبر کرنا شرط ہے۔ قاصد کی ذمہ داری پیغام پہونچانے کی ہے اور بس۔ تمہاری عبارت کے "انبساط" نے مجھ کو اس توہم میں ڈال دیا کہ اس کا بڑا امکان ہے کہ یہ تخیلات تم کو اکابر اہل سنت کی تقلید سے باہر اور اپنے ذاتی کشف کا تابع کر دیں۔ نعوذ باللہ سبحانہ منہا و من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا۔ شیطان دشمنِ قوی ہے، خبر دار ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو صراطِ مستقیم اور شاہراہ حق سے ہٹا کر (تنگ) گلیوں میں ڈال دے۔ (مکتوب ۱۳۱ دفتر سوم بنام ملا بدر الدین)

ایک خاتون کو نصیحتیں

نصیحت جو کی جا رہی ہے وہ یہ ہے کہ اول علمائے اہل سنت و جماعت، جو کہ فرقۂ ناجیہ ہیں۔ کی آراء کے مطابق، تصحیحِ عقائد ہو بعد از تصحیح عقائد احکام فقیہہ کے مقتضیٰ پر عمل کرنا ضروری ہے۔ (شریعت کی طرف سے) جس کا حکم دیا گیا ہے اس کی بجا آوری اور جس سے باز رکھا گیا ہے۔ اس سے اجتناب کیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ پانچ وقت کی نماز بغیر سستی و نقصان کے اس کے شرائط کی رعایت کرتے ہوئے اور تعدیلِ ارکان کا لحاظ رکھتے ہوئے ادا کی جائے۔ سونا چاندی نصاب کے مطابق ہو تو ادائے زکوٰۃ بھی ضروری ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے عورتوں کے زیور میں بھی زکوٰۃ دینے کو فرمایا ہے۔ اپنے اوقات کو لہو و لعب میں صرف نہ کرنا چاہیے اور لایعنی امور میں عمر گرامی کو ضائع نہ کیا جائے۔ چہ جائے کہ ان امور میں زندگانی صرف کی جائے جن کے کرنے سے (بہت زیادہ) منع کیا گیا ہے اور جو (صریح طور پر) ممنوعاتِ شرعیہ میں سے ہیں۔ سرود و نغمہ کی طرف رغبت نہ کرنی چاہیے اور نہ اس کی لذت پر فریفتہ ہوا جائے۔ اس لیے کہ یہ ایک

Marfat.com

ایسا زہر ہے جو شہد اور شکر ملا ہوا ہے۔ غیبت اور چغلخوری سے اپنے کو محفوظ رکھیں اس لیے کہ شرعی وعیدیں ان ہر دو بد اخلاقیوں کے ارتکاب پر وارد ہوئی ہیں، جھوٹ بولنے اور بہتان باندھنے سے بھی اجتناب ضروری ہے اس لیے کہ یہ دونوں خراب عادتیں تمام ادیان میں حرام ہیں اور ان کے مرتکبین کے لیے بہت سی وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ مخلوق کے عیبوں اور گناہوں کو دبانا اور چھپانا اور ان کی لغزشوں سے چشم پوشی کرنا عزائم امور (کارہائے ہمت) سے ہے۔ غلاموں، کنیزوں اور نوکروں پر شفقت اور مہربانی کی جائے اور (خدمت کی انجام دہی میں) ان کی تقصیرات پر مواخذہ نہ کرنا چاہیے۔ موقع بے موقع ان بیچاروں کو مارنا، برا بھلا کہنا اور تکلیف و اذیت پہونچانا۔ غیر مناسب بات ہے۔ اپنی تقصیرات پر نظر کرنا چاہیے کہ جناب قدس خداوندی میں ہر ساعت واقع ہوتی رہتی ہیں (پھر بھی) اللہ تعالیٰ ان تقصیرات کے مواخذے میں تعجیل نہیں فرماتا اور رزق کا دروازہ بند نہیں کرتا۔ تصحیح عقائد اور احکام فقیہ کی ادائیگی کے بعد اپنے اوقات کو ذکر الٰہی میں مستغرق رکھنا چاہئے اور جس طریقہ پر ذکر خدا کو ہم نے اخذ کیا ہے اسی طرح ذکر کرنا چاہیے۔ ذکر کے منافی جو چیز بھی ہو اس کو اپنا دشمن سمجھ کر اس سے اجتناب لازم ہے۔

ہرچہ جز ذکر خدائے احسن است
گر شکر خوردن بود جاں کندن است

خداوند قدوس کی یاد کے سوا جو کچھ ہے اگر مٹھائی کھانا بھی ہے تو بس جان برباد کرنا ہے۔ (مکتوب ۳۴ دفتر سوم بنام والدہ میر محمد امین)

قلب کو ستانا کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے

قلب، ہمسایۂ حق سبحانہ ہے اور قلب کی مانند کوئی چیز جناب قدس سے

Marfat.com

نزدیک تر نہیں ہے۔ پس قلب کے ستانے سے مطلقاً پرہیز کرو خواہ کوئی بھی ہو مطیع ہو یا عاصی۔ اس لیے کہ ہمسایے کی حمایت و حفاظت کی جاتی ہے اگرچہ وہ عاصی کیوں نہ ہو۔ پس ایذائے قلب سے ڈرو اور بہت ڈرو کیونکہ کفر کے بعد جو کہ باعثِ آزار حق تعالیٰ ہے کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جو قلب کو تکلیف پہونچانے سے زیادہ ہو اس لیے کہ قلب ایک ایسی قریب ترین شے ہے جس کے ذریعے حق تعالیٰ سے واصل ہوتے ہیں۔ تمام مخلوق بندگانِ خدا میں شامل ہے۔ اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ کسی غلام کو مارنا اور اس کی توہین کرنا اس کے آقا کی ایذا کا سبب ہے پس خیال کرنا چاہیے اس آقائے حقیقی کی عظمتِ شان کا جو مالک علی الاطلاق ہے اور اس کا لحاظ کر کے اس کی مخلوق میں متصرف نہ کرے مگر اسی قدر جس کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ اتنا تصرف، داخل ایذاء نہیں ہے بلکہ بجا آوریٔ حکم ہے۔ جیسا کہ بے شادی شدہ زانی کہ اس کی سزا سو ۱۰۰ کوڑے ہیں پس اگر کوئی شخص ان سو ۱۰۰ پر زیادتی کرے گا تو یہ فعل، ظلم اور داخلِ ایذاء ہو جائے گا۔ نیز جاننا چاہیے کہ قلب، مخلوقات میں افضل و اشرف ہے اور جس طرح انسان مخلوقات میں افضل ہے اپنی اجمالیت اور شمولیت کی بنا پر کہ عالمِ کبیر میں جو کچھ موجود ہے وہ اس کے اندر موجود ہے اسی طرح قلب بھی اپنے کمالِ عدم ترکب اور اجمالیت و شمولیت میں افضل ہے یعنی انسان میں جو خصوصیت ہے وہ قلب میں بھی موجود ہے اور جب کوئی شے ازروئے اجمال قوی تر ہو اور ازروئے جمعیت و شمولیت کثیر تر ہو تو وہ جنابِ قدس تعالیٰ سے قریب تر ہوتی ہے۔ (مکتوب ۴۵ دفتر سوم بنام مولانا سلطان سرہندی)

فتح و نصرت میں دعا کی حیثیت ہر کسے را بہر کارے ساختند

(ہر ایک کو کسی نہ کسی کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے) کارخانۂ خداوندی میں

Marfat.com

کسی چیز کا عبث و لغو ہونا محال ہے۔ جو کام لشکرِ غزا و جہاد سے وابستہ ہے وہ پایۂ دولتِ قاہرۂ سلطنت کی تقویت و تائید ہے کیونکہ اسی سے شریعتِ روشن کی ترویج و اشاعت متعلق ہے...... اور یہی کارِ جلیل الاعتبار اس لشکرِ دعا سے بھی رکھتا ہے جو ارباب فقر اور اصحابِ مصیبت وبلا کا شکر ہے۔ فتح و نصرت دو قسم کی ہے ایک قسم وہ ہے جو اسباب سے مربوط کی گئی ہے اور صورتِ فتح و نصرت ہے اس کا تعلق لشکر غزاء و جہاد سے ہے۔ دوسری قسم، حقیقتِ فتح و نصرت ہے جو مسبب الاسباب کے پاس سے آتی ہے۔ وما النصر الا من عند اللہ (نہیں ہے نصرت و مدد مگر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے) یہ آیت (دوسری قسم) کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور اس کا تعلق فقط لشکرِ دعا سے ہے۔ لشکرِ دعا اپنی عاجزی و انکساری کی بنا پر لشکرِ غزا سے سبقت لے گیا ہے اور اس نے سبب سے مسبب کی طرف رہنمائی کی ہے۔ ع

بردند شکستگاں ازیں میداں گوئے

(شکستہ دل اور ٹوٹے پھوٹے حال والے ہی اس میدان میں سبقت لے گئے) نیز دعا رد قضا کرتی ہے۔ چنانچہ مخبر صادق ﷺ فرماتے ہیں لا یرد القضاء الا الدعا۔ یعنی قضا کو دعا کے علاوہ کوئی چیز نہیں رد کر سکتی۔ سیف و جہاد میں یہ قوت نہیں ہے کہ ردِّ قضا کرے۔ پس لشکرِ دعا، ضعف و شکستگی کے باوجود لشکرِ غزا سے زیادہ قوی ہے نیز لشکرِ دعا لشکرِ غزا کے لیے مانند روح ہے اور لشکر غزا، لشکر دعا کا جسم و قالب ہے، پس لشکرِ غزا کو لشکرِ دعا کے بغیر چارۂ کار نہیں کیونکہ جسم بے روح قابلِ تائید و نصرت نہیں ہوا کرتا۔ اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ سے منقول ہے کہ آپ فقرائے مہاجرین کے توسل سے فتح و نصرت طلب فرمایا کرتے تھے حالانکہ لشکرِ غزا موجود تھا اور محاربین و مجاہدین کو غلبہ بھی حاصل تھا۔ پس فقراء جو کہ لشکرِ دعا ہیں کسی دن کام آجاتے ہیں باوجود اپنی خواری و زاری اور بے اعتباری

Marfat.com

کے کہ الفقر سواد الوجہ فی الدارین (بعض اوقات مفلسی و کم مائیگی دونوں جہان کی روسیاہی کا باعث بھی ہو جاتی ہے) اس جملے کو ان کے بارے میں کہا گیا ہے اور وہ اس بے اعتباری کے ہوتے اعتبار پیدا کر لیتے ہیں اور سب سے آگے ہو جاتے ہیں۔ مخبر صادق علیہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن خونِ شہداء کو علماء کی روشنائی کے ساتھ وزن کریں گے علماء کی روشنائی کا پلہّ جھک جائے گا۔ سبحان اللہ یہ سیاہی اور سیاہ روی ان کے لیے باعثِ عزت و سرخرو بن گئی اور اس نے ان کے درجے کو پستی سے بلندی تک پہونچادیا۔

بتاریکی دروں آب حیاتست

(آب حیات تاریکی کے اندر ہے) ایک شاعر نے کیا اچھا کہا ہے ؎

غلامِ خویشتنم خواند لالہ رخسارے
سیاہ روئی من کرد عاقبت کارے

ایک لالہ رُخسار محبوب نے مجھے اپنا غلام کہا آخر کار میری سیاہی رخ نے میرا کام بنادیا

ہر چند یہ کمترین اس قابل نہیں ہے کہ اپنے آپ کو لشکرِ دعا کے افراد میں شمار کرے لیکن محض اسمِ فقرا اور احتمالِ اجابت دعا کی بنا پر خود کو دعائے دولتِ قاہرہ سے فارغ نہیں رکھتا۔ اور زبان حال و قال سے دعائے سلامتی کے ساتھ تر زبان رہتا ہے۔

تھوڑی سی جدوجہد سے ملک ابدی کا حصول ہو سکتا ہے اور تھوڑی سی غفلت سے دولت جاودانی ہاتھ سے نکل سکتی ہے

گوئے توفیق و سعادت درمیان افگندہ اند
کس بمیدان در نمی آید سواراں راچہ شد

Marfat.com

توفیق و سعادت کی گیند قضا و قدرت نے میدان میں پھینک دی ہے۔ شہسواروں کو کیا ہو گیا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی میدان میں نہیں آتا (اور توفیق وسعادت کو حاصل نہیں کرتا)

دنیاء فانی کے تلذذات اور تنعّمات اس وقت خوش گوار اور قابل ہضم ہوتے ہیں جبکہ ان کے ضمن میں شریعت منورہ کے تقاضوں پر بھی عمل ہو اور آخرت کو بھی ان کے ساتھ شامل کر لیا گیا ہو۔ ورنہ یہ دنیا کی لذتیں شکر میں ملے ہوئے اس زہر قاتل کا حکم رکھتی ہیں جس سے کسی بیوقوف کو (بآسانی) فریب دیا جا سکے۔ اگر اس زہر کا علاج، حکیم مطلق جل شانہ کے تریاق سے نہ کیا جائے اور اس (زہریلی) شیرینی کی تلافی، اوامر و نواہیٔ شرعیہ کی تلخی سے نہ کی جائے تو بڑے خسارے اور بڑے افسوس کی بات ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بموافق شریعت، جس کا دارومدار سہولت پر ہے تھوڑی سی جدوجہد سے ملک ابدی حاصل ہوتا ہے اور تھوڑی سی غفلت اور بے پرواہی سے یہ دولتِ جاودانی ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ عقلِ دور اندیش کو کام میں لایا جائے اور (نادان) بچوں کی طرح معمولی چیزوں کو (اس دولتِ جاودانی کا) بدل اور عوض نہ ٹھہرایا جائے۔ یہی ڈیوٹی جو آپ سے متعلق ہے اگر اس کو شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ادائیگی کے ساتھ ملالیں تو کار انبیاء انجام دیں گے اور دین مبین کو منور و معمور کر دیں گے ہم فقیر اگر سالہا سال جان کھپائیں تب بھی اس عمل میں آپ جیسے شاہبازوں کی گرد کو نہ پہونچ سکیں گے۔

گوئے توفیق و سعادت درمیان افگندہ اند
کس بمیداں در نمی آید سواراں راچہ شد

(مکتوب ۵۴ دفتر سوم بنام خان جہاں)

Marfat.com

دنیا کے پیچھے بھاگنے والے کی حالت زار پر اظہار رنج

فقر کی تنگیوں سے بھاگ کر اغنیا کے پاس اپنی التجا لے گئے اور تلذذات وتنعمّات سے سازباز کرلی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (انہوں نے اس سلسلے میں اچھی طرح غور نہیں کیا ہے اگر وہ صحبت اغنیاء میں رہ کر بہت ترقی کریں گے تو ہزاری ہو جائیں گے۔ راجہ مان سنگھ سے اونچے نہیں ہو سکتے جو کہ پنجہزاری یا ہفتہزاری منصب رکھتا تھا۔ اور بالفرض تم مان سنگھ والے منصب پر بھی پہونچ گئے تو سوچو اور غور کرو تم نے کیا کارِ نمایاں انجام دیا اور کون سی بزرگی حاصل کرلی؟ کیا فقیری کی حالت میں روٹی نہیں ملتی تھی؟ اب (زیادہ سے زیادہ) یہ ہو گیا کہ گھی سے ترکی ہوئی روٹی کھا رہے ہو۔ وہ حالت بھی گذر گئی، یہ حالت بھی گذر جائے گی لیکن تصور تو کرو کہ کیا چیز تمہارے ہاتھ سے نکل گئی اور برابر نکلتی جارہی ہے اور تم پہلے سے زیادہ مفلس ہو رہے ہو۔ جو شخص اپنے نقصان پر راضی ہو وہ شفقت وہمدردی کا مستحق نہیں ہوتا ہے۔ اب جبکہ تم اس حالت میں مبتلا ہو ہی گئے تو اس امر کی کوشش کرو کہ طریقِ استقامت اور التزام شریعت کا دامن تمہارے ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے اور شغل باطن میں بھی کوئی خلل نہ واقع ہو۔ ہرچند دنیا کے ساتھ اس بات کا جمع کرنا مشکل ہے اس لیے کہ یہ تو ضدّین کا جمع کرنا ہے۔ بس اتنا ہے کہ یہ وضع اور حالت جو تم نے اختیار کرلی ہے اور یہ کار خدمت جس کی جانب تم اب متوجہ ہو اگر اس میں تصحیح کرلی جائے گی تو داخلِ جہاد ہو کر عمل نیک بن جائے گا۔ لیکن تصحیح نیت ہے مشکل کام۔ آج تو تمہارے سپرد یہ خدمت ہے جو فی الجملہ اچھی ہے کل کو شاید کوئی اور ڈیوٹی لگادی جائے جو عینِ وبال ہو۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ مشکل کام ہے ہشیار رہیں۔ خبر کرنا شرط ہے۔

(مکتوب ۵۵ دفتر سوم بنام ممریز خان افغان)

Marfat.com

مومن قوی مومن ضعیف سے بہتر ہے، گوشہ نشینی ضعیفوں اور عورتوں کے لیے مناسب ہے

جس سپاہی نے بھی اپنی قیمت پیدا کی ہے غلبۂ اعدا کے وقت میں کی ہے۔ ہر چند کہ گوشے میں سلامتی ہے، لیکن دولتِ غزاو شہادت تو میدان میں ہے کُنج و زاویہ عورتوں اور ضعیفوں کے لیے مناسب ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''مومن قوی مومن ضعیف سے بہتر ہے''۔ قوی اور طاقتور مردوں کا کام جنگ اور معرکۂ کبریٰ ہے۔ قل کل یعمل علیٰ شاکلتہ فربکم اعلم بمن ہو اہدیٰ سبیلا۔ (کہہ دیجیے کہ ہر شخص اپنے اپنے طریقے پر کام کرتا ہے پس تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے اس شخص کو جو زیادہ راہ یاب ہے۔ (مکتوب ۵۶ دفتر سوم بنام خواجہ عبداللہ وغیرہم)

نفس امارہ شر محض ہے اپنے اندر بوئے خیریت نہیں رکھتا

...... حقیقتِ انسان اور اس کی ذات، عدم ہے جو کہ حقیقتِ نفسِ ناطقہ ہے ابتداء میں اس نفس کو نفس امارہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ہر انسان لفظ انا (میں) بول کر اسی نفسِ امارہ کی طرف اشارہ کرتا ہے پس ذاتِ انسان، نفسِ امارہ ہے اور تمام لطائفِ انسان، نفسِ امارہ کے قویٰ و جوارح کی مانند ہوئے۔ چونکہ عدم اپنی ذات کے لحاظ سے شرِ محض ہوتا ہے بوئے خیریت اس میں نہیں ہوتی اس لیے نفسِ امارہ بھی شرِ محض ہے اور اپنے اندر بوئے خیریت نہیں رکھتا۔ یہ نفسِ امارہ کی شرارت و جہالت ہی تو ہے کہ وہ کمالاتِ منعکسہ جو اس کے اندر بطور ظلیت، ظاہر ہو گئے ہیں ان کو وہ اپنی طرف سے سمجھتا ہے اور ان کمالات کو جو اپنی

Marfat.com

اصل کے ساتھ قائم و ثابت ہیں یہ اپنی جانب منسوب کر کے خود کو ان کمالات کی بنا پر کامل و خبیر جانتا ہے اور اسی وجہ سے اپنی سرداری کا دعویٰ کرتا ہے، نیز اپنے آپ کو کمالات کے اندر خداوند کریم کا شریک بناتا ہے، حول و قوت کو اپنی جانب سے تصور کرتا ہے، خود کو متصرف سمجھتا ہے اور چاہتا ہے کہ سب اس کے تابع رہیں اور وہ کسی کا تابع نہ ہو وہ اپنے آپ کو ہی سب سے زیادہ درست اور عزیز رکھتا ہے اور دوسروں کو اپنی ذاتی غرض سے دوست رکھتا ہے نہ کہ دوسروں کی مصلحت کے پیش نظر۔ انہیں تخیلاتِ فاسدہ کی وجہ سے وہ اپنے مولا جل سلطانہ سے عداوتِ ذاتی پیدا کرتا ہے۔ اور اس کے نازل کیے ہوئے احکام کی طرف مائل نہیں ہوتا (بلکہ) اپنی خواہشات کی پیروی اور پرستش کرتا ہے۔

حدیث قدسی میں آیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''تو اپنے نفس کو دشمن رکھ اس لیے کہ وہ میری مخالفت و دشمنی پر کمر باندھے ہوئے کھڑا ہے''۔

حضرت حق جل مجدہ نے اپنی کمال مہربانی و رحمت سے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا جو رحمتِ عالم ہیں۔ تاکہ وہ مخلوق کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت دیں اور اس دشمن (نفس امارہ) کا کارخانہ تباہ کریں نیز انسان کو اپنے خالق و مولا کی جانب راستہ دکھائیں اور جہالت و خباثت سے باہر لائیں اور اس کے نقص و شرارت سے مطلع کریں۔ جو سعادتِ ازلی رکھتا تھا اس نے ان بزرگوں (انبیاء) کی دعوت کو قبول کر لیا اور اپنی جہالت و خباثت سے باز آ گیا اور نازل شدہ احکام کا تابع و مطیع بن گیا......۔ (مکتوب ۱۰۰ دفتر سوم خواجہ محمد عبد اللہ)

''مجاز حقیقت کا پل ہے'' کی تفہیم و تشریح

برادرم محمد مقیم نے دریافت کیا تھا کہ صوفیا نے المجاز قنطرۃ الحقیقۃ، کس معنیٰ میں استعمال کیا ہے؟ جاننا چاہیے کہ مجاز، ظلِ حقیقت ہے

Marfat.com

کہ اس نے ظل سے اصل کی طرف شاہراہ کھولی ہے اسی بنا پر بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ''جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا''۔ بات یہ ہے کہ معرفتِ ظلِ معرفتِ اصل کو مستلزم ہے اس لیے کہ ظل، اپنی اصل کی صورت میں موجود ہے پس ظل، انکشافِ اصل کا سبب ہوتا ہے کیونکہ صورتِ شے وہی ہے جس سے اصل شے ظاہر ہو۔ لیکن یہ بھی جان لینا چاہیے کہ المجاز قنطرۃ الحقیقۃ اس صورت میں ہے جب کہ مجاز میں گرفتار نہ ہو جائے بلکہ ایک نظر کے بعد دوسری نظر کی نوبت نہ آنے پائے (پس) نظرِ اول قنطرۃ الحقیقۃ ہے۔ مخبر صادق علیہ السلام نے ''النظرۃ الاولیٰ لک'' فرمایا ہے۔ (یعنی پہلی نظر تیرے لیے ہے) گویا کہ لفظ لک سے اشارہ دولتِ حقیقت کے حصول کی طرف ہے اور اگر نعوذ باللہ مجاز میں گرفتار ہو گیا اور نظرۂ ثانیہ کی نوبت آئی تو وہ مجاز، راہِ وصولِ حقیقت کا مانع ہے قنطرۃ (پل) کہاں سے ہو گا؟ بلکہ وہ تو ایک بت ہے جو کہ اپنی پرستش کی دعوت دیتا ہے۔ ایک دیو ہے جو حقیقت سے روگردانی کر رہا ہے۔ اسی لیے مخبر صادق علیہ السلام نے نظرۂ ثانیہ کو مضر، جان کر ''النظرۃ الثانیہ علیک'' (دوسری نظر تیرے لیے مضر ہے) فرمایا، اس چیز سے زیادہ کون سی چیز مضر ہو گی جو حق سے باز رکھے اور باطل میں گرفتار کر دے۔ جاننا چاہیے کہ پہلی نظر بھی اس وقت نافع ہے کہ اپنے اختیار سے نہ ہو اپنی اختیار سے ہو گی تو وہ بھی دوسری نظر کا حکم رکھتی ہے۔ قرآن مجید کی یہ آیت اس مطلب کے ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم (آپ مومنین سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نظروں کو پست رکھا کریں)۔ بیوقوف صوفیائے خام نے المجاز قنطرۃ الحقیقۃ کے معنیٰ نہ سمجھ کر غلطی کی وہ حسین شکلوں میں گرفتار ہو کر ان کے عشوہ ناز پر فریفتہ ہو جاتے ہیں اس طمع میں کہ اس گرفتاری و

Marfat.com

فریفتگی کو حقیقت تک پہونچنے کا ذریعہ اور حصول مطلوب کا زینہ بنالیں۔ مگر یہ بات ہر گز درست نہیں۔ یہ تو خود راہِ مطلوب میں رکاوٹ ڈالنے والی چیز ہے اور مقصود سے روکنے کے لیے زبردست آڑ ہے۔ ایک باطل ہے جو ان کی نظر میں مزین ہو گیا ہے اور دھوکے میں آکر وہ اس کو حقیقت سمجھ بیٹھے ہیں۔ ان صوفیائے خام کی ایک جماعت ہے جو ان صورتوں کے حسن و جمال کو حُسنِ حق تعالیٰ سمجھ کر ان کے عشق میں مبتلا ہونے کو گرفتاری بحق جانتی ہے اور ان صورتوں کے مشاہدے کو مشاہدۂ حق سمجھتی ہے ان میں سے بعض نے کہا ہے ؎

امروز چوں جمالِ تو بے پردہ ظاہر است

درحیرتم کہ وعدۂ فردا برائے چیست

جبکہ آج تیرا حسن و جمال بے پردہ ظاہر ہے مجھے حیرت ہے کہ پھر قیامت میں دیدار کا وعدہ کس لیے ہے؟

اللہ تعالیٰ ان کے ان اقوال سے وراء الوراء ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ کوتاہ نظر لوگ (نہ معلوم) کیا گمان کیے ہوئے ہیں اور اس کے حسن و جمال کا نہ جانے کیا تصور کیے ہوئے ہیں......

حق تعالیٰ کی ایک تجلی سے کوہِ طور کا پارہ پارہ ہو جانا اور حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کا باوجود قربِ و منزلت کے اس تجلی سے بیہوش ہو کر گر پڑنا یہ تو نص قرآنی سے ثابت ہے اور یہ لوگ اپنی اس بیوقوفی کے باوجود ہمہ وقت بے پردہ حق تعالیٰ کو دیکھنے والے ہیں اور واعدۂ رویت اخروی پر حیرت و تعجب کا اظہار کرتے ہیں۔ لقد استکبرو فی انفسھم وعتوا عتوا کبیرا۔ (انہوں نے اپنے گمان میں اپنے آپ کو بڑا سمجھا اور بڑی سرکشی کی) علماء اہل سنت و جماعت نے اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو قبول فرمائے۔ اپنی جانیں کھپائی ہیں اور براہینِ نقلی سے مخالفین

Marfat.com

اہلِ سنت کے مقابلے میں اثباتِ رویت اخروی کیا ہے کیونکہ اہل سنت کے علاوہ جتنے مخالف فرقے ہیں ان میں سے کوئی بھی چاہے وہ کوئی ملت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ رویتِ حق تعالیٰ کا قائل نہیں ہے۔ بلکہ اس کو محالِ عقلی سمجھتا ہے اور خود اہل سنت بھی رویت باری تعالیٰ کو بلا کیف ہی مانتے اور کہتے ہیں۔ نیز آخرت کے ساتھ مخصوص رکھتے ہیں اور یہ بوالہوس (صوفیائے خام) ہیں کہ اسی دنیائے فانی میں اس دولتِ قاہرہ کے حصول کا خواب دیکھ رہے ہیں اور اپنے خیال میں مگن ہیں۔ ربنا آتنا من لدنک رحمۃ وھیٔ لنا من امرنا رشدا۔ (ہمارے رب ہم کو اپنی جانب سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں بہتری پیدا کردے) والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ ﷺ۔ (مکتوب ۶۶ دفتر سوم بنام محمد مقیم قصوری)

قلب کو حاصل ہونے والا یقین عالم مثال میں رویت و دیدار کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ رویت اس دنیا میں ممکن نہیں

تم نے دریافت کیا تھا کہ محققین صوفیاء میں سے بعض دنیا میں دیدۂ دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دیدار کے قائل ہیں جیسا کہ شیخِ عارف (حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ) اپنی کتاب عوارف المعارف میں فرماتے ہیں، موضع المشاہدۃ بصر القلب الخ (دنیا میں مشاہدہ حق تعالیٰ کا مقام دیدۂ قلب ہے)۔ اور شیخ ابو اسحٰق کلاباذی قدس سرہ جو کہ قدمائے صوفیاء اور اکابر مشائخ میں سے ہیں۔ کتاب تعرف میں فرماتے ہیں کہ ”اجماعِ صوفیاء ہے اس امر پر کہ اللہ تعالیٰ کو دنیا میں ابصار سے دیکھا جاسکتا ہے نہ قلوب سے ہاں ایقان کی جہت سے دیکھا جاسکتا ہے“۔ تم نے پوچھا تھا کہ دونوں بزرگوں کی تحقیق میں تطبیق کس طرح ہو؟ اور میری رائے بھی اس کے بارہ میں دریافت کی تھی، نیز تم نے دریافت کیا

Marfat.com

تھا کہ جب اس مسئلہ میں اختلاف ہے تو پھر اجماع کے کیا معنیٰ ہیں؟ جاننا چاہیے اللہ تعالیٰ تم کو رشد و ہدایت عطا فرمائے کہ اس فقیر کے نزدیک اس مسئلے میں مختار و پسندیدہ قول، صاحبِ تعرف کا ہے۔ فقیر کا یقین یہی ہے کہ قلوب کو اس دنیا میں سوائے ایقان کے حضرت حق جل سلطانہ سے اور کوئی حصہ نہیں ہے۔ اب اس ایقان کو رویت کہہ لو یا مشاہدہ! اور یہ بھی واضح رہے) کہ جب (دنیا میں) قلب کو بھی رویت حاصل نہیں تو ابصار کو کیا حاصل ہو گی؟ اس لیے کہ ابصار تو اس دنیا کے اندر مشاہدۂ حق کے معاملے میں، محض بے کار و معطل ہیں زیادہ سے زیادہ یہ کہہ لو کہ قلب کو معنیٰ ایقان جو حاصل ہو گیا ہے وہ معنیٰ ایقان عالمِ مثال میں بصورت رویت و دیدار ظاہر ہو جاتا ہے اور جس ذاتِ مقدس سے ایقان کا تعلق ہے وہ ذات دیکھی ہوئی شے کی صورت میں ظاہر ہو جاتی ہے۔ کیونکہ عالمِ مثال میں ہر معنیٰ کے لیے عالم شہادت (دنیا) کے مناسب ایک صورت ہے اور چونکہ عالمِ شہادت میں کمالِ یقین، رویت کی صورت میں حاصل ہوتا ہے اس لیے یہ ایقان بھی عالمِ مثال میں بصورت رویت ظاہر ہو جاتا ہے، اور جب ایقان، بصورت رویت ظاہر ہوا تو اس کا متعلق جو کہ مؤقن بہ ہے ناچار بصورت مرئی (دیدہ شد) اس جگہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ سالک جب اس کو آئینہ مثال میں مشاہدہ کرتا ہے تو آئینہ کے توسط سے غافل ہو کر اور صورت کو حقیقت جان کر سمجھتا ہے کہ اس کو حقیقۃً رویت حاصل ہو گئی ہے اور مرئی نمودار ہو گیا ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتا کہ وہ رویت اس کے صورت ایقان کی رویت ہے اور وہ دیدہ شدہ اس کے موقن بہ (متعلقِ ایقان) کی صورت ہے۔ اور یہ ان امور میں سے ہے جن میں بہت سے صوفیوں کو غلط فہمی ہو جاتی ہے اور ان کے لیے صورتیں حقائق سے ملتبس ہو جاتی ہیں۔ یہی "دید" جب غالب آتی ہے اور باطن سے ظاہر میں نکلتی

Marfat.com

ہے تو بھی بھی سالک اس توہم میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ رویت بصری بھی حاصل ہو گئی اور مطلوب گوش سے آغوش میں آگیا وہ یہ نہیں جانتا کہ اس معنیٰ کا حصول جب کہ اصل تک میں یعنی بصیرت تک میں مبنی بر توہم و تلبس ہے تو بصر جو کہ اس عالم میں بصیرت کی فرع ہے اس کی تو حیثیت ہی کیا ہے؟ بھلا (دنیا میں) بصر کو رویت کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ دنیا کے اندر رویتِ قلبی میں تو صوفیاء کا جم غفیر توہم میں پڑ گیا ہے یعنی وہ رویت قلبی کا حکم لگاتا ہے۔ مگر دنیا میں رویت بصری کے متعلق صوفیاء میں شاید کوئی ناقص ہی توہم میں پڑا ہو (کیونکہ دنیا میں ان آنکھوں سے حق تعالیٰ کا دیدار) اہل سنت و جماعت کے اجماع کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو مشکور کرے اور اجماع کے بارے میں جو تم نے دریافت کیا ہے (اس کا جواب یہ ہے کہ) ہو سکتا ہے اس وقت تک) صاحبِ تعرف کے وقت تک) وہ اختلاف جو لائقِ اعتبار ہو ظہور میں نہ آیا ہو یا اپنے زمانے کے مشائخ کا اجماع مراد ہو۔ واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ (مکتوب ۹۰ دفتر سوم بنام خواجہ محمد ہاشم کشمی)

معرفت اور ایمان حقیقی کے درمیان فرق اور اس کی نوعیت

ایک سوال یہ تھا کہ درمیان معرفت و ایمان حقیقی کیا فرق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ معرفت (پہچان) اور چیز ہے اور ایمان، دیگر شے ہے۔ اس لیے کہ معرفت، "شناختن" ہے اور ایمان "گرویدن" (مائل ہونا) ہے۔ ایک جگہ "شناختن" کا وجود ہوتا ہے مگر "گرویدن" کا وجود نہیں ہوتا۔ (چنانچہ) اہلِ کتاب کو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں معرفت حاصل تھی اور وہ شناخت کرتے تھے کہ پیغمبر ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یعرفونہ کما یعرفون ابنائہم (اہل کتاب پیغمبر آخر الزماں کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو

Marfat.com

پہچانتے ہیں) لیکن دشمنی و سرکشی کی وجہ سے چونکہ گرویدگی نہ تھی اس لیے ایمان متحقق نہ ہوا۔ اور جس طرح ایمان کی دو قسمیں ہیں، صورتِ ایمان اور حقیقتِ ایمان اسی طرح معرفت کی بھی دو قسمیں ہیں۔ (۱) صورتِ معرفت (۲) حقیقت معرفت۔ صورت ایمان وہی ہے جس کو حضرت حق سبحانہ نے اپنی کمالِ رافت اور مہربانی سے شریعت کے اندر نجات اخروی کے لیے کافی قرار دے دیا ہے۔ یعنی صورت ایمان "گرویدن قلب" ہے، نفسِ امارہ کے انکار و سرکشی کے موجود رہتے ہوئے اور صورتِ معرفت یہ ہے کہ امارہ جہالتِ جبلی سی باہر نکل آئے اور شناسائی کا مقام پیدا کر لے اور حقیقت ایمان بھی نام ہے امارہ کی گرویدگی کا درجہ شناسائی پر پہونچنے اور اپنی طبعی امارگی و سرکشی سے نکل کر نفسِ مطمئنہ بننے کے بعد اگر سوال کریں کہ شریعت میں تصدق قلبی کا اعتبار کیا گیا ہے۔ یہ "گرویدی" وہی تصدیق قلبی ہے یا اس کے علاوہ اور کوئی شے ہے؟ اگر یہ علاوہ تصدیق کے کوئی اور چیز ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ ایمان میں تین چیزیں معتبر اور ضروری ہوں۔ (۱) اقرار (۲) تصدیق (۳) گرویدن۔ حالانکہ یہ بات علماء کی مقرر کردہ بات کے خلاف ہے۔ اس صورت میں عمل جس کو بعض علماء نے ایمان کے اندر اعتبار کیا ہے ایمان کا جزو چہارم ہو جاتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ "گرویدن" بالکل تصدیق ہی ہے اس لیے کہ تصدیق جو کہ حکم ہے اذعان و یقین کے معنیٰ میں ہے، اسی کو "گرویدن" سے تعبیر کر لیا گیا ہے۔ اگر دریافت کریں کہ جب اہلِ کتاب ہمارے پیغمبر ﷺ کو بعنوان نبوت جانتے تھے لامحالہ وہ آپؐ کی نبوت کا حکم بھی کرتے تھے اس طرح اذعان اور گرویدن کا مقام ان کو بھی حاصل تھا۔ پس ان کے حق میں ایمان کس لیے متحقق نہ ہوگا اور کس درجہ سے وہ دائرہ کفر سے باہر نہ آئیں گے؟ جواب یہ ہے کہ وہ بعنوان نبوت تو جانتے پہچانتے تھے لیکن بوجہ تعصب و عناد

Marfat.com

ان کے قلب کو اذعان نہیں حاصل ہوتا تھا کہ وہ آپ کی نبوت پر حکم کریں فقط معرفت و تصور کا حصول تھا۔ اذعان حاصل نہیں ہوا تھا کہ تصدیق بن جاتا۔
(مکتوب ۹۱ دفتر سوم بنام مولانا طاہر بدخشی)

Marfat.com

تعلیمات مجدد الف ثانیؒ

مصنف : محمد موسیٰ بھٹو

شیخ احمد سرہندیؒ المعروف مجدد الف ثانیؒ کو احیائے دین کے عظیم کارنامے کی بنا پر جو امتیازی مقام حاصل ہے، وہ کسی اور کے حصہ میں نہیں آیا۔ روحانی قوت اور سلوک سے وہ کام لینا، جو حکومت واقتدار سے لیا جاتا ہے، صرف اور صرف تاریخ کے صفحات میں مجدد الف ثانیؒ کے ساتھ خاص ہے۔ دربار اکبری وجہانگیری نے شیخ کو کیا مرعوب کرنا تھا وہ خود شیخ کے ہاتھوں پر تائب ہوئے یا آنے والے زمانے میں نفرین کے مستحق ٹھہرے۔ خود ان کی اولادیں امام مجدد الف ثانیؒ کے حلقہ عقیدت میں داخل ہو کر اپنے آباء کی شکست کا ثبوت فراہم کرتی رہیں۔ منصب اقتدار پر فائز اصحاب کو راہِ حق پر لانے کے لئے مجدد الفِ ثانیؒ نے جس چیز کو ذریعہ اظہار بنایا، اس میں مکتوبات مجدد الف ثانیؒ سب سے نمایاں ہیں۔ یہ مکتوبات خواص ہی کی نہیں، عوام کی اصلاح کا ذریعہ بھی ہیں اور حقائق ومعارف کے لئے بے شمار موتی ان میں دفن ہیں۔ اسی خزانے سے آگاہ کرنے کے لئے سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ جہاں اور علمی کاوشوں میں مصروف ہے، وہاں اس نے "تعلیمات مجدد الف ثانی" کے نام سے مکتوبات کی تلخیص پیش کی ہے۔ کتاب کے مرتب محمد موسیٰ بھٹو "عرض حال" بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "وہ اسکالر اور تعلیم یافتہ افراد جن کے لئے عہدِ حاضر کا فکر، فلسفہ اور اس کی مادیت ان کے ذہن اور روح کو مفلوج کر چکی ہے، ان کے لئے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی فکر میں وہ آہنگ اور پیغام موجود ہے کہ اس کے مطالعہ سے ان کی ساری تشکیک، فکری بے چینی اور روحانی اضطراب اور وجدانی بے یقینی کی حالت ختم ہو سکتی ہے۔" یہ دعویٰ عظمیٰ ہے، جو مکتوبات جیسی عظیم کتاب کے ہی شایان شان ہے۔ شیاطین کے وساوس سے آزادی، نفس کی کج رویوں اور اکساہٹوں سے نجات، تقویٰ واحسان کے حصول اور طریقت اور شریعت کی دوریوں کو پاٹنے کے لئے یہ نسخہ اکسیر ہے۔ امامؒ کے نزدیک "طریقت عین شریعت ہے اور شریعت عین طریقت ہے۔ بال برابر بھی ان میں فرق نہیں۔ فرق صرف اجمال و تفصیل کا

Marfat.com

استدلال و کشف کا ہے۔" بحر تصوف و روحانیت کے اس شناور نے تصوف کا نام لے کر شریعت کی پابندی سے آزادی کی تمام گنجائشیں ختم کر دیں، بلکہ جمہور علمائے کرام کے مؤقف سے ہٹ کر دینی موشگافیاں کرنے والے مجدد الف ثانیؒ کے ہاں لائق اعتبار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خود سند اعتبار بنے ہیں اور ان کے افکار سے آگاہی ضروری ہے، جس کے لئے یہ کتاب پیش خدمت ہے۔ (ہفت روزہ ایشیا ۱۴ اگست ۲۰۰۲ء لاہور)

تعلیمات مجدد الف ثانیؒ رسائل و جرائد کی نظر میں

تعلیمات مجدد الف ثانیؒ

دسویں صدی ہجری کے آخر میں برکوچک پاک و ہند میں دینِ حق پر عجب وقت آپڑا تھا۔ کہنے کو تو ملک پر مسلمانوں کی حکومت تھی، لیکن مسلمانوں کی فکری اور عملی زندگی میں گوناگوں خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں۔ ہر طرف شرک و بدعت اور جاہلانہ رسوم کا دور دورہ تھا۔ ایک طرف علماء سوء نے زور باندھ رکھا تھا، جو بادشاہ وقت کو خوش کرنے کی خاطر گمراہ کن فتوے صادر کر رہے تھے۔ دوسری طرح دنیادار اور جاہ پرست امیروں کا ایک ایسا طاقتور گروہ پیدا ہو گیا تھا، جو دنیوی منفعت کی خاطر ہر طرح کی بدعنوانی اور غیر اسلامی اعمال کو جائز سمجھتا تھا۔ فرمانروائے وقت اکبر نے ۹۹۰ھ میں اپنے خود ساختہ "دین الٰہی" کی بنیاد رکھ دی تھی۔ اس کو دینِ حق اسلام سے کوئی نسبت نہ تھی اور اس پر سراسر کفر و الحاد کا غلبہ تھا۔ زندگی کا سارا نظام ہندوانہ سانچے میں ڈھلنے لگا تھا۔ اکبر کے فرزند جہانگیر نے بھی تخت نشین ہو کر باپ ہی کی روش اختیار کی۔ اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کا ظہور ہوا۔ انہوں نے طاقت کے نشے میں چور حاکمان وقت کے خلاف آوازۂ حق بلند کیا، اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر گم کردہ راہ مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کی، کفر و شرک کے اندھیروں کو دور کیا۔ ہندوانہ یا جوگیانہ تصوف کی جگہ خالص اسلامی تصوف یا طریقت اور توحید کا بول بالا کیا۔ قید و بند کے مصائب جھیل کر سنت یوسفی ادا کی اور بالآخر بادشاہ وقت کو راہ

Marfat.com

راست پر لا کر قوم کی متاع ایمان کو بچا لیا۔ اس مردِ حق کی عظمت کردار کو علامہ اقبال نے ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے:

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے — جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان — اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

حضرت مجددؒ کی تبلیغی اور اصلاحی مساعی میں ان کے مکتوبات کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہ مکتوبات انہوں نے اپنے مریدین کو (جن میں بادشاہ کے کئی نامی گرامی امراء بھی شامل تھے) تحریر فرمائے تھے۔ زیرِ نظر کتاب انہیں مکتوبات کی تلخیص پر مشتمل ہے۔ ترجمہ و تلخیص کا کام اصلا مولانا نسیم احمد فریدی امروہیؒ نے سر انجام دیا۔ اس سے پہلے اس ترجمہ و تلخیص پر مشتمل مضامین کتابی صورت میں "تجلیات ربانی" کے نام سے مکتبہ الفرقان لکھنو کی طرف سے شائع ہو چکے ہیں۔ اب یہ مضامین کی تلخیص جناب محمد موسیٰ بھٹو صاحب نے زیرِ تبصرہ کتاب کی صورت سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ کی طرف سے شائع کی ہے، اس سے ان کا مقصد سالکوں، اسلامی دعوت کا کام کرنے والوں، اہلِ علم اور اہلِ سیاست کو حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات کی روشنی میں راہِ عمل دکھانا ہے۔ بھٹو صاحب ایک سچے اور کھرے مسلمان ہیں اور ان کے دل میں اسلام کو سربلند دیکھنے کی بے پناہ تڑپ ہے۔ کتاب کے آغاز میں "عرض حال" کے عنوان سے انہوں نے حضرت مجددؒ کی شخصیت اور تعلیمات کا بڑے حکیمانہ انداز سے تعارف کرایا ہے۔ کتاب کا مختصر مگر جامع مقدمہ جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔

حضرت مجددؒ کے مکتوبات میں قرآن و سنت کی تعبیر و تشریح کے ساتھ وجدان و روحانیت، شریعت و طریقت اور نظام حکومت وغیرہ کے مختلف پہلوؤں پر چشم کشا بحث کی گئی ہے۔ فی الحقیقت یہ مکتوبات دانش و حکمت اور اسلامی فکر و فلسفہ کا خزینہ ہیں اور دورِ حاضر کے مسلمانوں کو صراط مستقیم پر چلانے کے لئے مہمیز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس ایمان افروز کتاب کی ترتیب، تلخیص و انتخاب اور اشاعت پر حافظ محمد موسیٰ بھٹو ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہیں۔ امید ہے کہ دینی حلقوں میں اس کتاب کی خاطر خواہ پذیرائی ہو گی۔

(ماہنامہ بیدار ڈائجسٹ جون ۲۰۰۲ء - تبصرہ طالب الہاشمی)

Marfat.com

تعلیمات مجدد الف ثانیؒ (''مکتوبات'' کی تلخیص)

حضرت مجدد الف ثانیؒ (م ۱۶۲۵ء) کے مکتوبات برصغیر پاکستان و ہند میں تحفظ و احیائے دین کی تاریخ کا ایک اہم باب ہیں۔ ان مکتوبات سے نہ صرف سولہویں صدی عیسوی کے نصف آخر اور سترہویں صدی کے ربع اول کے ہندوستان اور اس کے مسلم معاشرے کی فکری اور عملی گمراہیوں کا علم حاصل ہوتا ہے، بلکہ ان مساعی پر بھی روشنی پڑتی ہے جو حضرت مجدد نے اسلامی تعلیمات کے چشمۂ صافی کو فکری خس و خاشاک سے پاک کرنے کے لئے انجام دی تھیں۔ ''مکتوبات'' میں اصلاح و دعوت اور تجدید و احیائے دین کے لئے سرگرم افراد کے غور و فکر اور ذاتی اصلاح کے لئے خاصا ذخیرہ ہے۔ ایک نسل پہلے مکتوبات کی تین ضخیم جلدوں (دفاتر) کی تلخیص و ترجمہ مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی (م ۱۹۸۸ء) نے ''تجلیات امام ربانی'' کے نام سے پیش کیا تھا۔ زیر نظر کتاب ''تعلیمات مجدد الف ثانی'' مولانا فریدی مرحوم کی کاوش کے ''انتخاب'' پر مبنی ہے۔ ہر اقتباس کو مناسب عنوان دیا گیا ہے اور اقتباس کے آخر میں ''مکتوبات'' کے متعلقہ دفتر، مکتوب نمبر اور مکتوب الیہ کا نام درج کیا گیا ہے۔ متن میں آمدہ فارسی، یا اکا دکا عربی اشعار کا بالعموم ترجمہ دیا گیا ہے۔

جناب مرتب نے ''عرض حال'' میں حضرت مجددؒ کی دانش و فکر کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے: ''سیاسی جدوجہد یا اقتدار کی تبدیلی کی کاوشوں سے اسلام کی سربلندی کی امید رکھنا صحیح نہیں۔ ضرورت ہے کہ ایسے مخلص داعیوں اور اسلامی ورکروں کی ٹیمیں پیدا کی جائیں جو جدید دور کے حالات و مسائل اور چیلینج کے شعور کے ساتھ ساتھ یقین کی قوت، اخلاص کی دولت اور نسبت مع اللہ کے گوہر سے بہرہ ور ہوں۔ اس طرح کے افراد کی جدوجہد اور ان کا خونِ جگر اور ان کی آہنگ، حکومت و اسمبلی کے ایوانوں، فوجی صفوں اور انتظامیہ کے شعبوں میں اس طرح محسوس کی جائے گی کہ مؤثر افراد از خود تبدیلی کے لئے فضا ہموار کرنا شروع کر دیں گے اور سیاسی جدوجہد میں کلی توانائیاں صرف کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوگی۔''

جناب مرتب کی اس رائے میں خاصا وزن ہے کہ صالح فکر و عمل کے حامل افراد

Marfat.com

ضروری ہیں، تاہم سیاسی جدوجہد کو نظر انداز کر دینا حضرت مجدد کے طریقہ کار کے مطابق نہیں۔ حضرت مجدد نے اپنے دور کے سیاسی نظام کے تقاضوں کے مطابق کام کیا۔ بادشاہ کے خلاف مسلح جدوجہد پسند نہ کی، کیوں کہ اس میں جانی و مالی نقصانات کے ساتھ بحیثیت مجموعی مسلم معاشرے کا نقصان تھا، تاہم درباریوں اور بااثر افراد کے ذریعے اصلاح احوال کے لئے کوشاں رہے۔ آج کے جمہوری نظام میں نہ کوئی موروثی بادشاہ ہے کہ تبدیلِ اقتدار کے لئے "خروج" کے نقصانات برداشت کرنا پڑیں، اور نہ اعلیٰ طبقے کے ہاتھ میں سب کچھ ہے کہ وہ "سربراہ" کو درست کر دیں گے۔ آج عام آدمی سولھویں اور سترہویں صدی کی نسبت بہت طاقتور ہے، اور وہ حکمرانوں کی پالیسیوں کو متاثر کرنے کی وہی صلاحیت رکھتا ہے جو کبھی بااثر افراد کو حاصل تھی۔ اگر مجددِ دین کے کارنامے کو تاریخی تناظر میں دیکھتے ہوئے آج کے لئے کوئی لائحہ عمل تجویز کیا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ نقل محض شاید زیادہ کامیاب ثابت نہ ہو سکے۔

جناب مرتب نے "مکتوبات" کے جو اقتباسات پسند کیے ہیں، بلاشبہ ذاتی اور معاشرتی اصلاح کے خواہش مندوں کے لئے ان کا مطالعہ مفید اور نافع ہوگا۔ (شش ماہی نقطہ نظر اسلام آباد اکتوبر ۲۰۰۱ء)

تعلیمات مجدد الفِ ثانی

سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ، حیدر آباد عرصے سے فروغ اسلام اور دعوت و تبلیغ دین کا فریضہ انجام دے رہا ہے جو موجودہ دور میں امت مسلمہ میں پائے جانے والے فکری و نظریاتی انتشار میں وقت کا اہم تقاضا بھی ہے اور تعمیر و ترقی کی راہوں کو ایمان و یقین پر استوار رکھنے کے لئے ملی ضرورت بھی ہے۔ اس مقصد سے جاری اشاعتی پروگرام کے تحت یہ کتاب "تعلیمات مجدد الف ثانی" شائع کی گئی ہے۔

یہ دراصل حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ان مکتوبات کا مجموعہ ہے، جو انہوں نے بعض دینی عقائد و مسائل کے بارے میں اس وقت مسلمانوں میں رائج غلط روایات و معلومات کی اصلاح اور ان کی اسلامی تشکیل اور صحیح تشریح و تفہیم کی غرض سے مختلف سربر آوردہ اشخاص

Marfat.com

کو لکھے تھے۔ آج بھی امت مسلمہ اسی طرح کے فکری و عقائدی بحران میں مبتلا ہے اور مذہبی و طبقاتی گروہ بندیوں کا عمل جاری ہے۔ ان حالات میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے یہ ارشادات یقیناً امت کو صحیح اسلامی فکر کی راہ دکھانے، مسلمانوں کے درمیان ذہنی و فکری وحدت اور معرفت و محبت پیدا کرنے میں ممد و معاون ہو سکتے ہیں۔

یہ مکتوبات پہلے ماہنامہ "الفرقان" لکھنؤ (انڈیا) میں اردو ترجمے کے ساتھ شائع ہوتے رہے۔ پھر "تجلیاتِ ربانی" کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوئے۔ اب جناب محمد موسیٰ بھٹو نے ان مکتوبات کی تلخیص "تعلیماتِ مجدد الف ثانی" کے نام سے کی ہے اور سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ نے کتابی صورت میں شائع کی ہے۔ ابتدا میں مشہور صوفی بزرگ اور استاد محترم پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفی خاں صاحب کا فکر انگیز مقدمہ شامل ہے۔ (ماہانہ ہمدرد صحت کراچی دسمبر ۲۰۰۰ء)

تعلیمات مجدد الف ثانیؒ

زیر تبصرہ کتاب حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات کی تلخیص پر مشتمل ہے، مشہور عالم حضرت مولانا نسیم احمد فریدیؒ نے مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات "تجلیات ربانی" کے نام سے دو جلدوں میں اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کیے تھے، جناب موسیٰ بھٹو نے ان دو جلدوں کی تلخیص زیر نظر کتاب میں کی ہے، حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کے مکتوبات میں قرآن و سنت کی روح اور عطر کو جس خوش اسلوبی، حسن بیان، فطری انداز اور مجددانہ شان سے پیش کیا گیا ہے وہ عقلیات اور سائنسی ترقی کے عروج کے اس دور میں مادہ پرست ذہن کی ساری تشکیک، فکری بے چینی اور روحانی اضطراب کو ختم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، ان مکتوبات میں عقائد، عبادات، اخلاق، معاشرت اور معاملات غرض یہ کہ زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کی گئی ہے، کتاب کی ابتدا میں ڈاکٹر غلام مصطفی مدظلہ کا مقدمہ شامل ہے۔ جناب محمد موسیٰ بھٹو نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے افکار و نظریات اور طریقۂ دعوت کے تعارف پر ابتدا میں ایک مضمون لکھ کر شامل کیا ہے۔ (ماہانہ الفاروق کراچی۔ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

تعلیمات حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ (حصہ اول)

ترتیب: محمد موسیٰ بھٹو

ماضی قریب کے علماء میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کو ممتاز مقام حاصل ہے۔ انہوں نے بر صغیر کے مزاج و حالات کے پس منظر میں سماجی رسومات اور انسانی نفسیات کے لحاظ سے جو گراں قدر خدمت سر انجام دیں اس نے انہیں دوسرے علماء کے مقابل اور بھی لائق احترام ٹھہرایا۔ وہ بیک وقت قرآن، حدیث، فقہ اور باطنی علوم کے ماہر تھے اور سماجی رسوم و رواج پر گہری نگاہ رکھتے تھے۔ تصوف سے استفادہ کا جو طریقہ تھانویؒ مرحوم نے بتایا ہے، وہ بہت سے متخالف طبقات میں راہِ اعتدال بھی ہے اور خالی از فائدہ بھی نہیں۔ ان کی کتاب "تربیت السالک" (تین حصے) نے نفسی و روحانی بیماریوں کا علاج ہی نہیں کیا، بلکہ یہ اہلِ مغرب کو اہلِ مشرق کا "نفسیات" میں ایک بہترین تحفہ ہے۔ "بہشتی زیور" مولانا کے دور سے آج تک خاص و عام میں مقبول ہے۔ ان کے اندازِ تزکیہ و تبلیغ کا ایک اہم پہلو خواتین کی اصلاح کو مناسب مقام عطا کرنا ہے۔ مولانا کی کئی اہم کتب "مشکل" ہونے کے باعث عام قارئین کے مطالعہ میں نہیں آرہیں تھیں، حالانکہ یہ کام خود مولانا اشرف علی تھانویؒ نے سید سلیمان ندویؒ کو سونپا تھا۔ سندھ کے مشہور دانشور صحافی محمد موسیٰ بھٹو نے اس طرف توجہ کی اور مولانا کی کتب کی آسان زبان میں تلخیص کا کام کر کے اسے استفادہ عام کا ذریعہ بنایا۔ "تعلیمات حکیم الامت" اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں مولانا کی ملفوظات کی دو کتب "ملفوظات کمالات اشرفیہ اور "الافاضاۃ الیومیہ" کا انتخاب پیش کیا گیا ہے۔ ۳۰۰ کے قریب صفحات پر محیط یہ ملفوظات عقائد و اعمال کی درستگی، بیعت و طریقت کے اسرار، سماجی برائیوں اور ان کے انسداد کی تدابیر اور آخر میں مسلمانوں کی ترقی اور حکومتِ الٰہیہ جیسے موضوعات پر چھوٹے چھوٹے آسان پیرائے میں روشنی ڈالتے ہیں۔ "الافاضاۃ الیومیہ" میں ترقی اور کامیابی کے حصول، کے تحت لکھا گیا ہے "دوسری قوموں نے مسلمانوں کے گھر سے بہتر باتیں اور عمل چرا کر ان پر عمل شروع کر دیا، چونکہ ان اعمال کی خاصیتیں ترقی تھا، اس لئے وہ ترقی کے راستے پر گامزن ہو گئے۔ لیکن چونکہ یہ چوری ادھوری تھی۔ چور کو مسلمانوں

Marfat.com

کے گھر کے سارے خزانے کا علم نہیں تھا۔ ایمان، عقائد اور دین کے بنیادی فرائض کی قدر و قیمت کا ان کو اندازہ نہیں ہو سکا۔ اس لئے چور نے چند چیزوں کو بیکار سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اگر مسلمان اپنے گھر کی ان چیزوں پر عمل کرتے تو آج ان کو وہ ترقی حاصل ہوتی، جسے دوسری قومیں دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتیں۔"

"مناظرے کے نقصانات" کا آغاز یوں کرتے ہیں کہ "تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو مناظرے سے کبھی فائدہ نہیں ہوا۔ نفع جتنا بھی ہوا ہے، تبلیغ سے ہوا ہے اور وہ بھی اس تبلیغ سے جو جادلهم بالتي هي احسن کے تحت ہوئی۔" بعض جگہوں پر مولانا کا مؤقف آج کے مسلمان کے لئے مسئلہ کا حل نہیں۔ اور حافظ محمد موسیٰ بھٹو کے "مقدمہ" میں مبالغہ آرائی نظر آتی ہے، لیکن کتاب بہر حال لائق مطالعہ ہے۔ ڈاکٹر غلام مصطفی خاں کی تقریظ اور نثار احمد خاں کا "تعارف" کتاب میں اہم اضافے ہیں۔ اگر اگلے ایڈیشن میں پروف کی چند غلطیوں کی اصلاح ہو جائے تو زیادہ اچھا ہے۔

(ہفت روزہ ایشیا لاہور ۱۴ اگست ۲۰۰۲ء)

تعلیمات حکیم الامت (حصہ اول)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جو تجدیدی کام کیا وہ محتاج تعارف نہیں، مختلف موضوعات پر انہوں نے تقریباً گیارہ سو کتابیں تحریر فرمائیں، ہر کتاب اپنے موضوع پر علم، معلومات اور فہم و روحانیت کا ایک خزانہ ہے، قرآن و حدیث اور دوسرے اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ انہوں نے تصوف کے شعبے میں جو کام کیا اور سالکین کے روحانی اور باطنی امراض کی نشان دہی، ان کے علاج و تربیت اور ان کی الجھنوں میں دینی رہنمائی اور احیاء دین کی جو خدمات انجام دیں، انہیں دیکھ کر بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اس دور کے مجدد ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے رجال کار اور عقیدت مند بھی عطا فرمائے تھے، جنہوں نے ان کے ملفوظات، ان کے مواعظ اور ان کے افادات کو آنے والی نسلوں کے لئے لفظ بلفظ محفوظ کیا، جن سے آج تک امت برابر استفادہ کرتی چلی آرہی ہے، ان کے مواعظ و ملفوظات کی تسہیل و تشریح کا کام بھی اللہ جل شانہ مختلف لوگوں سے لیتے رہے ہیں اور انہیں تسہیل و ترجمانی کی توفیق ملتی رہی۔

Marfat.com

زیر تبصرہ کتاب اسی توفیق خداوندی کی ایک جھلک ہے، جناب محمد موسیٰ بھٹو صاحب نے بہت خوبصورت انداز میں آج کی روزمرہ زبان کی رعایت سے حضرت تھانویؒ کے ملفوظات و تعلیمات کو سہل اسلوب میں پیش کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''ہم چونکہ دین کی صحیح تفہیم کے سلسلے میں تقابل و تجزیاتی مطالعہ کر کے ایک طویل دشوار گذار مرحلے سے گذرے ہیں، اس سلسلے میں ہمیں مولانا (تھانوی) کی فکر، جدید و قدیم دور کے بڑے بڑے فضلاء سے زیادہ اہم، متاثر کن، علم و استدلال سے بھرپور نظر آئی، اس لئے مولانا کی فکر کو عام فہم اور آسان انداز میں پیش کرنے کے لئے ہمیں فکر دامن گیر ہوئی ہے، اس سلسلے میں ہماری یہ ابتدائی کوشش ہے، انشاء اللہ اس سلسلہ کی مزید جلدیں لائی جائیں گی، زیر نظر کتاب مولانا کے ملفوظات کی دو کتابوں ''ملفوظات کمالات اشرفیہ'' اور ''الافاضاۃ الیومیہ'' (دس جلدوں پر مشتمل) کے خلاصے اور انتخاب پر مشتمل ہے، ہم نے ملفوظات کی زبان کو سادہ اور عام فہم بنانے کی کوشش کی ہے''۔

کتاب کی ابتدا میں جناب موسیٰ بھٹو نے حضرت تھانویؒ کی اسلامی تعلیمات کی تشریح و تفہیم اور اسلوب پر ایک جامع مقدمہ بھی تحریر کیا ہے۔ (ماہنامہ الفاروق، شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ کراچی)

تعلیمات حکیم الامت (حصہ اول)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ معروف عالم دین، بہت بڑے واعظ اور سینکڑوں کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ نے زندگی کے ہر پہلو پر لکھا ہے۔ آپ کا بہت بڑا کارنامہ آپ کے وہ مواعظ اور ملفوظات ہیں، جو آپ نے نہایت آسان زبان میں خداداد صلاحیت کے ساتھ عوام الناس تک پہنچائے ہیں۔ ان ملفوظات میں جہاں عام لوگوں کے لئے راہ نمائی کا سامان موجود ہے، وہاں اہلِ علم و دانش بھی اُن سے یکساں مستفید ہوتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی مثالوں کے ساتھ بڑے بڑے مسائل سمجھانا آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔ جناب محمد موسیٰ بھٹو نے بڑی کاوش کے ساتھ حکیم الامت کی ملفوظات کی کتابوں سے اقتباسات اکٹھے کر کے انہیں اس کتاب میں یکجا کر دیا ہے۔ مرتب نے ان اقتباسات کو نہایت سلیقے کے ساتھ ترتیب دے کر قاری کے لئے استفادہ آسان تر بنا دیا

Marfat.com

ہے۔ اکثر اقتباسات آبِ زر سے لکھنے اور ذہن میں محفوظ رکھنے کے قابل ہیں۔ اگر اس کتاب کو نورانی کرنیں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، کیونکہ عام قاری قدم قدم پر دلپذیر پند و نصائح سے اپنے قلب و ذہن کو منور کرتا ہے۔ چونکہ انداز نہایت مؤثر اور دلائل انتہائی مضبوط ہیں، اس لئے ہر نصیحت دل میں اترتی جاتی ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں دنیا کو دھوکے کا سامان کہا گیا ہے، اس بات کو مولانا کس انداز سے سمجھاتے ہیں:

''دنیا کی مثال ایسی ہے، جیسی کوڑے پر سبزہ جما ہوا ہو، جسے دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ ایک چمن ہے اور اس کے ظاہری رنگ و روپ کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو جائے اور جب وہاں پہنچے تو گندگی بھری ہوئی نظر آئے۔ یہی حال دنیا کا ہے کہ اس کا ظاہر تو بہت بھلا ہوتا ہے، مگر اس کے اندر نجاست بھری ہوئی ہے......''

کتاب حکمت و موعظت کا خزانہ ہے۔ اس کا مطالعہ کسی صورت رائیگاں نہیں جائے گا، بلکہ اخلاق و کردار پر نہایت اچھے اثرات مرتب کرے گا۔

(ماہنامہ حکمت قرآن لاہور نومبر ۲۰۰۱ء)

تعلیماتِ حکیم الامتؒ

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کا شمار چودھویں صدی ہجری کے سر آمد روزگار علماء، صالحین اور مصلحین میں ہوتا ہے۔ حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب نے کتاب کی تقریظ میں بالکل درست لکھا ہے کہ ''حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ نے اسلام کے بنیادی علوم کی توضیح و تشریح کے سلسلے میں جو عظیم علمی خدمت سر انجام دی ہے، وہ دین کے لئے ان کے تجدیدی کارنامہ کی حیثیت رکھتی ہے''۔ برکوچک کے نامور عالم دین اور مصنف مولانا سید سلیمان ندویؒ نے ''یادِ رفتگان'' میں مولانا تھانویؒ کے مقام و مرتبہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

''مولانا تھانویؒ کے فیض نے تقریباً نصف صدی تک اللہ تعالیٰ کے فضل و توفیق سے اپنی تعلیم و تربیت اور تزکیہ و ہدایت سے ایک عالم کو مستفید بنا رکھا تھا اور انہوں نے اپنی تحریر و تقریر سے وقائق ایمانی، حقائق فقہی، اسرار احسانی اور رموز حکمت ربانی کو برملا فاش کیا تھا اور اسی لئے دنیا نے ان کو حکیم الامت کہہ کر پکارا''۔

Marfat.com

زیرِ تبصرہ کتاب مولانا تھانویؒ کے ملفوظات کی دو کتابوں "ملفوظات کمالات اشرفیہ" اور الافاضات الیومیہ (۱۰ جلدوں پر مشتمل) کے خلاصہ اور انتخاب پر مشتمل ہے۔ اسے سندھ کے معروف دانشور اور مبلغ اسلام جناب حافظ محمد موسیٰ بھٹو صاحب بڑی محبت اور عقیدت کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ ملفوظات کی زبان کو انہوں نے بہت سادہ اور عام فہم بنادیا ہے، تاکہ کم تعلیم یافتہ قارئین بھی ان سے مستفیض ہوسکیں۔ کتاب کے آغاز میں فاضل مرتب کا مبسوط مقدمہ بھی جامعیت کے اعتبار سے معرکے کی چیز ہے۔

مولانا تھانویؒ کے ملفوظات اتنے پر تاثیر ہیں کہ قاری ان میں جذب ہو کر رہ جاتا ہے اور ان کے اثر سے کوئی وجہ نہیں کہ اس کو اپنے تزکیہ نفس میں مدد نہ ملے۔ ناشر اور فاضل مرتب دونوں اس ایمان افروز کتاب کی اشاعت پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ یہ کتاب ہر اعتبار سے مطالعہ کے لائق ہے۔

(ماہنامہ بیدار ڈائجسٹ لاہور جون ۲۰۰۲ء تبصرہ طالب الہاشمی)

تعلیمات حکیم الامت

سندھ کے معروف قلم کار محمد موسیٰ بھٹو ایک عرصے سے اصلاحِ معاشرہ کے لئے تحریری جدوجہد اور دین کی تبلیغ واشاعت میں مصروف عمل ہیں۔ اپنی تصانیف کے علاوہ وہ سلف صالحین کے افکار اور بزرگان دین کے علمی سرمائے سے انتخاب کر کے کئی کتابیں ترتیب دے کر شائع کرا چکے ہیں۔ ان کی مرتب کردہ زیر نظر کتاب "تعلیمات حکیم الامت" مجتھد العصر عالم دین حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے ملفوظات کا انتخاب ہے۔

حضرت مولانا تھانوی کی تحریروں اور ملفوظات میں اسلام کے بنیادی علوم کی جو توضیح وتشریح کی گئی ہے اور فقہی مسائل کے سلسلے میں جو صحیح معتدل موقف ملتا ہے وہ ہر دور میں ملت اسلامیہ کے ہر مکتبہ فکر کے لئے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس لئے ان کے افکار و ملفوظات کی صحت وافادیت آج کے دور میں بھی اتنی ہی موثر اور تروتازہ ہے جتنی پہلے تھی۔

جناب محمد موسیٰ بھٹو نے مولانا اشرف علی تھانوی کے ملفوظات پر مشتمل دو کتابوں سے عہد حاضر کی ضرورت کی مناسبت سے انتخاب تعلیمات حکیم الامت کے نام سے ترتیب دے کر قابل قدر دینی کام انجام دیا ہے جو وقت کا تقاضا ہے۔ فاضل مرتب نے اپنا مبسوط

Marfat.com

مقدمہ بھی شامل کتاب کر دیا ہے جس میں مولانا تھانوی کی مجموعی تعلیمات پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان کی یہ کاوش معاشرے کے عقائد و رسول کی اصلاح کے لئے بھی مفید اور کارگر ہے اور ملکی اشتراک و اتحاد کے لئے بھی مدد و معاون ہے جو آج کی اہم اور اولین ضرورت ہے۔

معاشرے کا درد رکھنے والوں اور دین کی خدمت انجام دینے والوں کو بالخصوص اور عوام الناس کو اصلاح نفس کے لئے بالعموم اس کتاب کے مطالعے سے رہنمائی حاصل کرنی چاہئے۔ (ماہنامہ ہمدرد صحت فروری ۲۰۰۲ء تبصرہ ڈاکٹر سید فرحت حسین)

Marfat.com

تعلیمات مجدد الف ثانی

(مکتوبات کی تلخیص)

سالکوں، اسلامی دعوت کا کام کرنے والوں،
اہل علم اور اہل سیاست کے لیے راہ عمل

ترتیب
محمد موسیٰ بھٹو

سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ
۴۰۰-بی-لطیف آباد نمبر ۴ حیدر آباد

Marfat.com